اضافہ شدہ ایڈیشن

حُسنِ معاشرت سے
شوہر کی اصلاح

مؤلف: عبدالقادر بن محمد بن حسن ابو طالب



ترجمہ: ابو الوفا عبدالرحمن عزیز

نظرثانی: ابو یحیٰی محمد زکریا زاہد

AL-FURQAN TRUST

AL-FURQAN TRUST

حسنِ معاشرت سے

شوہر کی اصلاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسنِ معاشرت سے شوہر کی اصلاح

تالیف: عبدالقادر بن محمد بن حسن ابو طالب



ترجمہ: ابوالوفا عبدالرحمن عزیز
نظرثانی: ابو یحییٰ محمد زکریا زاہد

AL-FURQAN TRUST
الفرقان ٹرسٹ، خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ کل والا فون. 066-2611270

نام کتاب

حُسنِ معاشرت سے

شوہر کی اصلاح

تالیف: عبدالقادر بن محمد بن حسن ابوطالب

ترجمہ: ابوالوفا عبدالرحمن عزیز

نظرثانی: ابویحییٰ محمد زکریا زاہد

سعودی عرب

دارالعلوم الندیه للنشر والتوزیع

س ت: ١٠١٠٢٠٤٨٧٦

فرع: مركز الجامع التجاری شارع باخشب جده

معرض: ٠٢٦٣٣٦٦٤٠ فاكس: ٠٢٦٨٧٤٥٥٧

المكتب الرئيسي الرياض، حي الفيصلة

هاتف: ٠١٢٤٢٣١٢٦

مكتبه دار الفرقان، الرياض

هاتف: ٠١-٤٣٥٨٦٤٦، ٠٥٦٣٠٦٤٧٣٦، ٠٥٠٧٤١٩٩٢١

مكتبه بيت السلام، الرياض

هاتف: ٠١-٤٤٦٠١٢٩، ٠٥٠٥٤٤٠١٤٧، ٠٥٠٢٠٣٣٢٦٠

پاکستان

الفرقان ٹرسٹ: خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، گل والا فون: 066-2611270

مکتبہ الکتاب: حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 0321-4210145

اسلامی اکیڈمی: الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-7357587

کتاب سرائے: الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-7320318

نعمانی کتب خانہ: حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-7321865

مکتبہ اسلامیہ: غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-7244973

مکتبہ قدوسیہ: غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-7351124

دارالاندلس: 4-لیک روڈ، چوبرجی لاہور فون: 042-7230549

فضلی بک سپر مارکیٹ: نزد ریڈیو پاکستان کراچی فون: 021-2212991

الفرقان ٹرسٹ
AL-FURQAN TRUST

فہرست مضامین

دوم: مرد اپنی بیوی کو درج ذیل امور سے بچائے

سوم: بیوی کی تفریح کے لیے بعض تفریحی امور کا اہتمام کرنا چاہیے

چہارم: مرد کے لیے بیوی جیسی نعمت پر اللہ کے شکر کا وجوب

پنجم: شادی کرنے والا عورت میں درج ذیل صفات کا خیال رکھے

تیسری بحث:...... عورت کے ذمہ مرد کے مقام کی پہچان

چوتھی بحث:...... خاوند سے حسن سلوک کے متعلق بیوی سے مطلوبہ اُمور

اول: درج ذیل امور میں اپنے خاوند کا خیال رکھے

عورت کو جہنم سے بچنے کے لیے جن امور سے ڈرنا چاہیے

ازدواجی زندگی سے متعلق کچھ نصیحتیں

نوجوانوں کی مشکلات اور اُن کا حل

اصلاح معاشرہ میں عورت کا کردار

خطبہ مسنونہ

((إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ ❶ ، وَنَسْتَغْفِرُهُ ❷ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا ❸ وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ❹ ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِىَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ ❺

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ o﴾ ❻

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا o﴾ ❼

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيْدًا o يُّصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا o﴾ ❽

أَمَّا بَعْدُ : فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهُدَى هُدٰى مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ❾ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، أَلضَّلَالَةُ فِي النَّارِ)) ❿

---

❶ ❸ ❹ ❺ صحیح مسلم، کتاب الجمعه ،باب تخفیف الصلاۃ والجمعه : ۲۰۰۸،

❻ ❼ ❽ ابو داؤد، کتاب النکاح ، باب في خطبة النكاح : ۲۱۱۸ (نَحْمَدُهُ کے بغیر) مسند احمد ۱/ ۳۹۳ (اِنَّ اور نَحْمَدُهُ کے بغیر) جامع الترمذی ، کتاب النکاح ،باب ماجاء فی خطبة النکاح : ۱۱۰۵ (نَحْمَدُهُ کے بغیر) ابن ماجه بحواله مشکوٰۃ المصابیح: ۳۱۴۹ تصحیح فضیلة الشیخ الالبانیؒ وقال : حدیثٌ صحیحٌ

❷ جامع الترمذي ،حواله سابقه ❻ آل عمران : ۱۰۲ ❼ النساء : ۱

❽ الاحزاب : ۷۰۔۷۱ ❾ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ...... کے الفاظ مسند احمد ۴/ ۱۲۷ (جلدنمبر ۵) کے ہیں۔ ❿ صحیح مسلم : ۲۰۰۵

ترجمہ خطبہ مسنونہ

بلا شبہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں ۔ہم اس کی تعریف کرتے ہیں ۔اس سے مدد مانگتے اور اسی سے ہم بخشش طلب کرتے ہیں ۔ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنی بداعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں ۔ جسے اللہ (سیدھی) راہ سجھا دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں (ہوسکتا۔) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں ۔

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے ۔اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔''...... '' اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور (پھر) اس (جان) سے اس کی بیوی کو پیدا کیا۔ پھر ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پیدا کرکے (زمین پر) پھیلا دیے ۔اور ڈرو اللہ سے کہ جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے (حاجت براری کے لیے) سوال کرتے ہو اور ناطہ توڑنے سے (بھی ڈرو) بلا شبہ اللہ تمہارے اوپر نگہبان ہے۔''

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور بات سیدھی (سچی) کہا کرو ۔(ایسا کروگے تو) اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح کردے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی، اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔''

حمد وصلوٰۃ کے بعد : یقیناً تمام باتوں سے بہتر اللہ کی کتاب ہے ۔تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد (رسول اللہ ﷺ) کا ہے ۔اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو (دین اسلام میں) اپنی طرف سے وضع کیے جائیں ۔دین میں ہر نیا کام بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے ۔گمراہی کا انجام جہنم کی آگ ہے۔''

سب سے پہلے مجھے ضرور پڑھیں

مقدمة الناشر

الحمد للّٰہ وحدہ وبعد! آج کل مسلم معاشرہ ہر اعتبار سے پوری طرح بگاڑ کا شکار ہے۔ عقائد سے لے کر معاملات و سیاسیات تک اور انفرادی زندگی سے لے کر مسلمانوں کے اجتماعی و خاندانی اُمور تک ہر شعبۂ حیات مکمل خرابی کی لپیٹ میں ہے۔ بالخصوص ہمارے عجمی معاشرے میں غیر اسلامی عادات و اطوار اور ہندوانہ رسوم نے تو اُسروی اقدار کو بالکل ہی تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ ڈھٹائی کی انتہا یہ ہے کہ اگر کوئی غیرت مند مسلمان اپنے ہی دینی قسم کے خاندان اور قوم، قبیلہ میں عین اسلامی تعلیمات کے لیے استدعاء و نصیحت کر بیٹھے تو بظاہر انتہائی سمجھ دار قسم کے افراد اس کی بلا دلیل مخالفت شروع کر دیں گے۔ اگر یہ ناصح اپنے تعلق کا لحاظ رکھتے ہوئے خاندان والوں کو صرف دینی غیرت دلانے کے لیے تھوڑے بہت سخت الفاظ کا استعمال یا نصیحت و معاملت میں کچھ مستقل مزاجی کا رویہ اختیار کر بیٹھے تو یہی اس کے عزیز مسلمان رشتہ دار اس غریب کے ساتھ ہمیشہ کی مخاصمت و عداوت والا سلوک کرتے نظر آئیں گے۔

منگنی سے لے کر آدمی کی شادی، اولاد اور پھر اولاد کی رشتہ داریوں تک اُسروی زندگی کے ہر موڑ پر آپ کو اپنے ہی اسلامی معاشرے اور خاندان کی طرف سے ایسی ایسی ہٹ دھرمی والی غیر اسلامی باتوں اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑے گا کہ اگر آپ کسی خداداد صلاحیت کے

مالک ہیں تو بھی آپ کی پوری زندگی جہنم زار بن کر رہ جائے گی۔

دینِ حنیف کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجیے!

اوّلاً: قرآن وسنت میں سے کوئی ایک دلیل بھی آپ کو اس ضمن میں نہیں ملے گی کہ: والدین یا دوسرے کوئی عزیز رشتہ دار لڑکے، بیٹے یا مرد کی شادی اُس کی مرضی کے بغیر کہیں کر سکتے ہیں؟ بلکہ مرد کے لیے شادی، نکاح کا اختیار خود اس کی ذات کو دیا گیا ہے۔ مگر ہمارے ہاں بیٹوں، لڑکوں پر بھی بیویاں مسلط کر دی جاتی ہیں اور اس ضد کے پیچھے تمام وجوہات میں سے کوئی وجہ بھی شریعت مطہرہ سے تعلق نہیں رکھتی۔ البتہ ایک مسنون و مستحسن عمل یوں ضرور ہے کہ بیٹے، لڑکے کی مشاورت و رضا مندی اور خواہش کے بعد اس کا پیغامِ نکاح لڑکی والوں کے پاس اس کے والدین، بہن بھائی یا ان کی عدم موجودگی میں دانا، سمجھ دار اور بڑی عمر کے عزیز رشتہ دار یا دیگر افراد میں سے کچھ احباب ضرور پہنچا سکتے ہیں۔

ثانیاً: بچیوں، بیٹیوں، بہنوں اور مسلمان عورتوں کے نکاح میں ہمارے ہاں جو زبردستی اور ظلم کیا جاتا ہے اُس کا بھی اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں۔ اس ضمن میں بھی ہم افراط و تفریط کا شکار ہیں اور قرآن وسنت پر عمل پیرا نہ ہو کر ہم نے غیر اسلامی تہذیب وتمدن اور مُلاّئی اقدار کو فروغ دے رکھا ہے۔ ایک طرف یہ صورتِ حال ہے کہ بیٹیوں، بچیوں کا نکاح کرتے وقت ہم اُن سے اس رشتہ کے بارے میں اُن کی رضا مندی لینا قطعاً غیر ضروری سمجھتے ہیں اور دوسری جانب پاکستانی نکاح فارم میں کہیں بھی بچی، عورت کے ولی کے اندراج کا خانہ تک نہیں ہے۔ نہ جانے یہ فارم کن جاہل ملاؤں اور یورپ کی گندی تہذیب سے متاثر لوگوں نے ترتیب دیا ہے کہ اُن کے ہاں نبی آخر الزمان سیّد الجنّۃ والبشر محمد رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل حکم و ارشاد کی کوئی حیثیت نہیں؟ لگتا ہے کہ اس فارم کی ترتیب و منظوری میں ''حلالہ اور متعہ'' کے رسیاؤں کا بہت بڑا عمل دخل ہے۔

مسلمانو! اللہ سے ڈر جاؤ اور درج ذیل فرمانِ مصطفیٰ ﷺ پر غور وفکر کرو۔ فرمایا:

((لَا تُزَوِّجِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ، وَلَا تُزَوِّجِ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا، فَإِنَّ الزَّانِيَةَ هِيَ الَّتِي تُزَوِّجُ نَفْسَهَا.)) وَفِي الْأَثَرِ الْآخِرِ: ((لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ مُرْشِدٍ وَشَاهِدَيْ عَدْلٍ.)) ❶

''کوئی عورت کسی عورت کا نکاح، شادی نہ کرے اور نہ ہی کوئی عورت اپنی شادی خود کرے۔ بلاشبہ زانیہ عورت وہی ہوتی ہے جو اپنی شادی، نکاح خود کرے۔''

دوسری حدیث کے الفاظ ہیں کہ فرمایا: ''تربیت کرنے والے ولی (باپ اور باپ کی وفات کے بعد دادا، بھائی یا چچے) اور دو انصاف والے گواہوں کے بغیر کوئی نکاح نہیں ہے۔''

اس موضوع پر بیسیوں صحیح احادیث موجود ہیں۔

ثالثاً: قرآن وسنت کے مطالعہ سے اس بات کی دلیل بھی آپ کو کہیں نہیں ملے گی کہ! والدین یا عزیز واقارب شادی کے بعد میاں بیوی کے ایسے معاملات میں کھلی مداخلت ضرور کیا کریں کہ جن کی اجازت شریعت نے قطعاً نہیں دی۔ مگر ہمارے ہاں یہ سب کچھ ضرور ہوتا ہے جس سے میاں بیوی کو کبھی سکون نصیب نہیں ہوتا اور اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ: لڑکی کی والدہ، اُس کی بہنوں اور دیگر قریبی رشتہ داروں کی طرف سے بالخصوص ایسے ایسے غیر اسلامی وغیر شرعی مطالبات ہوتے ہیں کہ جنہیں پورا نہ کرتے ہوئے بالآخر داماد پہلے تنگ آ کر بحث مباحثہ، تو تکار کرتا ہے۔ پھر اکثر گھر سے باہر رہنے لگتا ہے اور نتیجہ بایں جا رسید کہ بیوی اور

---

❶ سنن ابن ماجة: ۱/ ۶۰۶ وصحّحهُ لجنة العلماءِ المعدّين للمصباح المنير في تهذيب تفسير ابن كثير، ص: ۱۷۰ تحت تفسير آية: ۲۳۲ من سورة البقرة.

سسرال کے ہاتھوں تنگ آ کر اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے۔ (فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ) بعینہٖ معاملہ بسا اوقات لڑکے اور لڑکے کے والدین، بہن بھائیوں اور عزیز و اقارب کی طرف سے بھی ایسا ہی ہو جاتا ہے کہ وہ لڑکی والوں سے غیر شرعی و غیر اخلاقی قسم کے مطالبات کرنے لگتے ہیں، جیسے قرض وغیرہ کا معاملہ۔ اس سے لڑکی والے تنگ آ کر بالآخر خلع لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

رابعًا: شادی سے پہلے لڑکے اور لڑکی کی اس نہج پر عدم تربیت بھی اُسروی حیات میں تلخیاں پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے۔ بلکہ ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے مشاہدہ کے مطابق پورے پاکستان کے ماحول میں بالعموم اور پنجاب کے معاشرہ میں بالخصوص بچی کی والدہ، اُس کی خالاؤں، اُس کی بہنوں اور دیگر رشتہ دار خواتین کی طرف سے ''شریکہ سے بدلہ لینے'' کی خصوصی ذہن سازی کی جاتی ہے کہ اگر بچی کی شادی اُس کے دُدھیال میں ہو تو وہ اپنی ماں کا بدلہ اپنے سسر، اپنی ساس، اپنے چچا سسروں اور اپنی پھوپھیوں سے کیسے لے گی۔ علاوہ ازیں شادی کرتے وقت اکثر لڑکے کی نوکری، دولت، جائداد اور کاروبار کو سب سے پہلے دیکھا اور پوچھا جاتا ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جو اُس کے اخلاقی کردار اور عقیدہ و دینداری کو دیکھتے، پوچھتے ہوں۔ جبکہ سینکڑوں احادیث کا مجموعہ ''شادی سے پہلے لڑکے اور لڑکی کے اخلاقی کردار کو سنوارنے'' والے موضوع پر کتب میں موجود ہے اور فقہاءِ اُمت و علماءِ عظام نے اس موضوع پر قرآن وسنت کے دلائل کی روشنی میں بہت کچھ ہر زاویہ سے لکھ رکھا ہے۔

خامسًا: اسی اسلامی تربیت کے فقدان کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ منگنی، شادی اور نکاح کی تیاری سے لے کر شادی کے بعد کم و بیش تین، چار سال گزرنے تک اس قدر فضول خرچی اور ......رسم مہندی، گانا، سہرا، جدید خباثت ویڈیو مووی، حجرۂ عروسی میں حیا باختہ مناظر کا آویزاں

کرنا، نیوتا (نیوندرا) اور ہندوانہ انداز کی باراتوں کے رواج وغیرھا...... غیر اسلامی رسموں کی ادائیگی میں لڑکے، دُلہا سے جبراً وہ کچھ کروایا جاتا ہے یا وہ خود عدم تربیتِ اسلامی کی وجہ سے یہ سب کچھ کرتا رہتا ہے کہ اس کا خمیازہ اسے پوری زندگی بھگتنا پڑتا ہے۔ اکثر نوجوان ان فضول خرچیوں اور ہندوانہ رسموں کی بھینٹ چڑھ کر مقروض ہوجاتے ہیں اور پھر دس، دس سال تک ان کی جان اس قرضہ سے نہیں چھوٹتی۔

ہمارے ہاں چونکہ ۹۵ فیصد سے زیادہ نوجوانوں کی تربیت عین اسلامی مسنون نہج پر نہیں ہوتی اور وہ شادی سے پہلے ہی غلط راہوں کے راہی بن چکے ہوتے ہیں۔ پھر یہ کہ دیکھا دیکھی والی بھیڑ چال میں وہ بھی اسی ڈگر پر چلنا شروع کردیتے ہیں کہ جن راہوں پر جدید معاشرے کے رافضی، یہودی، نصرانی، سکھ اور ہندو تہذیبوں کے نمائندہ اُستاد اُنھیں ڈراموں، مووی فلموں اور گندے اداروں کے ذریعے چلنے کی تربیت دیتے ہیں۔ اپنے ان شیطانِ کبیر کے نمائندہ اساتذہ کو وہ اداکار، سٹارز اور ہیرو، ہیروئن جیسے القاب وخطابات سے یاد رکھتے اور ان کی پوری پوری اتباع کرتے ہیں۔ حالانکہ گزرے ہوئے کل میں یہی لوگ، ڈوم اور کنجر جیسی معرفت رکھتے تھے۔ چنانچہ اس بے راہ روی کا شکار ہوکر یہی مسلمان نوجوان جوڑے کہ جن کی ازدواجی زندگی کے آغاز سے انھیں انتہائی درجے کا قلبی سکون، عفت وعصمت اور پاکدامنی حاصل ہونی چاہیے وہ بے سکونی اور خلفشار وانتشارِ ذہنی کا شکار نظر آتے ہیں۔ کتاب ہذا کے جدید ایڈیشن میں کہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے...... مملکت سعودیہ کے عالم کبیر فضیلۃ الشیخ علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کے ایک رسالہ ''مِنْ مُشْکلات الشباب'' کا اُردو ترجمہ ''نوجوانوں کی مشکلات اور اُن کا حل'' دیا جارہا ہے جو قارئین کرام کو کچھ ایسی ہی بے راہ روی کا حل بتائے گا۔

سادسًا: ہمارے خاندانی نظام میں خرابی اور خلفشار کا سبب ایک اور غیر شرعی وجہ بھی

ہے اور وہ یہ کہ: لڑکے کے والدین اس کی شادی کے بعد بھی اُسے اپنے گھر سے الگ رہنے کی اجازت نہیں دیتے۔ ہمارے ہاں والدین کی خدمت کے لیے اس بات کو واجب کرلیا گیا ہے کہ بیٹا اور بہو اسی گھر کی چار دیواری میں بالوجوب رہیں گے جس کے صحن میں لڑکے کے والدین، اُس کے سگے جوان، شادی شدہ اور غیر شادی شدہ بہن بھائی چار پائیاں بچھاتے، گزرتے اور گھر بار کی ساری مصروفیتوں والے کام کاج کرتے ہوں۔ چاہے بہو کتنی ہی دیندار اور تربیت یافتہ گھر سے کیوں نہ آئی ہو، یہ اُس پر واجب ہے کہ وہ "خاندانی جوائنٹ سسٹم" کا حصہ بن کر رہے۔ چاہے اُس کا پردہ اپنے دیوروں، جیٹھوں اور نندوں کے خاوندوں سے ہو یا نہ ہو، وہ بیچاری شرم وحیاء کے مارے یا خاندانی دباؤ میں آ کر اس ضمن میں کسی سے کچھ گزارش کر سکے یا نہ کر سکے، حتیٰ کہ نبی مکرم ﷺ کے اس ضمن میں احکام واوامر کا ٹھٹھہ اُس کے سسرال والے جتنا چاہے عملاً اُڑاتے پھریں اُسے نصیحت وگزارش کرنے کی نہ اجازت ہے اور نہ ہی اُس کی کوئی بات اس ضمن میں سنی جا سکتی ہے۔ علاوہ ازیں اس ضمن میں اور بھی بہت ساری باتیں خرابیوں کا باعث ہیں۔ حالانکہ شریعت مطہرہ نے ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی اور نہ ہی لڑکے کی اپنے والدین کی خدمت کے لیے اُس کی شادی کے بعد ایک ہی صحن اور چار دیواری والے گھر میں بالوجوب اسے رہنے کے لیے پابند کیا ہے۔ ہمارا یہ قطعاً نظریہ نہیں ہے کہ لڑکے شادی کے بعد الگ گھر میں رہتے ہوئے والدین کی خدمت سے ہی ہاتھ اُٹھا لیں۔ مقصد یہ ہے کہ شادی کے بعد میاں بیوی، لڑکے کے والدین کی بھرپور خدمت کے ساتھ ساتھ دین حنیف کی عطا کردہ عفت وعصمت اور پاکدامنی والی زندگی سے بھی بھرپور فائدہ اُٹھا لیں۔ یہ اُن کا اخلاقی، دینی اور خاندانی حق ہے۔

خلاصۂ کلام:

غرضیکہ ہمارے ہاں عجمی معاشرے میں ''اسلامی خاندانی نظام و اقدار'' کی تباہی و بربادی کے کچھ تو اس طرح کے اسباب ہیں کہ جن کا اوپر ذکر ہوا، اور کچھ مزید وجوہات بھی ہیں کہ جن کا ذکر طوالتِ کلام کے خدشہ سے یہاں نہیں ہوسکتا۔ اور بعض خاص ایسے اسباب ہیں کہ جن کا تعلق صرف اور صرف میاں بیوی کے مابین معاملات سے ہی ہوتا ہے۔ انہی معاملات و وجوہات اور ان کے حل کو یہاں اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔

مؤلف کتاب جناب عبدالقادر بن محمد بن حسن ابوطالب حفظہ اللہ ...... کہ جو دراصل ایک مصری عالم ہیں اور مملکت سعودیہ کے شہر دمام میں ایک اہم ذمہ داری پر فائز ہیں ...... نے مسلمان میاں بیوی کے مابین اسلامی اقدار و حقوق کو اپنی اس کتاب " حُسنُ الْعَشِيْرَةِ ......" میں بڑے اچھے انداز میں پیش کیا ہے۔ جس کا ترجمہ ہمارے فاضل عالمِ دین ساتھی فضیلۃ الشیخ / عبدالرحمٰن عزیز حفظہ اللہ خریج الجامعة الاسلامية بالمدينة المنوّره نے کیا ہے کہ جو آج کل وزارہ شئون اسلامیہ مملکت عربیہ سعودیہ کے تحت شعبہ دعوت بذریعہ جالیات / الریاض میں اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ترجمہ کی نظر ثانی، تہذیب و ترتیب اور آخر میں اضافہ کی ذمہ داری معروف مصنف و مترجم کتب کثیرہ ابویحیٰی محمد زکریا زاہد حفظہ اللہ نے ادا کی ہے کہ جس سے زیر مطالعہ موضوع نکھر کر آپ کے ہاتھوں میں آ گیا ہے۔ اس موضوع کی افادیت کے پیش نظر فضیلۃ الشیخ / محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کے دو رسالہ کہ جن میں سے ایک کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے اور دوسرے، کا عنوان ہے: "دَوْرُ الْمَرْأَةِ فِي إِصْلَاحِ الْمُجْتَمَعِ ...... اصلاح معاشرہ میں عورت کا کردار'' بھی نئے ایڈیشن میں اضافہ کیے جا

رہے ہیں۔ اُمید واثق ہے کہ ادارہ ''دار العلوم الندیہ/ الریاض'' کی یہ کاوش آپ کے لیے نہایت مفید ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ اپنے موضوع پر کتاب کو مفید پائیں تو اس کے مطالعہ کی ترغیب اپنے دیگر اُن احباب کو بھی ضرور دلائیں کہ جن کے ہاں گھریلو، ازدواجی خلفشار سے اُن کی زندگی میں تلخیاں در آئی ہوں۔

اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ اللّٰھم آمین!

اخوکم فی اللہ

آسر عنایت اللہ و ناصر عنایت اللہ

المدیر الناشر/ دار العلوم الندیہ/ الریاض

۳/ ۷/ ۲۰۰۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تقریظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَمَنْ عَلٰى نَهْجِهِمْ سَارُوا كْتَفٰى . أَمَّا بَعْدُ !

میں نے اس رسالہ ''حسنِ معاشرت سے شوہر کی اصلاح'' کو غور سے پڑھا ہے اور اسے بے حد اچھا، فائدہ مند اور موثر پایا ہے۔ میں اس کے مصنّف، مترجم اور ہر اس شخص کو جس نے اس کے مرتب کرنے اور اسے شایع کرنے میں حصہ لیا یا کسی بھی طریقہ سے تعاون کیا، صادق و مصدوق نبی محترم محمد رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے دی گئی خوش خبری سناتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں:

((إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ إِلَّا مِنْ إِحْدٰى ثَلَاثٍ ، صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ .)) [1]

''جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا دنیا میں عمل کا تعلق ختم ہو جاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے، ایسا صدقہ جو دیر تک جاری رہے، یا ایسا علم جو نفع اور بھلائی کا باعث ہو، یا ایسی صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔''

حافظ منذری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور جس نے علم نافع کو شائع کیا یا اس کے شایع کرنے میں مدد کی اور اُسے نسخ کیا (یعنی لکھا)، تو اُسے اجر ملے گا اور اُن لوگوں کا بھی اجر ملے گا جو اُسے پڑھتے ہیں، یا اُسے لوگوں تک پہنچانے میں مدد کرتے ہیں۔ پھر جتنے لوگ اسے شایع کریں اور اس پر عمل کریں گے اُن سب کا اجر اُسے ملے گا۔ حتی کہ وہ عمل باقی نہ رہے۔'' [2]

[1] مسلم، الترمذی، النسائی.

[2] الترغيب والترهيب، ج ١، ص ٦٥.

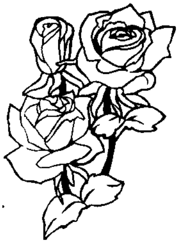
یہ رسالہ بھی علم نافع ہی ہے جس میں قَالَ اللّٰهُ اور قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ کے ذریعہ سے پورے گھرانے کی اصلاح مقصود ہے۔ اس میں تقویٰ، حسن اخلاق اور سکون و اطمینان کا پیغام ہے اور یہی تین چیزیں ہیں جو اس اُمت کی کامیابی کی بنیادیں ہیں۔

اس رسالہ میں ظاہراً تو صرف خاوند کی اصلاح کا ذکر ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس میں خاوند اور بیوی دونوں کی اصلاح مقصود ہے اور جب اِن دونوں کی اصلاح ہو جائے گی تو گھر کے باقی افراد کی بھی اصلاح آسان ہو جائے گی کیونکہ یہ دونوں گھر کے سربراہ اور پورے گھرانے کے لیے بہترین نمونہ ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں اور ہمارے گھرانوں کو دنیا و آخرت کی کامیابی عطا فرمائے۔ (آمین)

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

ڈاکٹر مرتضیٰ بخش
جدّہ۔ مملکتِ سعودی عربیہ



پیش لفظ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے: ''تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان اس نے الفت و مہربانی رکھ دی۔'' [الروم:۲۱] تاکہ جو سکون کا ذریعہ ہے پیار و شفقت، وہ ہمیشہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ایک عظیم نہج کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ''بیویوں کے ساتھ معروف طریقے سے رہو۔'' [النساء:۱۹] اور وہ اس طرح کہ بیوی سے خوش کلامی و حسن معاملہ اور اپنی حیثیت کے مطابق ظاہری جمال کا بھی خاوند کو خیال رکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ جب بیوی پر بھی ضروری ہے تو مرد کو بھی اس سے اسی طرح پیش آنا چاہیے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ''اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ۔'' [البقرۃ:۲۲۸] درود وسلام نبی رحمت پر کہ جس نے فرمایا ہے: ''تم عورتوں سے خیر خواہی کی وصیت قبول کرو۔ وہ تمہارے پاس صرف تمہارے لیے ہی خاص ہیں۔'' [1]

اما بعد: یہ کتاب اس مسئلہ کی وضاحت میں لکھی گئی ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے اور بیوی اپنے شوہر سے کس طرح حسن معاشرت سے پیش آئے۔ یہ کتاب خاص طور پر ان لوگوں کے لیے ہے جو بہترین اور خوش گوار ازدواجی زندگی کے خواہاں ہیں کہ جس سے ان کا رب بھی راضی ہوگا اور اس پر وہ اجر و ثواب بھی حاصل کریں گے۔

عبدالقادر بن محمد بن حسن اَبوطالب

مملکت سعودی عربیہ

[1] جامع ترمذی: ۱۱۶۳ حَسَنٌ۔ ابن ماجہ: ۱۸۵۱۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب میں اسے حسن کہا ہے۔ ۱۹۳۰۔ امام ترمذی اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں: عَوَانٍ عِندَكُم يَعْنِي أُسْرىٰ فِي أَيدِيكُم.

ترتیب کتاب

خاوند کا بیوی کی ،اور بیوی کا خاوند کی اصلاح کرنا وہ عظیم مقصد ہے کہ جس کے ذریعے ہر ایک میاں بیوی کوشش کر کے ایک خوش گوار اور آرام دہ زندگی کے طلب گار ہوتے ہیں۔مرد یا عورت بڑی آسانی سے اس مقصود تک پہنچ سکتے ہیں، بشرطیکہ دونوں کو اس بات کی معرفت ہو کہ اسے اپنے ساتھی سے کیسے حسن معاشرت سے پیش آنا چاہیے، ایسی حسن معاشرت جس کی بنیاد اللہ کے تقوی پر ہو، اور پھر ہر ایک دوسرے کو اپنا عمدہ سلوک پیش کرے۔ یہ علاج آنے والی چار مباحث پر عمل کے ساتھ گارنٹی شدہ ہے۔(ان شاء اللہ)

پہلی بحث

خاوند اپنی بیوی کے ساتھ

- خاوند اپنی بیوی کے ساتھ حسن معاشرت میں کیا کچھ پیش کرے؟
- بیوی کے ساتھ خیر خواہی کی وصیت قبول کرنا۔اس لیے کہ فطرتی کجی کی وجہ سے ان سے غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔
- عورت کی خوش کن صفات کو مد نظر رکھنا اور غیر پسندیدہ صفات سے چشم پوشی کرنا۔

عورتوں سے حسن معاشرت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ)) ❶

''تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے لیے بہترین ہیں۔''

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي)) ❷

''تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے اچھا ہے، اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے اچھا ہوں۔''

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَ أَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ)) ❸

''بلاشبہ ایمان میں کامل ترین مومن وہ ہے جو سب سے اچھے اخلاق کا حامل اور اپنے اہل کے لیے بہت نرم ہو۔''

نبی کریم ﷺ نے ہمارے لیے اچھے آدمی کی پہچان کے لیے معیار مقرر فرما دیا ہے کہ سب سے اچھا وہ ہے جس کی اچھائی اپنی بیویوں کے لیے ہو، اور یہ بھی فرمایا کہ آپ ﷺ کا

---

❶ الترمذی: ١١٦٢ وقال: حديث حسنٌ صحيحٌ وابن حبان: ٤١٦٤۔ صححه الألبانی فی صحيح الترغيب: ١٩٢٣.

❷ ابن حبان: ١٤٦٥۔ صححه الألبانی فی صحيح الترغيب: ١٩٢٤.

❸ الترمذی: ٢٦١٢ صححه والحاكم: ٥٣/١ وصححه۔ ضعفه الألبانی فی سنن الترمذی: ٢٦١٢۔ ولكن حسنه محققو الترغيب: ٢٨٧٧.

معاملہ اپنی بیویوں کے ساتھ ایسا ہی تھا تا کہ ہم آپ ﷺ کی اقتدا کریں، اس لیے کہ آدمی لوگوں کے ساتھ اور خاص طور پر بڑے لوگ دوسروں کے ساتھ معاملات میں غالباً تصنع اور مجاملہ سے کام لیتے ہیں تا کہ ان کی شہرت و مرتبہ متاثر نہ ہو، لوگ اس کی تعریف کریں اور اسے اچھے الفاظ سے یاد کریں۔ ایک مسلمان سے یہ تصنع اور مجاملہ مطلوب ہے اور وہ اس پر ماجور ہے بشرطیکہ اس نے اللہ کی رضا کے لیے ایسا کیا ہو۔ پس اگر ایسا ہی معاملہ اپنی بیویوں کے ساتھ بھی کرے، ان کے ساتھ تصنع، اچھی بات کرنے میں تکلف سے کام لے تو وہ لوگوں میں سب سے بہترین اچھی نسل والا اور عمدہ طبیعت کا مالک ہوگا۔ اور اگر ایسا اچھا معاملہ نہ کرے بلکہ اس کا سلوک اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے لوگوں سے مختلف ہو، نہ ان کے لیے تکلف کرے اور نہ ہی اپنے مزاج سے انہیں یہ محسوس کروائے کہ ان پر سب نعمتیں اسی کی بدولت ہیں اور وہ ان پر صاحب امر ہے اور ان کے لیے فقط سننا اور اطاعت کرنا ہے تو یہ دلالت کرتا ہے کہ وہ کوئی اچھا آدمی نہیں۔ اس لیے آدمی کو معیار نبوی سے باخبر ہونا چاہیے کہ:

((خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ)) [1]

"تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے لیے سب سے اچھے ہوں۔"

عورتوں سے خیر خواہی کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَ إِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ)) [2]

"عورتوں سے خیر خواہی کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کا سب سے زیادہ ٹیڑھا حصہ اُوپر والا ہوتا ہے۔"

---

[1] ابن ماجه ۱۹۷۷، والحاكم ٤/۱۷۳ وصححه، وصححه الألباني في صحيح الترغيب ۱۹۲۵.

[2] البخاري: ۳۳۳۱ ـ صحيح مسلم: ۱۰/۲۹۸

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا .)) ❶

''اور عورتوں سے خیر خواہی کرو کیونکہ یہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں، اور پسلی کا سب سے زیادہ ٹیڑھا حصہ اُوپر والا ہوتا ہے۔ اگر تو اسے سیدھا کرنا شروع کردے گا تو توڑ بیٹھے گا اور اگر چھوڑ دے گا تو ٹیڑھی ہی رہے گی۔ بہر حال عورتوں سے خیر خواہی کرو۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ [النساء: ١]

''تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کیا۔''

تو یہاں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے آدم کو پیدا کر کے اسی سے اس کی بیوی حواء کو پیدا کیا۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((إِنَّ حَوَّاءَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعِ آدَمَ الْأَقْصَرِ الْأَيْسَرِ وَهُوَ نَائِمٌ)) ❷

''حوا کو جناب آدم علیہما السلام کی سب سے چھوٹی بائیں پسلی سے پیدا کیا جبکہ وہ سو رہے تھے۔''

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

((إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ" وَ "إِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ .)) ❸

---

❶ البخاري: ٥١٨٦

❷ اخرجه ابن اسحاق في "المبتدا" عن ابن عباس و كذا أخرجه ابن أبي حازم وغيره كذا عزاه ابن حجر في الفتح وسكت عنه ٩/١٦٢

❸ ابن حجر في الفتح: ٩/١٦١-١٦٣ مع تصرف

''عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے ......اور دوسرا فرمان یوں ہے:...... ''یہ عورتیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔'' اس کا معنی یہ ہوا کہ عورت کی اصل جس سے وہ پیدا ہوئی، ٹیڑھی ہے۔اس وجہ سے عورت میں بھی ٹیڑھ پن ہے۔''

نبی معظم ﷺ کا جو فرمان ہے کہ ''عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے'' ......تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس میں کجی ہے کیونکہ پسلی میں بھی کجی ہوتی ہے اور سب سے زیادہ کجی پسلی کے اوپر والے حصے میں ہوتی ہے۔عورت میں بھی سب سے اوپر اس کا سر ہوتا ہے جس میں تفکرات اور اوہام وتصورات برپا ہوتے ہیں اور زبان ان کی ترجمانی کرتی ہے جس سے خاوند کو تکلیف پہنچتی ہے۔

جب یہ اس کی فطرت ہے جس پر وہ پیدا کی گئی ہے تو آدمی پر واجب ہے کہ وہ اس پر صبر کرے، اور اس کے فطری ٹیڑھ کی وجہ سے سلوک میں آثار کو برداشت کرے۔ [1]

مرد کی طرح عورت سے کمال مطلوب نہیں، بلکہ عورتوں میں کمال کو پہنچنے والی چند گنتی کی عورتیں ہیں، جیسے کہ مریم بنت عمران اور آسیہ فرعون کی بیوی۔ رضی اللہ عنہما

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ غَيْرَ مَرْيَمَ ابْنَةَ عِمْرَانَ وَ آسِيَةُ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ .)) [2]

''مردوں میں کامل بہت ہیں لیکن عورتوں میں کامل صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ ہیں۔''

تو جو چیز جن اشیاء کے احاطہ کے لیے تیار کی گئی ہو اس کی خوبی بھی انہیں میں رہ کر ہوتی ہے۔عورت چونکہ پسلی سے پیدا کی گئی اور یہ بات معلوم ہے کہ پسلی انسان کی انتہائی نازک اور نرم ترین ہڈیوں میں سے ہے، جب کہ پسلیاں سینے کے اجزاء کا برتن ہیں اور دل پسلیوں

---

[1] الاخلاق الاسلامية للشيخ عبدالرحمن حنبكة : ٦٤/٢

[2] صححه الألباني في صحيح ابن ماجه : ٣٢٨٠

کے برتن میں ہوتا ہے جو کہ الفت ومحبت اور نرمی کا مرکز ہے اور پسلی اپنی ساخت میں ٹیڑھی ہے۔ گویا نبی کریم ﷺ اسی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ عورت نرمی سے پیدا کی گئی ہے جس میں نرمی کے ساتھ کجی بھی ہے اور یہ کجی اس میں اس کے کام کی وجہ سے مناسب ہے۔ کیونکہ عورت تو اس لیے پیدا کی گئی تا کہ وہ شفقت اور الفت ومحبت کا مخزن ہو۔ چنانچہ یہ بات لازم ہے کہ اس پر اس کی زبان اور اس کی تفکیر سے اس کا ٹیڑھ پن ظاہر ہو جو کہ اس کے نرمی کے پہلو پر غالب آجائے۔ اس لیے بولنے میں صحیح تفکیر پر قائم رکھنے والی چیز میں اس کے ہاں نقص ہوتا ہے۔

جب شریعت نے عورت میں فطری اور طبعی طور پر مرد کی نسبت غلطیاں سرزد ہونے کے زیادہ امکانات شمار کیے ہیں تو پھر مرد کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ عورت کی غلطیاں ایک طبعی چیز ہیں۔ اس پر اسے زیادہ ڈانٹ ڈپٹ اور مواخذہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ نرمی اور چشم پوشی سے کام لینا چاہیے۔ ❶

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات واضح ہوئی کہ عورتوں سے نرمی واحسان، ان کی اخلاقی کجی اور عقلی کمزوری پر صبر کرنا چاہیے۔ اور انہیں شدت کے ذریعے سیدھا کرنے کی طمع نہیں رکھنی چاہیے۔ ❷

اس لیے نبی معظم ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِيمَ لَكَ عَلَى طَرِيْقَةٍ)) ❸

''......عورت تو پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ وہ تیرے لیے کبھی بھی ایک طریقہ پر نہیں رہ سکتی۔''

اب اس کے بعد کہ جب عورت کا فطری طور پر استقامت اختیار کرنا، محال اور ناممکن

---

❶ السلوك الاجتماعي للشيخ حسن ايوب: ١٨٩

❷ النووي في شرح مسلم: ٢٩٩/١٠ مع تصرف

❸ صحيح مسلم: ٢٩٨/١٠

معلوم ہوگیا تو جو آدمی غلطیوں سے پاک کسی عورت کا متلاشی ہو، وہ گویا ایک ایسی مستحیل چیز کی تلاش میں ہے جو کبھی نہیں مل سکتی۔

پس مرد پر لازم ہے کہ وہ عورتوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی وصیت کو قبول کرے اور ان کے ساتھ اسے ایسا معاملہ کرنا چاہیے گویا کہ وہ ان کے پاس قیدی کی طرح ہیں جو کمزور اور مضبوط اعصاب کی حامل نہیں۔ ان کے پاس رونے دھونے کے علاوہ کچھ نہیں کہ جس کا دل پر ایک گہرا اثر ہوتا ہے۔ عورت صرف بیوی ہی نہیں ہوتی جیسا کہ عام لوگ اسے صرف بیوی پر محمول کرتے ہیں، نہیں بلکہ عورتوں کی جنس مراد ہے۔ عورتیں کون ہوسکتی ہیں؟ وہ ماں، بہن، دادی، بیٹی، پھوپھی، خالہ وغیرہ ہیں۔ پس اگر ماں کجی میں مبتلا ہوئی اور ممکن ہے ابھی تک ہو تو بیٹی بھی اس میں مبتلا ہوسکتی ہے۔ تمام عورتوں کی ایک ہی جنس ہے اور ان سے غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں۔

یہ فطری کجی عام طور پر تمام عورتوں میں پائی جاتی ہے خواہ وہ عورت دین دار اور خوش خُلق ہو یا کوئی اور۔ اس میں فطری کجی کے ساتھ ساتھ برے سلوک کا بھی امکان ہوتا ہے۔ اور بعض عورتیں تو بڑی بد اخلاق ہوتی ہیں جو آدمی کے لیے گھٹن اور سخت تکلیف کا سبب بنتی ہیں۔ اسی لیے تو نبی معظم ﷺ نے افضل ترین عورتوں یعنی صحابیات سے فرمایا تھا:

((مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّ دِيْنٍ أَذْهَبُ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ.)) ❶

''...... میں نے عقل و دین میں ناقص عورتوں سے زیادہ نہیں دیکھیں جو تمہاری ایک اچھے خاصے عقل مند آدمی کی عقل کا صفایا کر دیتی ہے۔''

اور فرمایا:

((مَا رَأَيْتُ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّ دِيْنٍ أَغْلَبَ لِذَوِي الْأَلْبَابِ وَذَوِي الرَّأْيِ مِنْكُنَّ. قَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ: وَمَا نُقْصَانُ عَقْلِهَا وَدِينِهَا؟

❶ صحيح البخاري: ٣٠٤

قَالَ: شَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ ، وَنُقْصَانُ دِينِكُنَّ الْحَيْضَةُ فَتَمْكُثُ إِحْدَاكُنَّ الثَّلَاثَ وَالْأَرْبَعَ تُصَلِّي .)) ❶

"...... میں نے عقل ودین میں عورتوں سے زیادہ ناقص نہیں دیکھیں جو عقل مندوں اور صاحب آراء لوگوں پر بھی غالب آجاتی ہیں۔ ایک عورت نے کہا: ان میں عقل ودین کی کیا کمی ہے؟ فرمایا: دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔ (یہ ہوئی عقل میں کمی) اور تمہارے دین کی کمی حیض ہے جس کی وجہ سے عورت تین چار دن نماز نہیں پڑھتی۔"

نبی مکرم ﷺ یہاں بیان فرمارہے ہیں کہ عورتیں ایک عقل مند، تجربہ کار اور معاملات میں پختہ آدمی کی عقل بھی اپنی کم عقلی کی وجہ سے ختم کردیتی ہیں جس کی بناء پر وہ غیر مناسب کام یا کوئی بات کر بیٹھتا ہے۔ اس سے ہمیں ان کی سوچ و بچار کے بہت سارے مقامات میں خلل کا علم بھی ہوگیا۔ اوران کی دینی کمی اس طرح ہے کہ عورت ایام حیض میں چند دن نماز روزہ سے رک جاتی ہے۔ جس سے اس کی نیکیوں میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

عورتوں میں نقص بتانے سے ان کو ملامت کرنا مقصود نہیں کیونکہ یہ پیدائشی ہے۔ بلکہ اس پر تنبیہ کرنا مقصود ہے تاکہ مرد عورتوں کے بارے میں نبی مکرم ﷺ کی وصیت قبول کریں۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا تھا:

((أَلَا وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُونَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذَلِكَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ)) ❷

"خبردار! عورتوں سے خیر خواہی کی وصیت قبول کرو۔ بے شک یہ تمہارے لیے ہی خاص ہیں۔ ان کی تم کسی چیز کے مالک نہیں ہو سوائے اس کے کہ جب وہ کھلی

---

❶ الترمذی: ۲۶۱۲ وقال حدیث حسن صحیح ، صححه الألبانی فی صحیح سنن الترمذی: ۲۶۱۳.

❷ الترمذی: ۱۱۶۳ وقال حدیث حسن صحیح۔ ابن ماجه: ۱۸۵۱ ۔حسنه الألبانی لغیره فی صحیح الترغیب ۱۹۳۰

بے حیائی پہ اتر آئیں۔‘‘

جب تک عورت کی غلطی بے حیائی (زنا) کے علاوہ ہو تب تک مرد کو یہ علم ہونا چاہیے کہ ان کے ساتھ حسن معاشرت اس پر واجب ہے۔ اور وہ ان کی عزت، ان کے ساتھ احسان، ان کی کجی پر نرمی، ان پہ شفقت اور ظلم نہ کرنے کا پابند رہے، اور ان کی تکلیف پر صبر مستحب ہے۔ کیونکہ عورتوں کے ساتھ رہنا انسان میں ٹھہراؤ اور زندگی میں سکون پیدا کرتا ہے۔ عورت کی غلطی صرف زنا میں ہی مراد نہیں کیونکہ زنا کی تو شرعی حدود مقرر ہیں۔ بسا اوقات عورت اپنی عزت پر مرد سے زیادہ خائف ہوتی ہے۔

اس کا معنی یہ بھی نہیں ہے کہ ان کی اصلاح اور درستگی نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی اصلاحی تدبیر میں حکمت سے کام لینا چاہیے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان سے مکمل درستگی متوقع نہیں۔ مردوں کو عورتوں سے بھلائی اس طرح کرنی چاہیے کہ ان کی تربیت اور ادب سکھانے میں نرمی سے کام لیں اور ان کی طبیعت کا خیال رکھتے ہوئے ان کی اصلاح میں سختی اور شدت نہ برتیں۔ [1]

عقل مند شوہر کی ایک پہچان:

عقل مند شوہر کی ایک پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کی پسندیدہ صفات کو دیکھتا اور ناپسندیدہ باتوں سے صرف نظر کرتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

((لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ)) [2]

’’کوئی مومن مرد (اپنی) کسی مومنہ عورت سے بغض نہ رکھے۔ اگر اس کی ایک صفت ناپسند کرتا ہے تو دوسری کو پسند کرے گا۔‘‘

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فی الواقع ایک انسانی کیفیت بتلائی ہے کہ ہر انسان کے بعض پہلو پسندیدہ ہوتے ہیں اور بعض ناپسندیدہ۔ تو عقل مند وہی ہے جس کی نظر

[1] الاخلاق الاسلامیة للشیخ عبدالرحمن حنبکه: ۲/ ۶۹

[2] صحیح مسلم: ۱۰/ ۳۰۰

خوش کُن صفات پر مرکوز رہے اور جن سے میل جول ہے ان کی اچھی صفات سے اسے خوش رہنا چاہیے اور ان کی ناپسندیدہ صفات سے چشم پوشی کرنی چاہیے۔ اور اگر ان کی اصلاح ممکن ہو تو اچھی تربیت سے ان کی اصلاح کرے۔ اس طرح سے وہ خوش وخرم رہے گا۔

اس طرح کے عمل سے وہ اپنے نفس اور دل کو بھی کراہت اور بغض سے محفوظ رکھ سکے گا اور دوسروں کے ساتھ خوشی اور درگزر سے زندگی بسر کرے گا۔ اس طریقہ سے مرد اپنی بیوی سے بھی نفرت نہیں کرے گا اگرچہ اس کی بعض صفات اسے ناپسند ہی کیوں نہ ہوں۔

عقل مند مرد اس بات کی استطاعت رکھتا ہے کہ وہ اپنے نفس کو اس بات پر قانع کرے کہ کوئی بھی عورت کجی سے خالی نہیں۔ اسے اس کی کجی پہ صبر کرنا چاہیے جبکہ اس میں بعض پہلو اس کے لیے خوش کن بھی ہوتے ہیں۔ دین واخلاق موجود ہے اور جن امور کی اصلاح میں اس کی کجی کو معاف کیا گیا ہے جو کہ اس کی فطرت میں ہے، اس سے بھی وہ خود کو تسلی دے سکتا ہے۔

جب تک مرد عورتوں کے ساتھ معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے اور ان سے حسن معاشرت صرف اللہ کی رضا کے لیے کرتا ہے جس نے اسے اس حسن سلوک کا حکم دیا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی اصلاح کر دے گا اور اس کے دل کو بھی اس کے ساتھ خوش رہنے میں پھیر دے گا۔

جو کچھ پیچھے بیان ہوا ہے، اس سے مرد کے لیے واضح ہو گیا کہ اس پر لازم ہے: اپنی محرم عورتوں کے ساتھ بالعموم معاملہ کرنے میں ہمیشہ اپنے آپ کو پیش کرے۔ کوتاہی سے کام نہ لے بالخصوص اپنی بیوی کے ساتھ کیسے پیش آنا ہے؟ اس بارے میں بھی اپنی اعزاء کے ساتھ اس بیچاری کو بھی شامل کرنا چاہیے اور اسے اپنی بیوی کو بھی مقدم رکھنا چاہیے۔ جیسا کہ تفصیلاً درج ذیل بحث میں آئے گا۔

دوسری بحث

بیوی کے لیے خاوند سے مطلوب اشیاء

خاوند سے اپنی بیوی کی تکالیف پر صبر وتحمل مطلوب ہے، اسے تکلیف نہ پہنچائے بلکہ اس سے تکلیف دور کرے، اور بیوی کی نعمت پر درج ذیل باتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

اول: خاوند صبر وتحمل سے کام لے

۱۔ شوہر کو اپنی بیوی میں بعض بدذوقی والے اُمور پر صبر کرنا چاہیے۔

۲۔ اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کے مدمقابل اس کی ناشکری پر بھی خاوند کو تحمل سے کام لینا چاہیے

۳۔ خاوند کو بیوی کی زبان سے پہنچنے والی تکلیف پر بھی صبر کرنا چاہیے۔

۴۔ شوہر کو اپنی بیوی کی کجی بھی صرف نظر کرتے رہنا چاہیے۔

۵۔ شوہر کو ناپسندیدہ موقع محل کے وقت بیوی کے بننے سنورنے پر بھی اسے معاف کر دینا چاہیے۔

۶۔ بیوی کی اصلاح میں خاوند کو تشدد سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ یہ طلاق کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔

۷۔ خاوند کو اپنی بیوی کی کجی کے باوجود نرم گوشہ اختیار کرتے رہنا چاہیے تاکہ اس کے ساتھ زندگی بسر ہو سکے۔

۸۔ خاوند کو بیوی کے اُس پر غصے کے وقت بھی تحمل سے کام لینا چاہیے۔

دوم: خاوند اپنی بیوی کو درج ذیل امور سے بچائے

۱۔ جہنم کی آگ سے۔
۲۔ اس کے حقوق میں دھوکہ سے۔
۳۔ بیوی کی بے عزتی کرنے اور بُرا کہنے سے۔
۴۔ بیوی کو مارنے سے اجتناب کرے۔
۵۔ اطاعت کی صورت میں بیوی پر ظلم وزیادتی نہ کرے۔
۶۔ بالخصوص خاوند اور بیوی کے مابین تنہائی والے معاملات کو دوسروں پر ظاہر نہ کرے۔
۷۔ دوسروں کو اپنی ازدواجی زندگی خراب کرنے کا موقع نہ دے۔
۸۔ سخت جھگڑالو دشمن سے کہ جو اس کی بیوی کی طلاق کی کوشش میں ہے، اس سے بیوی کو دُور رکھے۔
۹۔ اپنی بیوی کے پوشیدہ رازوں کا پیچھا نہ کرے۔
۱۰۔ غیر بیوی کی طرف جھانکنے سے بچے۔
۱۱۔ مرد اپنی بیوی کے علاوہ کسی دوسری عورت کی تفکیر میں مشغول نہ ہو۔
۱۲۔ شوہر صرف شک کی بنیاد پر غیرت زدہ ہو (یہ بھی ازدواجی زندگی میں نقصان دہ ہوتا ہے۔)

سوم: بیوی کی تفریح کے لیے بعض تفریحی امور کا اہتمام کرنا

۱۔ اپنی بیوی کو ہم خیال عورتوں سے ملنے کا موقع میسر کرنا چاہیے۔
۲۔ بیوی کو اپنے ساتھ جائز کھیل کود کا موقع فراہم کرنا چاہیے۔
۳۔ ایسے شرعی مقابلہ جات کا اہتمام کرنا جس میں اس کی بیوی شرکت کرے۔
۴۔ خود بھی شرکت کے ساتھ بیوی کو کھیل کا سامان میسر کرنا اور اس کی عمر اور عقل کا خیال رکھنا چاہیے۔

۵۔ بیوی کو اپنے ساتھ کھیلنے کا بھی موقع دینا چاہیے۔

چہارم: درج ذیل نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور شکر کرے

۱۔ نیک عورت کے ساتھ خوشحال ازدواجی زندگی اور اپنے مال وعزت کے محفوظ ہونے پر۔

۲۔ اپنے نصف ایمان کی تکمیل پر کہ جس میں اس کی نیک بیوی نے تعاون کیا۔

پنجم: شادی کا خواہش مند عورت میں ان صفات کو ضرور دیکھے

۔ دین اسلام پر کاربند عورت کو ترجیح دے اگر دوسری صفات بھی جمع ہو جائیں تو اچھا ہے۔

۲۔ آدمی دین اور دوسری صفات کے ساتھ کنواری کو ترجیح دے۔

۳۔ دیگر صفات کے ساتھ زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جنم دینے والی عورت کو ترجیح دے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ سے بہترین بیوی کا سوال کرے۔



بیوی کے بارے میں مطلوب اشیاء

اول: بیوی سے صادر شدہ اُمور پر تحمل اور صبر کرنا

ا......شوہر کو بیوی کی بعض بدذوقیوں پر صبر کرنا چاہیے:

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ [النساء: ۱۹]

''پس اگر تم انہیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت ہی زیادہ بھلائی کر دے۔''

یہاں لفظ ''شیئاً'' میں ربانی تقدیرات کی طرف بڑے نفیس انداز میں اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ نفس جن چیزوں کو ناپسند کرتا ہے اس کی بنیاد اس چیز میں موجودہ برائی اور تکلیف نہیں ہوتی بلکہ اس کی بنیاد اکثر طور پر ذوقی اشیاء پر ہوتی ہے جس میں نفس اپنی مرضی کی مخصوص مٹھاس، نزاکت ونفاست، جاذبیت ونرم مزاجی، ذہانت اور زبان کی چاشنی وغیرہ کہ جن کی طرف نفس کا میلان ہوتا ہے اور حواس سنتے ہیں، اکثر طور پر ان کا تعلق خالصتاً ذوق سے ہوتا ہے جو کہ بہت سی مشکلات اور خاوند کے لیے بری ثابت ہوتی ہیں۔

ممکن ہے خاوند اپنی بیوی کو جاذبیّت اور نرم مزاجی کے نہ ہونے کی وجہ سے ناپسند کرے اور اللہ تعالیٰ ان اشیاء کے عوض ہمت وعافیت دے دے جس سے وہ صحت مند بھی ہوگی اور مکمل تندہی سے وہ اس کی اور اس کی اولاد کی خدمت کرے گی۔ اور ممکن ہے کہ جس کے پاس

جاذبیّت اور نرمی تو ہو لیکن صحت نہ ہو وہ ہر وقت سستی کے باعث سوئی رہے۔

ممکن ہے کہ عورت کو زبان و کلام میں عدم چاشنی کے سبب ناپسند کیا جائے، مگر اللہ تعالیٰ ان اشیاء کے عوض اطاعت شعاری نصیب میں کر دے۔ جب خاوند کوئی چیز مانگے یا حکم دے تو کہے: جی ہاں، حاضر ہوں! کہتی ہوئی کام کر دے۔ اور ممکن ہے جو وہ چاہتا ہے اس کے کہے بغیر یا طلب کرنے سے پہلے ہی وہ کام کر دے۔ اور ممکن ہے کہ زبان کی چاشنی والی عورت متکبر ہو جس کی وجہ سے وہ اس پر چڑھائی کرتی رہے۔

اکثر طور پر ناپسندیدہ اشیاء اپنے اندر بالفعل یا نتائج کے اعتبار سے بہت خیر رکھتی ہیں ان کی ناپسندیدگی کی وجہ صرف اس کے نفس و حواس کے میلان والی اشیاء کی عدم موجودگی ہوتی ہے۔ کتنی ہی عورتیں ہیں کہ جو خاوند کے ذوق و مزاج پہ پوری نہیں اترتیں لیکن ان میں کوئی بداخلاقی، دینی کمزوری، حیاء اور امانت کی کمی نہیں ہوتی۔ کیونکہ جب اس سے مرد نے شادی کی تھی تو ظاہری اشیاء مال، دین، حسن و جمال، خاندان وغیرہ دیکھ کر کی تھی جن کی وجہ سے ایک عورت سے شادی پسند کی جاتی ہے۔ البتہ جو خالصتاً ذوقی مسائل ہیں تو ان کا تعلق باطنی امور سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے جسے انسان نہیں جانتا، پس اگر وہ اس میں ذوقی امور نہیں پاتا اور ان پہ صبر کرتے ہوئے اس کے ساتھ حسن معاشرت سے رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے لیے اس عورت میں بہت زیادہ بھلائی رکھ دیں گے۔ اسے خاوند کے لیے پاک دامن، باعزت، محفوظ اور خاوند کی تنگی و خوشحالی میں مددگار، اس کی اور اس کے مال و اولاد کی محافظ، جو اس کے لیے نیک اولاد پیدا کرے گی جس سے وہ خوش حال اور سعادت مند ہوگا۔

۲......شوہر کا بیوی کی ناشکری پر تحمل سے کام لینا:

نبی مکرم ﷺ نے مردوں کو عورت کے بارے میں پہلے سے خبردار کیا ہے کہ جب یہ غصے میں آتی ہے تو مرد کے سب احسانات فراموش کر دیتی ہے، تاکہ مرد جب اپنی بیوی سے

ایسا دیکھے تو پریشان نہ ہو۔آپ ﷺ نے عورتوں کے بارے میں فرمایا:

((یَــکْفُرْنَ الْاِحْسَانَ لَوْ اَحْسَنْتَ إِلَی إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَیْئًا قَالَتْ مَا رَأَیْتُ مِنْكَ خَیْرًا قَطُّ .)) ❶

’’یہ احسان فراموش ہوتی ہیں، اگر آپ نے کسی ایک سے زمانہ بھر بھی احسان کیا ہو اور پھر تم سے کچھ کمی کوتاہی دیکھ لے تو کہتی ہے کہ میں نے تجھ سے کبھی خیر نہیں دیکھی۔‘‘

خاوند کی نافرمانی گناہ ہے اور گناہ کو کفر سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، کفر کا لفظ بول کر وہ کفر مراد نہیں لیا گیا جو ملت اسلامیہ سے نکال دے۔اور عربی لغت میں کفر کا معنی ہوتا ہے: چھپانا، جھٹلانا اور انکار کرنا۔اس حدیث میں لغت کے اعتبار سے کفر مراد ہے: احسانات کا انکار کرنا۔ شریعت نے مرد کو یہ اس لیے بتایا ہے تاکہ وہ عورت کو معذور سمجھے، کیونکہ عورتیں جتنی ہی اچھی کیوں نہ ہوں پھر بھی خاوندوں کی ناشکری ان سے ضرور ہوتی ہیں۔آیئے! ایک حدیث کا مطالعہ کرتے ہیں:

((عَــنْ أَسْـمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ الْأَنْصَارِیَّةِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ فِي الْـمَسْـجِـدِ یَـوْمًـا وَعَـصَبَةٌ مِـنَ النِّسَاءِ قُعُوْدٌ فَأَوَی بِیَدِهِ إِلَیْهِنَّ بِـالسَّلَامِ فَـقَـالَ: إِیَّـاكُـنَّ وَكُـفْرَانَ الْمُنْعِمِیْنَ ، إِیَّاكُنَّ وَكُفْرَانَ الْمُنْعِمِیْنَ . قَالَتْ إِحْدَاهُنَّ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ مِـنْ كُـفْـرَانِ اللّٰهِ . قَالَ: بَلٰی إِنَّ إِحْدَاكُنَّ تَطُوْلُ أَیْمَتُهَا وَیَطُوْلُ تَـعْـنِیْسُهَـا ثُمَّ یُزَوِّجُهَا اللّٰهُ الْبَعْلَ وَیُفِیْدُهَا الْوَلَدَ وَقُرَّةَ الْعَیْنِ ثُمَّ تَـغْضَبُ الْغَضْبَةَ فَتُقْسِـمُ بِاللّٰهِ مَا رَأَتْ مِنْهُ سَاعَةَ خَیْرٍ قَطُّ فَذٰلِكَ مِنْ كُفْرَانِ نِعَمِ اللّٰهِ وَذٰلِكَ مِنْ كُفْرَانِ الْمُنْعِمِیْنَ .)) ❷

---

❶ صحیح البخاری: ۵۱۹۷

❷ المجمع: ۳۱۱/۴۔ رواہ احمد: ۴۵۸/۶ اس میں شہر بن حوشب نامی راوی ہے جو کہ ضعیف ہے۔لیکن اس کی توثیق بھی کی گئی ہے، شیخ البانی رحمہ اللہ نے ’’اَلْأَدَبُ الْمُفْرِدُ‘‘ میں اسے صحیح قرار دیا ہے: ۱۰۴۷، ۸۰۴

''چنانچہ سیّدہ اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد سے گزرے تو چند عورتیں مسجد میں بیٹھی ہوئی دکھائی دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں سلام کیا اور فرمایا: تم نعمتیں نواز نے والوں [خاوندوں] کی ناشکری سے اپنے آپ کو باز رکھو، تم خود کو نعمتیں نواز نے والوں کی ناشکری سے باز رکھو، ایک عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول میں اللہ سے کفر کرنے سے پناہ مانگتی ہوں۔ فرمایا: ہاں ٹھیک ہے، لیکن تم میں سے ایک عورت لمبا عرصہ تک لونڈی کی طرح بغیر شادی کیے والدین کے گھر میں بیٹھی رہتی ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اس کی کسی مرد سے شادی کر دیتا ہے اور وہ اس سے اولاد اور آنکھوں کی ٹھنڈک پاتی ہے تو پھر ایسا غصے میں آتی ہے کہ اللہ کی قسم اٹھا کر کہتی ہے: میں نے اس آدمی سے کبھی ایک لمحہ بھی خیر نہیں دیکھی۔ یہ اللہ کی نعمتوں کا کفر ہے جس کی وجہ احسان کرنیوالوں کی ناشکری ہے۔''

اسی صحابیہ سے دوسری روایت کے مطابق حدیث کے الفاظ یوں بھی ہیں:

((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ إِلَى النِّسَاءِ فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ فَإِذَا أَنَا مَعَهُنَّ فَسَمِعَ أَصْوَاتَهُنَّ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ إِنَّكُنَّ أَكْثَرُ حَطَبِ جَهَنَّمَ . فَنَادَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَكُنْتُ جَرِيئَةً عَلَى كَلَامِهِ ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ؟ قَالَ: إِنَّكُنَّ إِذَا أُعْطِيْتُنَّ لَمْ تَشْكُرْنَ ، وَإِذَا ابْتُلِيْتُنَّ لَمْ تَصْبِرْنَ ، وَإِذَا أَمْسَكَ عَلَيْكُنَّ شَكَوْتُنَّ ، وَإِيَّاكُنَّ وَكُفْرَ الْمُنْعِمِيْنَ . فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: وَمَا كُفْرُ الْمُنْعِمِيْنَ؟ قَالَ: اَلْمَرْأَةُ تَكُوْنُ عِنْدَ الرَّجُلِ وَقَدْ وَلَدَتْ لَهُ الْوَلَدَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ فَتَقُوْلُ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ .)) ❶

❶ المسند: ٤٥٢/٦۔ المجمع: ٣١١/٤۔ رواه الطبراني في الكبير: ١٦٨/٢٤۔ اس میں بھی شہر بن حوشب نامی راوی ہے جو کہ ضعیف ہے۔ لیکن اس کی توثیق بھی کی گئی ہے اور بقیہ راوی صحیح بخاری کے ہیں۔

''نبی معظم ﷺ مسجد میں ایک طرف بیٹھی ہوئی عورتوں کی طرف نکلے۔ میں بھی ان میں موجود تھی۔ آپ ﷺ نے ان کی آوازیں سنیں تو فرمایا: ''اے عورتوں کی جماعت! تم میں سے زیادہ جہنم کا ایندھن ہیں۔ پس میں [اسماء بنت یزید انصاریہ] نے اللہ کے رسول ﷺ کو آواز سے مخاطب کیا۔ میں آپ ﷺ سے بات کرنے کی جرأت رکھتی تھی۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول کیوں؟ فرمایا: جب تمہیں کچھ دیا جائے تو اس کا شکر نہیں کرتی ہو اور جب آزمائش آجائے تو صبر نہیں کرتیں، اور جب تمہیں کوئی چیز نہ ملے تو شکوہ شکایت شروع کر دیتی ہو۔ خود کو احسان والوں کے کفر [ناشکری] سے بچاؤ۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ان کا کفر کیا ہے؟ تو فرمایا: عورت مرد کے ساتھ رہتی ہے اور دو تین بچے اس کے جنم دیتی ہے۔ پھر کہتی ہے کہ میں نے تجھ سے کبھی خیر دیکھی ہی نہیں۔''

اس لیے مرد کو عورت سے احسانات کے عوض ناشکری، مشکل میں عدم صبر، کبھی کچھ نہ ملنے پر شکوہ وشکایت کی کثرت اور اس کی احسان فراموشی پر صبر کرتے ہوئے اسے معذور سمجھنا چاہیے۔ اس لیے کہ شریعت نے بیان کر دیا ہے کہ عورتوں سے ایسا ہوتا ہی ہے اگرچہ وہ دیندار اور نیک ہوں۔

۳...... خاوند بیوی کی زبان سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرے:

جب مرد اپنے نفس کی قیادت میں قوی، کمزوروں کی غلطیوں کو برداشت کرنے میں رحمدلی اور خشیت الٰہی رکھتے ہوں اور جب شریعت بھی انہیں بیوی کی کجی اور اس سے صادر غلطیوں پر صبر وتحمل اختیار کرنے کی تلقین کرتی ہے تو ان میں شریعت کے اس حکم کی قبولیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے خاوند کو آپ دیکھیں گے اگرچہ بیوی کی زبان سے بدکلامی اور فحش کے سوا کچھ نہ نکلے پھر بھی وہ ان سے رحم دلی کا معاملہ کرے گا اور اس بات کا بھی خیال کرے گا کہ میری اس سے اولاد ہے۔ ایک طویل عرصہ کی صحبت مدنظر رکھے گا۔ وہ یہ بات جانتا ہے کہ اس کے صبر اور خیر کی وعظ ونصیحت سے اس میں خیر بڑھے گی، وہ اس پر متوجہ ہوگی اور اسے خوش

رکھنے والے کام کرے گی۔

کچھ مرد بہت سی چیزیں تو برداشت کرتے ہیں لیکن بعض چیزیں برداشت نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ بیوی کی مسلسل زبان درازی۔ تو ایسی صورت میں شریعت نے اسے طلاق دینے کی اجازت دی ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث میں مذکور ہے:

((عَـنْ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ قَالَ: " قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ امْرَأَتِيْ فِي لِسَـانِهَـا شَـيْءٌ ، يَعْنِي الْبَذَاءُ ، قَالَ طَلِّقْهَا ، قُلْتُ إِنَّ لِي مِنْهَا وَلَـدًا ، وَلَهَـا صُحْبَةٌ ، قَالَ فَمُرْهَا ، يَقُوْلُ عِظْهَا فَإِنْ يَكُ فِيْهَا خَيْرٌ فَسَتَقْبَلُ ، وَلَا تَضْرِبَنَّ ظَعِيْنَتَكَ ضَرْبَكَ أَمَتَكَ .)) ❶

''حضرت لقیط بن صبرہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! بے شک میری بیوی کی زبان میں ایک چیز ہے۔ یعنی بدکلامی، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے طلاق دے دو، میں نے کہا: میری اس سے اولاد ہے اور ایک عرصہ کی صحبت بھی۔ فرمایا: اسے نصیحت کرو۔ اگر اس میں خیر ہے تو ضرور قبول کرلے گی۔ اور اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح نہ مارو۔''

شریعت نے ان لوگوں کی نفسیات کا...... جو بعض چیزیں برداشت کر سکتے ہیں اور بعض نہیں کر سکتے...... خیال رکھنے کے ساتھ یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ آدمی جو حقیقتاً قوی شخصیت کا حامل ہوتا ہے وہ اپنی شخصیت اور مقام و مرتبے کو ترجیح نہیں دیتا بلکہ کمزوروں کی اخطاء سے عفو و درگزر اور احسان کے ساتھ پیش آنے کو ترجیح دیتا ہے۔ وہ اپنی بیوی سے بھی رحم دلی کے ساتھ پیش آتا ہے۔ جیسا کہ جب آپ ﷺ کی مجلس میں موجود عورتوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ہیبت کی وجہ سے انہیں دیکھ کر ان سے حیا کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے عورتوں کے لیے عذر فرمایا کہ عمر تو وہ ہیں جن سے شیطان بھی ڈر کر ان کا راستہ چھوڑ کر بھاگ

---

❶ صحیح ابن حبان: ۲/ ۱۹۵۔ البیهقی فی الکبری: ۷/ ۳۰۳۔ الحاکم وصححه۔ صححه الألبانی فی صحیح سنن أبی داؤد: ۱۴۲

جاتا ہے۔ رضی اللہ عنہ و ارضاہ

ایک دفعہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ کے پاس بنو قریش سے تعلق رکھنے والی ازواج مطہرات موجود تھیں جو آپ کی آواز پر اپنی آواز بلند کرتے ہوئے کثرت سے سوال کر رہی تھیں۔ جونہی سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی، وہ جلدی سے پردے میں ہوگئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آنے کی اجازت دی۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوتے ہی دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے ہیں۔ پوچھا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کے دانتوں کو ہمیشہ مسکراتا رکھے۔ آپ کس چیز پر مسکرا رہے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ان عورتوں سے تعجب ہوا جو میرے پاس بیٹھی تھیں۔ جب انہوں نے تیری آواز سنی تو جلدی سے پردے میں ہوگئیں۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ سے ڈرا جائے۔ پھر عورتوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: ارے اپنی جانوں کی دشمنو! مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں؟ اس پر عورتوں نے جواب دیا: ہاں! عمر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نڈر اور سخت ہو۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بات درست ہے اے خطاب کے بیٹے! مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) شیطان جب بھی تجھے کسی گلی میں چلتے دیکھتا ہے تو وہ دوسری گلی کی طرف چل دیتا ہے۔ [1]

۴...... سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اپنی بیوی پر رحم دلی.

اس کے باوجود سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے ساتھ رحم دلی سے پیش آتے تھے۔ چنانچہ ایک آدمی امیر المؤمنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی بیوی کی زبان درازی کی شکایت لے کر آیا۔ جب وہ سیّدنا عمر کے گھر کے پاس پہنچا تو اچانک کیا سنتا ہے کہ عمر کی بیوی ان پہ زبان درازی کر رہی ہے۔ یہ سن کر وہ آدمی وہیں سے لوٹ گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ اس کا

[1] المشکوۃ: ۶۱۲۷۔ متفق علیہ

آنا محسوس کرتے ہیں۔ بلا کر پوچھتے ہیں: کیسے آئے تھے؟ وہ شخص کہتا ہے کہ: میں اپنی بیوی کی شکایت لے کر آیا تھا۔ مگر جب میں نے آپ کی بیوی کو آپ سے باآواز بلند باتیں کرتے سنا تو چل دیا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دیکھئے اس نے میری اولاد کو جنم دیا اور انہیں دودھ پلاتی رہی اور وہ میرا خیال بھی رکھتی ہے اور میرے کپڑے بھی دھوتی ہے۔"

اپنی شدت اور بلند مرتبے کے باوجود یہ تھی امیر المؤمنین سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رحم دلی۔

اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی بیٹیوں کو اپنے خاوندوں کی اطاعت کی وصیت بھی کرتے تھے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ہم قریشی لوگ عورتوں پر غالب تھے۔ جب ہم مدینہ منورہ میں انصاریوں کے پاس آئے تو یہ ایسے لوگ ہیں جن کی عورتیں ان پہ غالب تھیں۔ اب ہماری عورتیں بھی انصاری عورتوں کا ادب اپنانے لگیں۔ میری بیوی میرے سامنے زور سے بولی اور بحث وتکرار کیا۔ میں نے کہا اس طرح مجھ سے مت تکرار کرو۔ تو اس نے جواباً کہا: تو اسے عجیب کیوں محسوس کرتا ہے؟ اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بحث وتکرار کرلیتی ہیں۔ اُن میں سے ایک تو دن بھر رات تک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ترک تعلق بھی کرلیتی ہے۔ میں نے خوفزدہ ہو کر کہا: جس نے اس عظیم گناہ کا ارتکاب کیا وہ تو ہلاک ہو گئی۔ پھر میں اپنے کپڑوں کو سمیٹتا ہوا حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا۔ میں نے کہا: اے حفصہ! کیا تم میں سے کوئی دن بھر رات تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غصہ بھی ہو جاتی ہے؟ کہا: ہاں۔ میں نے کہا: وہ ہلاکت اور خسارے میں ہے۔ کیا تجھے ڈر نہیں لگتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں اور تو ہلاک ہو جائے۔" [1]

اس قصہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ سے تکرار بلکہ ترک تعلق تک کرلیتیں تھیں جو کہ تمام مخلوق سے افضل اور مقام محمود کے مالک ہیں۔ اور کن سے یہ سرزد ہوتا تھا؟ جو مومنوں کی مائیں اور امت کی افضل ترین عورتیں تھیں۔ جب مرد اپنی بیوی کو اس کی بات رد کرتے ہوئے پائے تو غمگین نہ ہو کیونکہ ایسا تو ان کے ساتھ بھی پیش آیا تھا جو ہم سب

[1] صحیح البخاری: ٥١٩١

سے افضل تھے اور وہ اس پر صبر کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں سے ایسا ہوا جو بلا شک وشبہ ہماری عورتوں سے افضل ہیں۔ جس طرح شریعت نے مرد کو عورت پہ حکمرانی دی اسی طرح یہ بھی جائز کیا کہ جو مرد اپنی ازدواجی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے بیوی پر اپنے بعض حقوق سے تنازل کرنا چاہے تو مرد کے لیے کوئی حرج نہیں ہے جبکہ اس کی بیوی ایسے گھرانے سے ہو جن کی عورتیں انصاری عورتوں کی طرح ہوں۔ گھر کو چلانا ان کے سپرد ہوتا ہو۔ اس کے باوجود کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا میلان اس طرف تھا کہ معاملات کی باگ ڈور مرد کے ہاتھ میں ہونی چاہیے۔ مگر جب آپ رضی اللہ عنہ نے انصاری مردوں کے بارے میں بتلایا تو رسول اللہ ﷺ نے انصاری مردوں کو ان کی اس حالت پر کچھ نہیں کہا بلکہ آپ مسکرا دیے۔

امیر المؤمنین سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب کہا: ''ہم قریشی لوگوں کا عورتوں پہ غلبہ تھا۔ پس جب ہم ایسی قوم کے پاس آئے جن کی عورتوں کا ان پہ غلبہ ہے۔ اور اس بات کا ذکر جب نبی مکرم ﷺ سے کیا تو آپ مسکرا دیے۔'' [1]

جس خاوند کو اس بات کا علم ہو کہ عورت اسے ایک ایسا آدمی دیکھنا چاہتی ہے جو قوی شخصیت کے ساتھ ساتھ اس کا محسن بھی ہو تو اس کا ایسا کرنا افضل ہے۔ کیونکہ عورت ہمیشہ یہ چاہتی ہے کہ اس کا تعلق ایک ایسے مرد سے ہونا چاہیے جو قوی شخصیت کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ اسے آزادی، عزت اور اس کی بات کا احترام بھی کرتا ہو، کیونکہ اس قسم کا مرد ہی عورت کی حفاظت کرسکتا ہے۔

۵......شوہر کو بیوی کی کجی پر صرف نظر کرنی چاہیے:

مرد سے یہ مطلوب ہے کہ وہ اپنی بیوی کی کجی سے صرف نظر کرے اور اس کی ہر قسم کی کجی کے باوجود اس سے بھرپور فائدہ اُٹھائے۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِيمَ

---

[1] صحیح البخاری: ۵۱۹۱

لَكَ عَلٰى طَرِيقَةٍ فَإِنْ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، کبھی بھی ایک راستے پر سیدھی نہیں رہے گی۔ اگر تو اس سے فائدہ اٹھائے گا تو اس کی کجی کی موجودگی میں اٹھائے گا۔''

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْمَرْأَةَ كَالضِّلَعِ إِذَا ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا وَإِنْ تَرَكْتَهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ .)) ❷

''نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک عورت پسلی کی مانند ہے۔ اگر تو اسے سیدھا کرنا شروع کر دے گا تو توڑ بیٹھے گا۔ اور اگر اسے اپنی حالت پہ چھوڑ دے گا تو اس سے کجی کی حالت میں فائدہ اٹھائے گا۔''

۶...... خاوند کا بیوی کے بن سنور نے پر بھی اسے معاف کرنا:

مرد کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کی دنیاوی امور میں مخالفت پر صبر کرے۔ ہماری سب کی ماں سیدہ حواء نے ہم سب کے باپ سیدنا آدم علیہما السلام کے لیے (شجر ممنوع کا پھل کھانے والے) ایک حکم کی مخالفت کو نہایت خوبصورتی سے پیش کیا۔ حالانکہ انہیں اس حکم میں اللہ غفور رحیم کی مکمل اطاعت کا پابند کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود سیدنا آدم نے خود کو حواء علیہما السلام پر قابو میں رکھا اور اسے کچھ نہیں کہا۔

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ أُنْثٰى زَوْجَهَا الدَّهْرَ .)) ❸

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر حواء نہ ہوتی تو کبھی بھی بیوی اپنے خاوند کی

---

❶ صحیح مسلم: ۱۰/ ۲۹۸، ۱۴۶۸

❷ صحیح مسلم: ۱۴۶۸ وصحیح البخاری: ۵۱۸۴.

❸ صحیح البخاری: ۳۳۳۰، صحیح مسلم: ۱۴۷۰

خیانت نہ کرتی۔“

حواء سب عورتوں کی ماں ہے تو بیٹیاں بھی اسی کے مشابہ ہونگی، یعنی آدم علیہ السلام کی مخالفت کے سبب خیانت نہ ہوتی تو کبھی کوئی عورت زمانہ بھر خاوند کی مخالفت نہ کرتی۔ گویا کہ یہ خیانت عورت کی فطری اور جبلی کجی میں نہ ہوتی تو کوئی عورت خاوند کی خیانت نہ کرتی۔ جب حوا سے اپنے شوہر کے لیے اس درخت کا پھل کھانے کو مزین کرنے کی غلطی ہوئی جس سے آدم بھی اس میں مبتلا ہوگئے۔ اس خیانت سے بے حیائی اور زنا کاری ہرگز مراد نہیں ہے۔ جب درخت کا پھل کھانے کے لیے وہ نفسانی خواہشات کی طرف مائل ہوئی اور آدم کے سامنے اس کی تعریف کی تو اس طرح یہ خیانت کہلائی۔ اور جو بعد والی عورتیں ہیں ان کی خیانت ہر ایک کی خیانت اسی کے اعتبار سے ہے۔ یہ خیانت سب میں سرایت کر گئی اور ایسی عورتیں بہت کم ہوں گی جو قول وفعل میں خاوند کی خیانت سے محفوظ ہوں۔

اس میں مردوں کو عورتوں کی بڑی ماں حواء سے ہونے والی غلطی سے تسلی دی گئی ہے جو ان کی عورتوں سے سرزد ہوتا ہے، کیونکہ یہ ان کی طبعیت میں ہے۔ [1]

۷...... بیوی کی اصلاح میں خاوند کو تشدد سے اجتناب کرنا چاہیے:

چنانچہ صحابی بیان کرتا ہے:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَّرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا .)) [2]

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تو اسے سیدھا کرنا چاہے گا تو توڑ بیٹھے گا اور اس کا توڑنا اس کی طلاق ہے۔“

عورتوں کے ساتھ زندگی عام طور پر ایک ہی ڈگر پر ممکن نہیں ہوتی۔ اس میں کچھ کجی موجود ہوتی ہے۔ اس لیے عورت کے احوال اور طبعیت کا لحاظ رکھنا مرد پر ضروری ہے۔ اکثر عورتوں

---

[1] المناوی: ٥/٤٣٦۔ المرقاۃ: ٦/٣٨٩۔ ابن حجر فی الفتح: ١٠/٤٢٤

[2] صحیح مسلم: ١٤٦٨

کے اخلاق خاص طور پر حمل وولادت کے بعد اور ایام حیض میں بگڑ جاتے ہیں۔ صبر کم ہوتا اور ان کی مشاکل بڑھ جاتی ہیں۔ اس لیے مرد کو ان مراحل میں ثابت قدم رہنا چاہیے کہیں اپنی بیوی سے غیر مناسب قول وفعل یا معاملہ میں خشکی دیکھنے سے پھسل نہ جائے۔ خاص طور پر جبکہ یہ سلوک اس کی طبیعت اور عادت میں نہیں بلکہ عارضی ہے۔ ممکن ہے کہ عورتوں کے ساتھ معاملہ سے نا آشنا شخص اس طرف توجہ ہی نہ دے اور اسے سیدھا کرنے پر مصر ہو جو کہ طلاق تک پہنچا دے گا۔

۸...... بیوی کی کجی کے باوجود شوہر کو نرم گوشہ رہنا چاہیے:

مرد کو اپنی بیوی سے نرم گوشہ ہونا چاہیے یعنی کجی کے باوجود دلداری سے کام لے تاکہ اس کے ساتھ زندگی آسانی سے بسر ہو سکے۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ اگر تو اسے سیدھا کرنا شروع کردیگا تو توڑ بیٹھے گا اور اگر اسے چھوڑ دے گا تو یہ مسلسل ٹیڑھی ہی رہے گی۔ پس عورتوں سے خیر کی نصیحت قبول کرو۔''

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ فَإِنْ أَقَمْتَهَا كَسَّرْتَهَا فَدَارِهَا تَعِشْ بِهَا .)) ❷

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ پس اگر تو اسے سیدھا کریگا تو توڑ بیٹھے گا پس اس کے ساتھ حکمت اور حسن سلوک سے پیش آؤ، پھر اس کے ساتھ رہ سکو گے۔''

---

❶ صحیح البخاری: ٥١٨٦

❷ ابن حبان: ٤١٦٦ـ صححه الألبانی فی صحیح الترغیب: ١٩٢٦

نفوس کو گرویدہ کرنے اور تالیف قلبی کے لیے نرم خو ہونا پسندیدہ چیز ہے۔ جب کہ عورتوں کے بارے میں حکمت عملی اختیار کرنے کے لیے ان کی کجی پر صبر کا محتاج ہے، اور جسے انہیں سیدھا کرنے کے علاوہ اور کوئی کام ہی نہیں وہ ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا جبکہ انسان کے لیے عورت کے بغیر چارہ کار بھی نہیں جس سے وہ سکون حاصل کرے اور اس سے طلب معاش پر استعانت لے۔ گویا کہ اس سے استمتاع اس کے بعض اُمور پر صبر کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لیے کہ:

((إِنَّ الْـمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ ، فَإِنْ تُقِيْمَهَا كَسَّرْتَهَا فَدَارِهَا فَإِنَّ فِيهَا أَوَدًا وَبَلَغَةً)) ❶

''بے شک عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اگر تو اسے سیدھا کریگا تو توڑ بیٹھے گا پس اس سے نرمی سے معاملہ کر۔ بے شک اس کام میں مشقت ہے اور اپنی حاجت کو پورا کرنا۔ (یعنی اس مشقت کے بغیر اپنی حاجت کو پورا نہیں کر سکتے۔)''

پیچھے بیان کردہ تمام عبارت سے معلوم ہوا کہ شریعت نے مرد کو بیوی پر نرم دلی کی ترغیب دی ہے جسے ہر مرد بآسانی اختیار کرسکتا ہے۔ اور جسے یہ شبہ ہو کہ وہ اس کی قدرت نہیں رکھتا تو شریعت نے جس طرح صاحب قدرت کا خیال رکھا ہے اسی طرح وہمی شخص کا بھی خیال رکھا ہے۔ وہ شخص کہ جسے یہ وہم ہے: کوئی مرد اگر اس کی بیوی سے علیحدہ ہوا تو وہ اسے نہیں روکے گی باوجود اس کے کہ ابھی تک حقیقت میں کچھ نہیں ہوا تو شریعت نے پھر بھی اس وہمی شخص کی نفسیات کا خیال رکھتے ہوئے اسے طلاق دینے کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے:

((أَتَى رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ امْرَأَتِي لَا تَدَعُ يَدَ لَامِسٍ ، قَالَ: طَلِّقْهَا ، قَالَ: إِنِّي أُحِبُّهَا وَهِيَ جَمِيلَةٌ . قَالَ فَاسْتَمْتِعْ مِنْهَا .)) ❷

---

❶ الدارمی، ص: ۱۴۸۔ حسنه الألبانی فی صحیح الجامع: ۱۹۴۲

❷ المجمع: ۴/۳۳۵۔ رواه الطبرانی فی الأوسط ورجاله رجال الصحیح۔ صححه الألبانی فی صحیح سنن النسائی: ۳۲۲۹

''ایک آدمی نبی مکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! بے شک میری بیوی کسی بھی چھونے والے کے ہاتھ کو نہیں روکتی۔ فرمایا: اسے طلاق دے دو۔ کہا وہ بہت خوبصورت ہے اور میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں۔ فرمایا: پس اس سے بھرپور فائدہ اُٹھاتے رہو۔''

جب نبی معظم ﷺ کو معلوم ہوا کہ یہ اپنے اوہام پر غلبہ پا کر حقیقت پر معاملہ کرسکتا ہے تو فرمایا: جاؤ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ درحقیقت وہ عورت فحاشی میں مبتلا نہیں ہوئی تھی۔ اور مرد کی مراد یہ تھی کہ اس کی طبیعت ایسی ہے کہ اگر کوئی غیر محرم ہاتھ بڑھائے تو وہ چھونے والے کا ہاتھ شاید نہیں روکے گی۔ یہ مراد نہیں تھی کہ اس سے ایسا ہوا ہے اور وہ زناکاری کرتی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کبھی اسے ساتھ رہنے کی اجازت نہ دیتے۔ کیونکہ ایسی حالت میں تو مرد دیّوث ہوتا ہے۔ اور جب اس کی طبیعت ایسی تھی جس سے اسے شک ہوتا تھا کہ اگر اسے کوئی علیحدہ کرلے تو وہ اسے نہیں روکے گی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے چھوڑنے کا حکم دیا۔ اور جب اس نے ذکر کیا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے تو پھر اس کے لیے ساتھ رہنے کو جائز قرار دیا۔ کیونکہ اس کی اس سے محبت بلا شک ثابت ہے اور بے حیائی مشکوک ہے تو متوقع وہم کی بنیاد پر فی الفور نقصان کو اختیار نہیں کیا جاتا۔'' [1]

وہ لوگ جو بیویوں میں اپنے اوہام کو نہیں چھوڑ سکتے اور اوہام کو حقیقت پہ غلبہ دیتے ہیں تو شریعت نے ان کے لیے طلاق جائز کی ہے، اگر انہیں اس میں سکون ہو۔ اور جو شخص اپنے اوہام کے پیچھے نہیں چلتا اور حقیقت کو اوہام پہ غالب رکھتا ہے تو ایسے شخص کا تقوی اسے کمزوروں کی اخطاء کو برداشت کرنے پر ابھارتا ہے۔ سب سے کمزور ترین عورت ہے اور اس کی زیادہ غلطیاں اس کی کجی ہے اور اس کی کجی پر صابر اللہ تعالیٰ کا شدید تقوی رکھنے والے اور اللہ کی رضا

[1] ابن کثیر عند آخر تفسیر سورة المؤمنون مع تصریف۔ السندی عند شرح حدیث النسائی

کے لیے کمزوروں پر صبر کرنے والے آدمیوں میں سے ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشی کو اپنے نفس کی خوشی پر ترجیح دیتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کیمردوں سے عورتوں پر نرم دلی کے خطاب میں ایسی ہی قسم کے مرد مراد ہیں، اس میں یہ مردوں کے لیےعفو ودرگزر کی بہت زیادہ ترغیب ہے اور رسول اللہ کی وصیت بھی۔

((اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُونَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذَلِكَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ .)) [1]

''رسول اللہ ﷺ کی وصیت ہے: عورتوں سے خیر خواہی کی نصیحت قبول کرو۔ بے شک وہ صرف تمہارے لیے ہی خاص ہیں۔ گویا تمہارے پاس وہ لونڈی کی طرح ہیں۔ تم ان کی کسی چیز کے مالک نہیں ہو سوائے اس کے کہ اگر وہ کھلی بے حیائی کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کے بستر الگ کر دو اور انہیں ایسی مار مارو جو نشان نہ چھوڑے۔''

مرد کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بیوی کی کھلی بے حیائی کی صورت میں شریعت نے اسے یہ ترغیب دی ہے کہ وہ اس سے ہم بستری چھوڑ دے اور معمولی مار سے سزا دے۔ اور جو بے حیائی کے علاوہ ہے وہ تو بہت ہلکا ہے۔ اس لیے جاننا چاہیے کہ اس پر اس کے ساتھ نرمی اور درگزر سے کام لینا ہوگا۔ شریعت نے مرد کو عفو و درگزر کی ترغیب دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بیان کیا کہ بیوی کے بالفعل بے حیائی میں واقع ہونے کی صورت میں خاوند اس سے لعان اور کم از کم اسے طلاق دے سکتا ہے۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ کی غیرت کو اہمیت دی۔

---

[1] الترمذی: ١١٦٣ وقال: حدیث حسن صحیح۔ ابن ماجه: ١٨٥١۔ حسنه الألبانی لغیره فی صحیح الترغیب: ١٩٣٠.

بنو خزرج کے سردار سیّدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں کسی آدمی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھوں تو فوراً میں اسے تلوار کی دھار سے قتل کردوں گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غِيْرَةِ سَعْدٍ؟ أَنَا أَغْيَرُ مِنْ سَعْدٍ، وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّيْ .)) ❶

''کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ میں سعد سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہیں۔''

مرد کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی میں ہر قسم کی کجی کے باوجود اس سے مستفید ہو اور اس کی بیوی میں جو کجی اسے وہم میں مبتلا کرے اسے ترک کردے اور بیوی سے حقائق کی بنیاد پر تعامل کرے۔

۹......خاوند کو بیوی کے غصے پر تحمل کرنا چاہیے:

مرد یہ جانتا ہے کہ بسا اوقات اس پر ایسی گھڑی بھی آتی ہے کہ اس میں وہ اپنے نفس سے مغلوب ہو کر ایسے ہی کسی دوسرے پر سوار ہو جاتا ہے اور کبھی تو قریبی سے قریبی کو بھی نہیں چھوڑتا۔ بسا اوقات تو اپنے آپ پر سوار ہو جاتا ہے۔ پس جب یہ اپنی بیوی کو اپنے پر بحالت غصہ یا سوار پائے تو غمگین نہ ہو۔ اور نہ ہی یہ کہے کہ یہ مجھ سے محبت نہیں کرتی یا یہ مجھے ناپسند کرتی ہے۔ بلکہ اس کے لیے عذر تلاش کرے کہ ایسا ہو جاتا ہے۔ بلکہ عورتوں میں سب سے افضل مومنوں کی ماں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ اور وہ کس پہ غصے ہوتیں؟ رسول اللہ ﷺ پر۔ جو تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ اس کے باوجود آپ ﷺ صرف نظر فرماتے۔ اور جب کبھی ان کے درمیان انس و محبت کی گھڑیاں آتیں تو پھر انہیں ان کے تعامل سے خبردار کرتے۔ تو شوہر کو ایسا کرنے سے معلوم ہوگا کہ اس کی بیوی اس سے محبت کرتی ہے۔

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: "قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ

❶ صحيح البخاري معلقا في باب الغيرة من كتاب النكاح

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَأَعْلَمُ إِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبَى، قَالَتْ فَقُلْتُ مِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: أَمَّا إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً فَإِنَّكِ تَقُولِينَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ، وَإِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبَى قُلْتِ لَا وَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ قَالَتْ: قُلْتُ أَجَلْ وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا أَهْجُرُ إِلَّا اسْمَكَ.)) ❶

''اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: بے شک میں خوب جانتا ہوں جب تو مجھ سے راضی اور جب تو مجھ سے ناراض ہوتی ہے۔ کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: آپ ﷺ کو کیسے معلوم ہو جاتا ہے؟ فرمایا: جب تو مجھ سے راضی ہوتی ہے تو کہتی ہے: مجھے محمد (ﷺ) کے رب کی قسم! اور جب تو ناراض ہوتی ہے تو کہتی ہے: مجھے ابراہیم (علیہ السلام) کے رب کی قسم! کہتی ہیں کہ اللہ کی قسم ایسے ہی ہے لیکن میں صرف آپ ﷺ کا نام ہی ترک کرتی ہوں۔''

عورتوں میں غیرت، انہیں غصہ دلاتی ہے، جیسا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے غصہ ہوئیں۔ عورتوں میں یہ وہ غیرت ہے جسے اکثر احکام میں ان کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ عورت اس طرح کی غیرت کھاتے وقت کسی طرح کا ادراک ہی نہیں رکھتی۔ جیسا کہ فرمان گرامی ہے:

((مَا تَدْرِي الْغَيْرَاءُ أَعْلَى الْوَادِي مِنْ أَسْفَلِهِ.)) ❷

''غیرت میں عورت کو کچھ معلوم نہیں پڑتا۔ غیرت زدہ ہونے والیوں کو وادی کی اونچ نیچ کا بھی پتا نہیں چلتا۔''

اگر ایسا نہ ہوتا تو اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا پر اس وجہ سے بہت

---

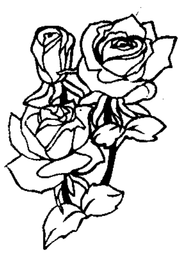
❶ صحیح البخاری: ۵۲۲۸۔ صحیح مسلم ۱۵/۱۹۹

❷ ابن حجر فی الفتح: ۹/۲۳۶ قال أخرجه أبویعلی بسند لا بأس به عن عائشة مرفوعا

گناہ ہوتا کیونکہ نبی مکرم ﷺ پر غصے ہونا اور آپ ﷺ سے ترک تعلق کرنا گناہ کبیرہ ہے۔اس لیے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: میں صرف آپ ﷺ کا نام ترک کرتی ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کا دل برقرار اور محبت ویسی ہی رہتی تھی۔ (النووی)

پھر اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب وہ ایسے غصے میں ہوتیں جس سے ایک عاقل اپنے اختیارات کھو بیٹھتا ہے تو اس سے ان کی برقرار محبت میں کوئی تبدیلی نہیں آتی تھی، ان کی مراد ہے کہ وہ صرف نبی محترم ﷺ کے اسم گرامی والے حروف ترک کرتی تھی۔ جب کہ ان کے دل کا تعلق آپ ﷺ کی ذات کریمہ کے ساتھ اور محبت ومودت ویسے ہی رہتی تھی۔

مرد کے لیے مستحب یہ ہے کہ جب اپنی بیوی کے میلان اور عدم میلان کو اس کے قول وفعل میں محسوس کرتے ہوئے ناپسندیدہ اشیاء دیکھے تو نبی معظم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اُنس ومحبت کی گھڑی کا منتظر رہے کہ جس میں وہ اسے سمجھا سکے۔



دوم :

مرد اپنی بیوی کو مندرجہ ذیل امور سے بچائے

جہنم کی آگ، دھوکہ، بے عزتی، ظلم، مار پٹائی، بستر کے رازوں کو فاش کرنے، دوسروں کو اپنی ازدواجی زندگی خراب کرنے اور اپنے شدید دشمن کو جو اس کی بیوی کی طلاق کے در پے ہے موقع دینے، بیوی کے رازوں کی تلاش، اپنے نفس پر کسی اور کو سوار کرنا اور مجرد شک کی بنیاد پر غیرت کھانے سے۔ آیئے اب ہم ان تمام اُمور کا ایک ایک کر کے جائزہ لیتے ہیں۔

ا...... بیوی کو جہنم سے محفوظ رکھنے کی مسئولیت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَـٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝﴾ [التحريم: ٦]

''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (جہنم کی) اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں۔ جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔''

آدمی کو اللہ کی اطاعت کا کام کرنا چاہیے اور اس کی نافرمانی سے بچنا چاہیے اور اسے اپنی بیوی کو اللہ کے ذکر، تقوی کی وصیت اور اللہ کی اطاعت کا حکم دینا چاہیے اور اللہ کی معصیت سے منع کرتے رہنا چاہیے۔ جب اس میں کوئی اللہ کی معصیت دیکھے تو اسے اس پر ڈانٹے، اور اسے اللہ کی فرض کردہ اور منع کردہ چیزوں کی تعلیم دے۔ اس لیے کہ:

((اَلرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ .)) ❶

❶ صحيح البخاري: ٥١٨٨

”مرد اپنے اہل وعیال کا نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔“

اس کے ساتھ ساتھ وہ ایسے اسباب بروئے کار لائے جن سے میاں بیوی دونوں کی جہنم سے نجات ممکن ہو۔

۲...... خاوند کو بیوی کے حقوق میں دھوکہ دہی سے دور رہنا چاہیے:

خاوند یہ جانتا ہے کہ دوسروں کو دھوکہ دینا حرام ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ وہ بیوی کے حقوق میں دھوکہ دہی میں لاپرواہی برتے۔ مثال کے طور پر جیسا کہ آپ دیکھیں گے نکاح کے وقت بیوی نے یہ شرط لگائی تھی کہ وہ اپنے شہر میں ہی رہے گی۔ خاوند کیا کرتا ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر اپنی ملازمت کے عذر سے اسے دوسرے شہر میں لے جاتا ہے اور حال جوں کا توں رہتا ہے۔ اور یہ ممکن بھی ہو کہ اس میں شرط کے مطابق اس کے ساتھ رہنے کی استطاعت ہو لیکن پھر بھی وہ ٹال مٹول کرے۔ یا یہ کہ بیوی کے گھر والے شادی کے وقت بہت زیادہ حق مہر کی شرط لگا دیتے ہیں کیونکہ زیادہ حق مہر ان کی عورتوں کے دیئے جانے والے حق مہر کے مناسب ہے۔ پھر وہ کچھ رقم پہلے ادا کر دیتا ہے کہ باقی شادی کے بعد ادا کرے گا۔ مگر وہ طاقت کے باوجود بیوی کا حق مہر مکمل نہیں کرتا۔ بعینہٖ دوسرے اُمور کہ جن میں ممکن ہے وہ لاپرواہی برتے۔ حقیقت میں یہ بیوی کے ساتھ دھوکہ ہے۔ پس جس مرد پر اس کی بیوی کے حقوق ہیں اسے ضرور ادا کرنے چاہئیں۔ یا کم از کم اسے دھوکہ دہی کے بغیر راضی کرنا چاہیے۔ کیونکہ بیوی سے دھوکہ دہی کرنے والا بری صفات لے کر اللہ کے سامنے پیش ہوگا۔ حدیث مبارک ہے:

((قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: أَیُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَۃً عَلَی مَا قَلَّ مِنَ الْمَهْرِ أَوْ كَثُرَ لَیْسَ فِي نَفْسِهِ أَنْ یُؤَدِّيَ إِلَیْهَا حَقَّهَا خَدَعَهَا فَمَاتَ وَلَمْ یُؤَدِّ إِلَیْهَا حَقَّهَا لَقِيَ اللّٰهَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَهُوَ زَانٍ....اَلْحَدِیْث .)) [1]

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بھی شخص کسی عورت سے کم یا زیادہ مہر پر شادی

---

[1] ابن ماجه: ۲٤۱۰ ـ صحّحه الألباني في صحيح الترغيب: ۱۹۲۲

کرتا ہے اور اس کی نیت اسے ادا کرنے کی نہیں وہ اسے دھوکہ دیتا ہے۔ اگر وہ اس کا حق دیئے بغیر مر گیا تو اللہ کو اس حال میں ملے گا کہ وہ زانی ہے۔''

۳......شوہر بیوی کی بے عزتی کرے اور نہ اسے برا کہے:

جیسا کہ مرد پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کی انسانیت کا احترام کرے اور خاص طور پر جب اس کی بات معتبر یا اس کا ایک مقام ہو تو وہ اسے جتلاتا پھرے کہ وہ اس کا کفیل ہے۔ اسی طرح وہ اس کے احساسات کا بھی خیال کرے۔ کیونکہ شریعت مرد کو اس کے احساسات کی رعایت پر ابھارتی ہے۔ وہ نہ ہی تو اسے ڈانٹے اور نہ گالی گلوچ اور برا بھلا کہے اور نہ ایسا کہے کہ اللہ تیرا برا کرے وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ نبی مکرم ﷺ سے جب یہ پوچھا گیا کہ ہم میں سے ہر ایک کی بیوی کا اس پہ کیا حق ہے تو فرمایا:

((لَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تَقْبَحْ وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ .)) [1]

''اس کے چہرے پہ نہ مارو، اور نہ اسے برا کہو اور نہ اس سے قطع تعلقی کرو مگر گھر کے اندر۔''

بلکہ شوہر کو اس بات کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے کہ اس کی بیوی نے اس کے لیے ایسی چیز مباح کر دی جو اُس نے اپنے والدین کے لیے بھی جائز نہیں رکھی۔ اور وہ یہ ہے کہ خاوند اسے جماع کے لیے برہنہ دیکھ سکے۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: كَيْفَ وَقَدْ أَفْضٰى بَعْضُكُمْ إِلٰى بَعْضٍ إِلَّا بِمَا حَلَّ عَلَيْهَا .)) [2]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیسے جبکہ تم ایک دوسرے سے مل چکے ہو اس چیز کے ساتھ (یعنی جماع) کہ جس پر اس نے تمہاری بیوی کو تمہارے لیے حلال کیا۔''

---

[1] أبو داود: ٢١٤٢ـ ابن حبان ٤١٦٣ـ صححه الألباني في صحيح الترغيب: ١٩٢٩

[2] أبو داود: ٢١٤٣ـ صححه الألباني في الإرواء: ٢٠٣٣

۴......خاوند بیوی کو مارنے سے اجتناب کرے:

ایسے بھی آدمی ہیں جو اپنی بیوی کو بہت زیادہ مارتے ہیں۔ پھر بقیہ دن یا رات میں اس سے صحبت کرتے ہیں۔ مجامعت کرنا اور ساتھ لیٹنا تو اس وقت اچھا لگتا ہے جب اس کی طبیعت کا میلان اور دل کی رغبت ہو۔ غالباً پٹی ہوئی عورت تو اس سے نفرت کرے گی جس نے اسے پیٹا ہے۔ شریعت نے اسی کی مذمت کی طرف اشارہ کیا ہے، اور اگر اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو تو پھر تادیب معمولی مار سے ہونی چاہیے تاکہ اس سے مکمل نفرت پیدا نہ ہو جائے۔ پس وہ نہ مارنے میں حد سے تجاوز کرے اور نہ تأدیب میں۔

((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا يَجْلِدُ أَحَدُكُمْ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِي آخِرِ الْيَوْمِ.)) ❶

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی شخص اپنی بیوی کو غلام کی طرح نہ پیٹے، اور پھر یہ ہو کہ دن کے آخر میں اس سے جماع بھی کرے۔"

شریعت نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ: بیوی کو مارنا خاوند کے واجب حقوق میں بصورت نافرمانی مباح کیا گیا ہے جبکہ پہلے عورتوں کو مارنا مطلقاً منع تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَا تَضْرِبُوْا إِمَاءَ اللّٰهِ۔ فَجَاءَ عُمَرُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: قَدْ ذَئِرَ (نَشَزَ) النِّسَاءُ عَلَى أَزْوَاجِهِنَّ ، فَأَذِنَ لَهُمْ فَضَرَبُوْهُنَّ ، فَأَطَافَ بِآلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نِسَاءٌ كَثِيْرٌ فَقَالَ: لَقَدْ طَافَ بِآلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَبْعُوْنَ امْرَأَةً كُلُّهُنَّ يَشْكِيْنَ أَزْوَاجَهُنَّ ، وَلَا تَجِدُوْنَ أُوْلٰئِكَ خِيَارُكُمْ. [فَقَالَ] "لَنْ يَضْرِبَ خِيَارُكُمْ.")) ❷

---

❶ صحيح البخاري: ٥٢٠٤

❷ النسائي في الكبرى: ٥/٣٧٢۔ ابن حبان: ٩/٥٠٠۔ صححه الألباني في صحيح سنن أبي داود: ٢١٤٥

''اللہ کی بندیوں کو نہ مارو۔ چنانچہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہنے لگے: عورتیں تو خاوندوں سے باغی ہوگئی ہیں۔ پھر آپ نے مارنے کی اجازت دے دی تو وہ انہیں مارنے لگے۔ اسی دوران بہت سی عورتیں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس شکایت لے کر آئیں۔ راویٔ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ستر سے زائد عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس آئیں۔ سب کی سب خاوندوں کی شکایت کر رہی تھیں۔ یہ کوئی تمہارے بہترین لوگ نہیں ہیں۔ (چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) تم میں سے بہترین لوگ کبھی نہیں ماریں گے۔''

اسی طرح آیت کریمہ میں بھی انہیں مارنے کی جو اجازت ہے تو اس میں مجموعی طور پر عورت کو مارنے کے جواز پر دلالت ہے۔ پس خاوند کے لیے جائز ہے کہ جب وہ اپنی بیوی میں کوئی ایسی مکروہ چیز دیکھے کہ جس میں اس کی اطاعت اس پر لازم ہو تو وہ تادیب کے لیے اُسے مار سکتا ہے۔ لیکن دھمکی پر اکتفا کرے تو اچھا ہے۔ اور جب تک اشارے سے مقصود ممکن ہو تو فعل سے اجتناب کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے جو نفرت پیدا ہوتی ہے وہ بیوی سے حسن معاشرت کی ضد ہے۔ ہاں جب معاملہ اللہ کی معصیت کے متعلق ہو تو پھر ٹھیک ہے۔

شریعت نے خاوند کو مخصوص حدود و قیود کے ساتھ مارنے کی اجازت دیتے ہوئے انہیں نہ مارنے کی ترغیب بھی دی ہے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا حکم بھی دیا ہے:

((قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِمْرَأَةً لَهُ وَلَا خَادِمًا قَطُّ وَلَا ضَرَبَ بِيَدِهِ شَيْئًا قَطُّ إِلَّا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوْ تُنْتَهَكُ حُرُمَاتُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ .)) [1]

''اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنی

[1] سنن الدارمی: ۱۹۸/۲۔ السنن الکبری للبیهقی: ۳۷۰/۵۔ الحاکم: ۷۰/۲ وصححه۔ صححه الألبانی فی صحیح سنن ابن ماجه: ۱۹۸٤

کسی بیوی یا غلام کو نہیں مارا۔ اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے کسی (جاندار) چیز کو مارا مگر صرف جہاد فی سبیل اللہ میں یا جب اللہ کی حرمتوں کو پامال کیا جارہا ہوتا تو اللہ کے لیے انتقام لیا۔"

۵......اطاعت کی صورت میں بیوی پر ظلم وزیادتی نہ کرے

خاوند کو چاہیے کہ بیوی پہ ظلم نہ کرے۔ خاص طور پر اس وقت کہ جب وہ اطاعت گزار ہو، اور بلا وجہ اُس پر پریشر نہ ڈالے جبکہ وہ اپنے موقف سے رجوع کر لے تو بدگمانی کرتے ہوئے کہ اس نے اپنے کسی مفاد یا کمزوری کی وجہ سے رجوع کیا ہوگا۔ بلکہ اس سے درگزر اور نرمی کرے کیونکہ وہ اس کی فرمانبردار ہے، اور خاص طور پر جب اس نے اسے خوش کرنے کے لیے اپنے موقف سے رجوع کیا ہو۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ، أَلَا إِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ حَقًّا وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا .)) ❶

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان پر بلا وجہ ظلم کے بہانے نہ ڈھونڈو۔ خبردار! بے شک تمہاری بیویوں پر تمہارے حقوق ہیں اور تمہاری بیویوں کے تم پر حقوق ہیں۔"

۶......خاوند کو بیوی کا راز دان ہونا چاہیے:

شریعت مطہرہ ادب وآداب اور شرم وحیا کو پسندیدہ قرار دیتی ہے۔ اور بے حیائی، بے ہودگی اور جماع کے کام یا اوصاف کو سرِعام بیان کرنے سے منع کرتی ہے۔ ذوق سلیم اور لطیف احساسات والے مومنوں کا مکمل خیال رکھتی ہے۔ ❷

اس لیے خاوند کو اپنی بیوی کے راز کی حفاظت کرنی چاہیے جو ان کے درمیان خاص طور

❶ الترمذی: ۱۱۶۳ وقال: حدیث حسن صحیح۔ ابن ماجه: ۱۸۵۱۔ حسنه الألبانی لغیره فی صحیح الترغیب: ۱۹۳۰

❷ الترغیب: ۲/۷۲۵

پر جماع کی حالت میں ہوتا ہے، کیونکہ شریعت میں اپنے اہل کے بستر کے راز فاش کرنے والے کے لیے بہت وعید آئی ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ الرَّجُلَ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ وَتُفْضِي إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا .)) ❶

''اللہ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین شخص وہ ہوگا جو اپنی بیوی کے پاس آتا ہے اور وہ اس کے پاس آتی ہے پھر وہ اس کا راز افشا کرتا ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے میاں بیوی میں سے ہر ایک کو ڈرایا تا کہ دونوں اس وعید میں مبتلا نہ ہوں۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَلَا عَسَى أَحَدُكُمْ أَنْ يَخْلُو بِأَهْلِهِ يُغْلِقُ بَابًا ثُمَّ يُرْخِي سِتْرًا ثُمَّ يَقْضِي حَاجَتَهُ ثُمَّ إِذَا خَرَجَ حَدَّثَ أَصْحَابَهُ بِذٰلِكَ، أَلَا عَسَى إِحْدَاكُنَّ أَنْ تُغْلِقَ بَابَهَا وَتُرْخِي سِتْرَهَا فَإِذَا قَضَتْ حَاجَتَهَا حَدَّثَتْ صَوَاحِبَهَا ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ: وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهُنَّ لَيَفْعَلْنَ وَإِنَّهُمْ لَيَفْعَلُوْنَ: قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا فَإِنَّمَا مَثَلُ ذٰلِكَ مَثَلِ شَيْطَانٍ لَقِيَ شَيْطَانَةً عَلَى قَارِعَةِ الطَّرِيْقِ فَقَضَى حَاجَتَهُ مِنْهَا ثُمَّ انْصَرَفَ وَتَرَكَهَا .)) ❷

''خبردار! ممکن ہے تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ تنہائی میں ہو کر دروازہ بند کرلے اور پردہ لٹکا کر اپنی حاجت پوری کرے پھر جب باہر نکلے تو اپنے دوستوں کو بیان کرے۔ اور خبردار! ممکن ہے کہ اے بی بیو! تم میں سے کوئی عورت اپنے خاوند کے ہمراہ اپنا دروازہ بند کرے اور پردہ لٹکا لے۔ پھر جب اپنی

❶ صحیح مسلم: ۹/ ۲۵۰

❷ البزار: ۱٤۵۰۔ حسنه الألبانی لغیره فی صحیح الترغیب: ۲۰۲۳

حاجت پوری کر لے تو اپنی سہیلیوں کو بیان کرے۔ ایک سرخی مائل سیاہ رخساروں والی عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی قسم عورتیں بھی ایسا کرتیں اور مرد بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ فرمایا: ایسا نہیں کرو۔ بے شک اس کی مثال اس شیطان کی ہے جو کسی شیطانہ سے فٹ پاتھ پر ملتا ہے اور پھر اس سے اپنی حاجت پوری کر کے اسے وہیں چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔''

شریعت نے مرد کے لیے حرام کیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ جماع کا معاملہ کر کے اس کی تفصیل یا جو عورت سے جماع میں قول وفعل سرزد ہوتا ہے لوگوں کو بتائے۔

صرف جماع کے ذکر میں اگرچہ کوئی فائدہ اور ضرورت نہ ہو تو یہ بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ خلاف مروت ہے، اور اگر اس کی ضرورت یا اس پر کوئی فائدہ مرتب ہوتا ہو تو پھر ذکر کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی صحابی کے شرعی سوال کے جواب میں فرمایا تھا:

((إِنِّي لَأَفْعَلُهُ أَنَا وَ هٰذِهِ: "وَقَالَ لِأَبِي طَلْحَةَ: أَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ؟" وَقَالَ لِجَابِرٍ: اَلْكَيْسَ اَلْكَيْسَ .)) [1]

''بے شک میں اور میری یہ بیوی بھی ایسا کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ نے سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا: کیا تم نے شب زفاف منالی یعنی جماع کر لیا؟ اور سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا: جماع، جماع۔''

۷.....خاوند دوسروں کو اپنی ازدواجی زندگی خراب کرنے کا موقع نہ دے:

شریعت نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ بے شک بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو لوگوں کی ازدواجی زندگی کو خراب کرتے ہیں اور اس امر کی وضاحت کی کہ یہ کوئی اسلامی طریقہ نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَيْسَ مِنَّا مَنْ حَلَفَ بِالْأَمَانَةِ وَمَنْ

خَبَّبَ عَلَى امْرِئٍ زَوْجَتَهُ .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ ہم سے نہیں جس نے امانت کی قسم اٹھائی اور وہ بھی کہ جس نے کسی کی بیوی کو اس کے لیے خراب کیا۔''

ایسی قسم کے لوگ اکثر وہ ہوتے ہیں جو خود ازدواجی زندگی میں مشاکل کا شکار ہوتے ہیں۔ ایسا آدمی خود عورتوں سے حسن معاشرت نہیں جانتا ہوتا اور اپنی بیوی سے تنگ ہوتا ہے۔ پھر اس کے بدلے وہ پند ونصائح کی پریکٹس شروع کر دیتا ہے اور دوسرے آدمیوں کو بھی نصیحت کی غرض سے راہنمائی شروع کر دیتا ہے۔ خاص طور پر نئے شادی شدہ آدمی کو۔ اور اس سے ایسے تعامل کا مطالبہ کرتا ہے جو وہ خود نہیں کر سکا تا کہ وہ عورت پر اپنی مردانگی ثابت کرنے کے لیے حکم جاری کر کے اطاعت و فرمانبرداری کا انتظار کرے۔ بصورتِ دیگر اسے سخت سزا دے۔ جو بھی ان نصیحتوں کو اپناتا ہے اس کی ازدواجی زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔ یا ایسے خاوند کی بیوی ابتدائی طور پر صبر کرتی ہے پھر معاملات بدل جاتے ہیں۔ بعد میں غالبًا اسی کے حکم اور اطاعت پر چلتی ہے۔ پھر یہ بے چارہ فسادی کی نصیحتوں پر قربانی کا بکرا بن کے رہ جاتا ہے۔ جس نے اپنی نصیحتوں سے دوسرے کی بیوی کو اس پر خراب کیا وہ خود بھی ویسی ہی برباد ازدواجی زندگی گزارتا ہے۔

اس لیے آدمی کو اس قسم کے لوگوں سے بچ کر رہنا چاہیے اور دوسروں کو اپنی بیوی سے تعلقات خراب کرنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ دوسروں کی بے جا اور غلط قسم کی نصیحتوں کو قبول نہ کرے مگر وہ نصیحتیں کہ جن میں بیوی کے لیے شوہر کا دل نرم کرنے کی بات ہو یا ایسی چیز کی پیش کش کہ جس سے اس کی بیوی کا دل اس کے لیے نرم ہو ایسی نصیحت کو ضرور قبول کرے۔

۸...... خاوند کو ہمیشہ سخت فسادی دشمن سے ہوشیار رہنا چاہیے:

خاوند کو یہ بھی جاننا چاہیے کہ شیطان، لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرنے کے لیے اپنے

---

❶ أبو داود: ۲۱۷۵۔ لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا أَوْ عَبْدًا عَلَى سَيِّدِهِ۔ صححه الألباني في صحيح الترغيب: ۲۰۱۳

لشکروں کو ان کی طرف بھیجتا ہے اور لوگوں میں لڑائی جھگڑے، کینہ وغیرہ سے فتنہ وفساد کا بازار گرم کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

ہر انسان کے ساتھ اس کا ایک ساتھی چھوٹا شیطان ہوتا ہے۔ سب سے بڑے شیطان کی بادشاہت کا مرکز سمندر پر ہے۔ وہاں سے وہ زمین پر لشکرکشی کرتا ہے۔ پھر شیطانی لشکر لوگوں میں فتنے برپا کرتے ہیں۔ وہ ان کے نتائج کا انتظار کرتا ہے۔ ہر ایک اپنے کردار کی رپورٹ لے کر آتا ہے۔ لیکن اسے تمام فتنوں کی کارکردگی اچھی نہیں لگتی البتہ جس نے میاں بیوی کے درمیان تفریق کا کام انجام دیا ہو اس کی کارکردگی پر بہت خوش ہوتا اور اپنے قریب کر کے اس سے بغل گیر ہوتا ہے کہ اس نے اس ملعون کا مقصود پورا کیا۔

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَآءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَاَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً اَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً يَجِيءُ اَحَدُهُمْ فَيَقُولُ: فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ: مَا صَنَعْتَ شَيْئًا ، قَالَ: ثُمَّ يَجِيءُ اَحَدُهُمْ فَيَقُولُ: مَا تَرَكْتُهُ حَتّٰى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَاَتِهٖ قَالَ: فَيُدْنِيهِ مِنْهُ وَيَقُولُ: نِعْمَ اَنْتَ فَيَلْتَزِمُهُ .)) [1]

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک ابلیس نے اپنا عرش پانی پر رکھا ہوا ہے۔ وہاں سے وہ اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے۔ اس کا مقرب ترین وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ برپا کرے۔ ان میں سے ایک شیطان آ کر کہتا ہے: میں نے ایسے ایسے کیا۔ ابلیس کہتا ہے: تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر دوسرا آ کر کہتا ہے کہ: میں نے میاں بیوی دونوں کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک ان میں تفریق نہیں ڈلوا دی۔ اس رپورٹ پر بڑا ابلیس اسے اپنے قریب کرتے ہوئے کہتا ہے: ہاں یہ ہوا ناں کام! اور پھر اس سے گلے ملتا ہے۔"

شوہر کو متنبہ رہنا چاہیے کہ بسا اوقات میاں بیوی کے درمیان ہونے والی انتہائی معمولی

[1] صحیح مسلم: ۱۷/۱۵۵

باتوں سے اختلافات کی آگ بڑھک اُٹھتی ہے اور اچانک اتنی بڑھتی ہے کہ ایک بہت بڑی مشکل کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔قریب ہوتا ہے کہ طلاق تک لے جائے۔اس کے پیچھے شیطانی جدوجہد کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔وہ دونوں میں بغض وعداوت ڈالنے پر بڑا حریص ہے۔ ایسی صورت حال میں اپنے آپ کو اصلی حالت میں لانے کے لیے سوائے اللہ کی پناہ میں آنے اور شیطان مردود سے اللہ عزوجل کی پناہ طلب کرنے اور شیطان سے محفوظ کرنے والے اذکار وغیرہ کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہوتا۔جیسا کہ آیۃ الکرسی، سورۃ بقرۃ کی آخری دو آیتیں،سورۃ صافات کی ابتدائی دس آیات کا باقاعدہ پڑھنا۔آدمی کو چاہیے کہ ہمیشہ وظائف و اذکار کے ساتھ اپنے نفس کو شیطانی ہتھکنڈوں سے محفوظ رکھے۔خاص طور پر بیوی کے پاس آنے کے وقت۔تاکہ اپنی بیوی کو بوقت جماع شیطان کی شراکت سے بچا سکے۔جماع سے پہلے آدمی کے لیے مستحب ہے کہ وہ اللہ کے ذکر، اس سے دعا، اللہ کے نام سے تبرک اور تعوذ سے تمام برائیوں میں خود کو شیطان سے محفوظ کرے۔کیونکہ شیطان ابن آدم کے ہر وقت ساتھ رہتا ہے اور صرف اللہ کے ذکر سے پیچھے ہٹتا ہے۔

((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "مَا يَمْنَعُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّقُوْلَ حِيْنَ يُجَامِعُ أَهْلَهُ، بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا ، فَإِنْ قَضَى اللّٰهُ وَلَدًا لَمْ يَضُرْهُ الشَّيْطَانُ .)) [1]

”نبی معظم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کو اس بات سے کون سی چیز مانع ہے کہ جب وہ اپنے اہل سے جماع کرے تو یوں کہے: (میں اس کام کو) شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے۔اے اللہ ہمیں شیطان سے بچا اور جو ہمیں تو اولاد عطا کرے گا اسے بھی شیطان سے بچا کر رکھنا۔اگر اللہ نے میاں بیوی کے مقدر میں اولاد لکھی ہو گی تو شیطان اسے تکلیف نہیں دے سکے گا۔“

---

[1] صحیح مسلم: ۹/۲۴۶ ـ المشکاۃ: ۲۴۰۹ متفق علیہ

۹......بیوی پر شک کی وجہ سے شوہر غیرت میں آ سکتا ہے:

غیرت کا یہ معنی ہے کہ جب انسان محسوس کرے کوئی اس کی بیوی یا جو اس کی زیر کفالت ہے یا اس کی خصوصی اشیاء میں اس کا شریک ہونا چاہتا ہے تو اسے حمیت وغصہ آ جائے۔

جیسا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں کسی آدمی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھوں تو فوراً اسے تلوار کی دھار سے قتل کر دوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غِيْرَةِ سَعْدٍ؟ أَنَا أَغْيَرُ مِنْ سَعْدٍ، وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّي وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ.)) [1]

"کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ جب کہ میں سعد سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غرت مند ہیں۔ اسی لیے اس نے کھلی اور پوشیدہ ہر قسم کی بے حیائی کو حرام کیا ہے۔"

سعد کے ساتھیوں کے کہنے کے باوجود کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ اسے ملامت نہ کریں۔ بے شک یہ بہت غیرت مند شخص ہے۔ دوشیزہ کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کرتا اور جب کسی عورت کو طلاق دیتا ہے تو سعد کی شدت غیرت کی وجہ سے کوئی اس سے شادی کی جرأت نہیں کرتا۔ ان کی اپنے سردار کے بارے میں کلام کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کی غیرت کو تسلیم کیا۔ کیونکہ یہ غیرت شک کی بنیاد پر تھی۔ اس نے کہا تھا: اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پاؤں تو کیا میں گواہوں کو ڈھونڈتا پھروں؟ اور وہ اپنی حاجت پوری کر کے چلا جائے؟ جناب سعد رضی اللہ عنہ نے شکوک وشبہات کے بارے میں بات نہیں کی بلکہ قرائن کی بات کر رہے ہیں، اگر پائے جائیں تو۔

مرد اپنی بیوی پہ غیرت کرتا ہے اور نہیں چاہتا کہ کوئی اس کی خوبصورتی اور ستر دیکھنے میں اس کا شریک ہو۔ اسی طرح عورت بھی اپنے خاوند پر غیرت کرتی ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ اس کے خاوند سے جو مخصوص تعلقات ہیں ان میں کوئی دوسری عورت شریک ہو اور یہ طبعی غیرت

---

[1] الدارمي، ص: ۱۴۹ ـ المشكاة: ۳۳۰۹ متفق عليه

ہے۔ جبکہ شک کی بنیاد پر ہو۔ لیکن وہم اور قرائن سے خالی شکوک کے سبب اگر ہو تو جائز نہیں۔ کیونکہ یہ زندگی کو جہنم میں بدل دیتے ہیں۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مِنَ الْغِيْرَةِ مَا يُحِبُّ اللّٰه وَمِنَ الْغِيْرَةِ مَا يُبْغِضُ اللّٰهَ فَأَمَّا فَالْغِيرَةُ الَّتِي يُحِبُّهَا اللّٰهُ فَالْغِيْرَةُ فِي الرِّيبَةِ وَأَمَّا الْغِيْرَةُ الَّتِى يُبْغِضُهَا اللّٰهُ فَالْغِيْرَةُ فِي غَيْرِ رِيبَةٍ .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غیرت میں سے ایک وہ ہے جسے اللہ پسند کرتے ہیں۔ بعض قسم کی غیرت وہ ہے جسے اللہ ناپسند کرتے ہیں)۔ جو غیرت اللہ پسند کرتے ہیں وہ ہے جو شک کی بنیاد پہ ہو۔ اور جسے اللہ ناپسند کرتے ہیں وہ جو بغیر شک کے ہو۔''

پس پسندیدہ غیرت وہ ہے جس کے کوئی اسباب ہوں۔ ایسی ادلہ موجود ہوں جو شک پیدا کرتی ہوں۔ تو ایسی صورت میں اس کی تحقیق یا شک میں ڈالنے والے اسباب کو ختم کرنا یا شک کا داعیہ پیدا کرنے والے اسباب کو روکنا واجب ہے۔ اس قسم کی غیرت کو دین مانتا ہے اور اس پر حمیت اسلامیہ اور فطرت سلیمہ ابھارتی ہے۔

مگر شک والے اسباب کے بغیر کی غیرت کو اللہ ناپسند کرتے ہیں۔ اور لوگوں میں ایسے آدمی کو ملامت کی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ پاکیزہ زندگی کو آلودہ کرتا اور پیار محبت کے رشتے کو توڑتا ہے۔

۱۰...... بیوی کے رازوں کی تلاش سے خاوند اجتناب کرے:

خاوند کا اپنی بیوی کے پاس اس کی بے خبری میں آنا مکروہ ہے۔ چنانچہ حدیث ہے کہ:

((نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَطْرُقَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ لَيْلًا يَتَخَوَّنُهُمْ

---

❶ أبو داود: ۲۶۵۹۔ ابن ماجه: ۱۹۹۶۔ الحاکم: ۱/ ۷۸ وصححه۔ صححه الألباني في صحيح الجامع: ۵۹۰۵.

أَوْ يَطْلُبَ عَثَرَاتِهُمْ .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے مرد کو منع کیا ہے کہ وہ رات کو اپنے اہل کے پاس آئے تاکہ ان کی خیانت یا غلطیوں کو معلوم کرے۔''

اس میں عیوب کی تلاش سے بچنے اور دائمی رفاقت پیدا کرنے والی چیز کی ترغیب ہے۔ عورت کا یہ حق ہے کہ اس سے خیانت نہ کی جائے اور نہ اس کی غلطیوں کو ٹٹولا جائے۔ اس طرح کہ ہر اس چیز کو چھوڑ دے جس سے سوءظن پیدا ہو۔ لیکن اگر اس کی خیانت یا غلطی پکڑنے کی نیت نہیں بلکہ کسی اچھے مقصد کے لیے اچانک آنا چاہتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ اس سے اس کی بیوی خوش ہوگی تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر لمبی مدت کے بعد واپس لوٹ رہا ہے تو بہتر یہ ہے کہ وہ اسے بتائے تاکہ وہ اس کے لیے تیاری کرے۔

ایسا نہ ہو کہ وہ آئے اور اس کی بیوی صفائی اور مطلوبہ زینت و جمال کے لحاظ سے غیر مستعد ہو جو ان کے درمیان نفرت کا سبب بن جائے۔ یا یہ کہ وہ اس کو اپنی غیر پسندیدہ حالت میں پائے۔ جبکہ شریعت عیوب کو چھپانے پر ابھارتی ہے اور جس نے بیوی کو اپنے آنے کی خبر دی کہ میں فلاں وقت پہنچوں گا تو اس نے افضل کام کیا۔ نبی کریم ﷺ ایک غزوہ سے مدینہ واپس آرہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے اپنے آنے کی خبر مدینہ پہنچائی اور اپنے ساتھیوں کو ٹھہرنے کا حکم دیا تاکہ عورتیں اپنے خاوندوں کے لیے بن سنور جائیں۔

((قَالَ ﷺ : " أَمْهِلُوا حَتَّى نَدْخُلَ لَيْلًا أَيْ عِشَاءً ، لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ . " وَقَالَ: " إِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ .)) ❷

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ٹھہرو ہم رات کو عشاء کے وقت شہر میں داخل ہوں گے تاکہ پراگندہ بالوں والی کنگھی کرلے اور غائب پانے والی صفائی کرلے۔ اور فرمایا: ''جب پہنچ جاؤ تو جماع، جماع۔'' الکیس ...... کا معنی ہے اولاد کی غرض

❶ صحیح مسلم: ۷۱۵۔ ❷ صحیح مسلم: ۱۰/۲۹۴۔

سے جماع کرنا اور یہ بیویوں کے پاس آنے کا سب سے پسندیدہ مقصد ہے۔''

((قَالَ رَسُولُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَمْ نَرَ (يُر) لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو محبت کرنے والوں کے لیے جماع جیسی چیز ہم نے نہیں دیکھی۔''

۱۱...... بیوی کے علاوہ کسی دوسری عورت کی تفکیر میں مشغول نہ ہو:

شریعت مرد کو حکم دیتی ہے کہ وہ اپنی نظر کو جھکا کے رکھے اور کسی اجنبی عورت کی طرف نہ دیکھے تاکہ اس کی بیوی بھی پاکدامنہ ہو۔ وہ بھی اس کے علاوہ دوسرے مردوں کی طرف نہ دیکھے۔

((قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ: عَفُّوا تَعِفُّ نِسَاءُ كُمْ .)) ❷

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پاکدامن رہو تمہاری عورتیں بھی پاکدامنہ ہوں گی۔''

مگر جب مرد کی نظر غیر ارادی طور پر گاڑی میں سے کسی عورت پر پڑے یا اس کی نگاہ بے پردہ عورت کے چہرے پر پڑے، یا اس کی نگاہ بازار میں تنگ برقع پہن کر فتنہ میں مبتلا کرنے والی پر پڑے، یا اس کی نگاہ کسی عریاں جیسی عورت پر پڑے تو کیا کرے؟...... کیا یہ منظر وہ اپنے سامنے سجائے رکھے اور اسی کے خیالات میں گم رہے؟...... نہیں بلکہ وہ اپنی بیوی کے پاس آئے۔ اس سے صحبت کرے اور اس منظر کو اپنے خیال سے نکال دے جیسا کہ شریعت نے ہمارے لیے بیان کیا ہے۔

((عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ رَأَى امْرَأَةً فَأَتَى امْرَأَتَهُ زَيْنَبَ

---

❶ ابن ماجه: ١٨٤٧ في الزوائد اسناد صحيح رجاله ثقات۔ صححه الألباني في الصحيحه: ٦٢٤۔

❷ الحاكم: ٤/١٥٤۔ وصححه الطبراني في الأوسط: ١٠٠٦۔ حسن اسناده المنذری۔ ضعفه الألباني في الضعيف: ٢٣٢٩۔

وَهِيَ تَمْعَسُ مَنِيْئَةً لَهَا ، فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: " إِنَّ الْمَرْأَةَ تَقْبَلُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ وَتدبرُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ ، فَإِذَا أَبْصَرَ أَحَدُكُمُ امْرَأَةً فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ فَإِنَّ ذٰلِكَ يَرُدُّ مَا فِي نَفْسِهِ .)) [1]

''سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا تو آپ اپنی بیوی رضی اللہ عنہا زینب کے پاس آئے جو اپنے لیے ایک چمڑا رنگ رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنی حاجت پوری کی۔ پھر اپنے صحابہ کی طرف تشریف لائے اور فرمایا: بے شک عورت شیطان کی صورت میں آتی جاتی ہے۔ جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے تو اپنی بیوی سے آ کے صحبت کرے۔ یوں اس کے دل سے اس کا اثر زائل ہو جائے گا۔''

جس آدمی کی شہوت عورت کو دیکھنے سے بھڑک اٹھے، اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور اس سے جماع کر کے اپنی شہوت کو پورا کرتے ہوئے اپنے نفس کو تسکین دے۔ کیونکہ عورت وساوس اور زیب و زینت کے ساتھ برائی کی طرف دعوت دینے میں شیطان کی مشابہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کے دلوں میں عورتوں کی کشش، انھیں اور ان سے متعلق اشیاء کے دیکھنے میں تلذذ رکھ کر عورتوں کو مردوں کے لیے فتنہ بنایا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس قول و فعل سے ہماری یہ راہنمائی فرما رہے ہیں کہ ایسی حالت میں مرد کو کیا کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی واضح کیا کہ مرد اگر اپنی بیوی کو دن میں جماع کے لیے طلب کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگرچہ وہ ایسے کام میں مشغول ہی کیوں نہ ہو جس کا چھوڑنا اس کے لیے مشکل ہو۔ اس لیے کہ شہوت سے کہیں مغلوب شخص کی قضاءِ شہوت لیٹ کرنے سے اس کا جسم یا دل و نگاہ متاثر نہ ہوں۔

---

[1] صحیح مسلم: ۱۸۱/۹۔

۱۲......خاوند حقد و کینہ کی آگ کو بھڑ کانے والے اُمور سے بچے:

ازدواجی زندگی میں بسا اوقات خاوند کے بعض امور بیوی سے چھپانے کے متقاضی ہوتے ہیں جو بیوی کے سینے میں حقد و کینہ کی آگ کو بھڑکانے کا سبب بن جاتے ہیں۔ مثلاً بیوی بیمار ہو جاتی ہے اور اس کا خاوند کام کاج کے لیے چلا جاتا ہے۔ زیادہ مشغولیت اور ذمہ داری کی وجہ سے فون کرنا اور اسے مطمئن کرنا وہ بھول جاتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف وہ اس کی خبر پرسی کی منتظر رہتی ہے۔ جب وہ واپس آتا ہے تو عدم رابطہ پر اسے وہ ڈانٹتی ہے۔ اگر حقیقت بیان کر دے کہ وہ بھول گیا تھا تو اسے غمگین کرے گا اور وہ سوچے گی کہ اس کی زندگی میں میری کوئی حیثیت نہیں۔ جبکہ بھول تو ویسے ہی معاف ہے۔ لیکن ممکن ہے بعض عورتوں کے ساتھ ایسا معاملہ ان میں نفرت یا میاں بیوی کے درمیان فتنہ اور لڑائی جھگڑا پیدا کر دے۔ بنابریں اس کے لیے جائز ہے کہ اسے ایسی میٹھی بات کہے جو محبت بڑھائے اور دل خوش کر دے اور دونوں کے درمیان زندگی کو خوبصورت بنا دے۔ اگرچہ کہی گئی بات جھوٹ ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ شریعت نے میاں بیوی دونوں کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ ایسا جھوٹ جائز قرار دیا ہے جو ان میں محبت، دل کی صفائی اور انتفاع کی زیادتی کا باعث بنے۔

((عَنْ أُمِّ كُلْثُومَ بِنْتِ عُقْبَةَ قَالَتْ: مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ رَخَّصَ فِي شَيْءٍ مِنَ الْكَذِبِ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ: اَلرَّجُلُ يَقُولُ الْقَوْلَ يُرِيْدُ بِهِ الْإِصْلَاحَ، وَالرَّجُلُ يَقُولُ الْقَوْلَ فِي الْحَرْبِ وَالرَّجُلُ يُحَدِّثُ امْرَأَتَهُ وَالْمَرْأَةُ تُحَدِّثُ زَوْجَهَا.)) [1]

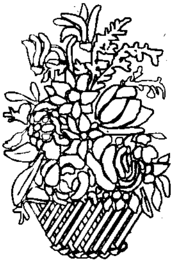
"سیدہ ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو کسی چیز میں جھوٹ کی رخصت دیتے نہیں سنا سوائے تین چیزوں کے: آدمی کوئی خلاف واقعہ بات صلح کروانے کی نیت سے کہے یا جنگ میں کہے یا مرد بیوی

[1] المسند: ٢٦٨٦٦۔ أبوداود: ٤٩١٧۔ صححه الألباني في صحيح سنن أبي داود: ٤٩٢١۔

اور بیوی مرد سے کہے۔"

میاں بیوی کے درمیان ایسا جھوٹ جو اتفاق ومحبت بڑھائے دھوکہ مراد نہ ہو۔ جیسا کہ بعض لوگ دونوں کی ایک دوسرے کو میٹھی بات کہنے کو ناجائز کہتے ہیں۔ مثلاً مرد بیوی سے کہتا ہے کہ میری نظر میں تو سب سے خوبصورت عورت ہے۔ یا بیوی خاوند سے کہے کہ تو دنیا میں سب سے اچھا انسان ہے۔ بلکہ یہ تو خاندان کے روابط کو اور مضبوط کرے گا۔ بلکہ یہ تو میاں بیوی میں پیار محبت، غزل اور شب گوئی کی مجالس کے ماحول کو بہتر بنانے کے لیے جائز ہے۔ ایسی مجلسوں میں اس قسم کے مبالغات اچھے ہوتے ہیں۔

پس جب مرد اپنی بیوی سے رہنے سہنے میں، محبت میں اور اضافہ کے امور میں کوئی بات کر کے اسے اہمیت دے اور امید دلائے۔ خلاف واقعہ اس سے بہت زیادہ محبت کا اظہار کرے تو اس سے اس کے ساتھ رفاقت میں ہمیشگی آئے گی۔



سوم:

بیوی کی تفریح کے لیے بعض تفریحی امور کا اہتمام کرنا

مرد کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بعض اشیاء عورت کے لیے جائز کی گئی ہیں جو آدمی کے لیے بھی جائز نہیں کی گئیں۔ مثلاً بچیوں کا گڑیا سے کھیلنا، جو کہ تصویریں بنانے کی نہی سے استثناء ہے اور اسی طرح دف بجانا مباح ہے۔ جو کہ آلات لھو سے استثناء ہے وغیرہ۔

اس لیے اسے جاننا چاہیے کہ نبی مکرم ﷺ ایک آسان آدمی تھے اور حسن معاشرت میں اپنی بیویوں کے لیے سب لوگوں سے اچھے انسان تھے۔ یہاں تک کہ انصاری بچیوں کو اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان سے کھیلنے کے لیے بھیج دیتے تھے اور جب کوئی غیر محذور کام کرتیں تو ان کی موافقت فرماتے، اور جب کوئی مشروب پیتی تھیں تو آپ ﷺ اسی جگہ پہ منہ لگا کے پیتے جہاں سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے منہ لگا کے پیا ہوتا۔ اور جب کوئی ہڈی والا گوشت کھاتیں تو آپ ﷺ بھی پکڑ کر ان کے منہ لگانے کی جگہ پہ منہ رکھ کر اس گوشت کو تناول فرماتے۔ اور آپ ﷺ ان کی گود میں ٹیک لگا لیتے اور گود میں سر مبارک رکھ کر قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ جب کہ بسا اوقات وہ ایام حیض میں ہوتیں تھیں۔ آپ ﷺ روزے کی حالت میں ان کا بوسہ لے لیتے تھے، آپ ﷺ نے مسجد میں حبشی لوگوں کا کھیل ان کو دکھلایا اور وہ آپ کے کندھے پہ ٹیک لگا کے دیکھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے سفر میں دو مرتبہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوڑ لگائی۔ ایک مرتبہ وہ سبقت لے گئیں اور دوسری مرتبہ آپ سبقت لے گئے۔ تو فرمایا: یہ اس پہلی دوڑ کے بدلے میں ہے۔ ایک مرتبہ گھر سے نکلنے میں آپ دونوں نے ایک دوسرے کو دھکیلا بھی۔ [1]

[1] ابن القیم فی زاد المعاد: ۱/۱۵۳۔ المناوی فی فیض القدیر: ۳/۴۹۶۔

اس لیے مرد کو چاہیے کہ وہ حسن مزاح کا بیوی سے اظہار کرے اور اسے ایسا ماحول دے جو اس کے لیے تسکین نفس کا باعث بنے۔ مثلاً:

ا...... ہم خیال خواتین کی فراہمی:

عورت زندگی میں ہم عمر، ہم خیال اور ہم اخلاق عورتوں سے ایسی سرگرمیوں کی خواہاں ہوتی ہے جن میں اس کے لیے بے حد خوشی اور تسلی ہو۔ اور آپ ﷺ بھی ایسی چیزوں میں اپنی بیویوں کا خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ صحیح حدیث ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: " كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَكَانَ لِي صَوَاحِبُ يَلْعَبْنَ مَعِي، فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ يَتَقَمَّعْنَ مِنْهُ فَيُسَرِّبُهُنَّ إِلَيَّ فَيَلْعَبْنَ مَعِي .)) [1]

" اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: میں نبی کریم ﷺ کے پاس گڑیوں کے ساتھ کھیلتی تھی اور میری کچھ سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلا کرتیں تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ داخل ہوتے تو وہ دیکھ کر چھپ جاتیں۔ آپ ﷺ انہیں میری طرف بھیجتے اور وہ مجھ سے کھیلنے لگ جاتیں۔"

اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کچھ ہم عمر سہیلیاں تھیں جو ان کے ساتھ کھیلتی تھیں اور وہ آپ ﷺ سے حیاء کے مارے ڈر کر پردہ کے پیچھے چھپ جاتی تھیں۔ مگر آپ ﷺ حسن معاشرت کی بناء پر شفقت کرتے ہوئے انہیں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیتے۔ اس لیے مرد کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے لیے اس کی ہم عمر اور ہم عقل عورتوں کا ماحول فراہم کرے یا اس ضمن میں وہ اس کا تعاون کرے تا کہ اس کی بیوی خود اپنے لیے دیندار اور نیک عورتیں تلاش کرے۔ اور خاص طور پر جب وہ اپنی معرفت والی عورتوں سے دور ہو۔

۲...... کھیلوں میں بیوی کی عمر اور عقل کا لحاظ اور اس کے افکار میں شراکت کرنا:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: " قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ غَزْوَةِ

[1] صحیح مسلم: ۱۵/ ۲۰۰۔

تَبُوكَ أَوْ خَيْبَرَ وَفِي سَهْوَتِهَا سِتْرٌ فَهَبَّتِ الرِّيحُ فَكَشَفَتْ نَاحِيَةَ السِّتْرِ عَنْ بَنَاتٍ لِعَائِشَةَ لُعَبٍ فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا عَائِشَةُ؟ قَالَتْ: بَنَاتِي وَرَأَى بَيْنَهُنَّ فَرَسًا لَهُ جَنَاحَانِ مِنْ رِقَاعٍ فَقَالَ: مَا هٰذَا الَّذِي أَرَى وَسْطَهُنَّ؟ قَالَتْ: فَرَسٌ۔ قَالَ: وَمَا هٰذَا الَّذِي عَلَيْهِ؟ قَالَتْ: جَنَاحَانِ۔ قَالَ: فَرَسٌ لَهُ جَنَاحَانِ؟ قَالَتْ: أَمَا سَمِعْتَ أَنَّ لِسُلَيْمَانَ خَيْلًا لَهَا أَجْنِحَةٌ؟ قَالَتْ فَضَحِكَ حَتَّى رَأَيْتُ نَوَاجِذَهُ .)) [1]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک یا غزوۂ خیبر سے واپس تشریف لائے۔ ان کے گھر کے روزن پہ ایک پردہ تھا۔ ہوا چلی اور ان کی گڑیا اور کھلونوں سے پردہ اٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: عائشہ یہ کیا ہے؟ کہا یہ میری گڑیاں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں ایک گھوڑا دیکھا جس کے دو پر تھے۔ فرمایا: جو میں دیکھ رہا ہوں ان کے درمیان یہ کیا ہے؟ کہنے لگیں: یہ گھوڑا ہے۔ فرمایا: اس کے اوپر کیا ہے؟ کہنے لگیں: یہ دو پر ہیں۔ فرمایا: گھوڑے کے دو پر؟ کہنے لگیں: کیا آپ نے سنا نہیں کہ سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پر ہوتے تھے۔ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندرونی دانت تک دیکھ لیے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ گڑیوں وغیرہ کے ساتھ کھیلنا گھر کے کام کاج، بچوں اور ان کی تربیت کے لیے بچپن سے ضروری ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی چھوٹی عمر کا خیال رکھتے، ان کی عقلی درجہ تک اتر آتے اور ان کی کھیلوں میں ان کے تفکرات کو جاری رکھتے۔

اس وقت کمپیوٹر کی ایسی کھیلیں جو ممنوعہ چیزوں سے خالی ہیں، کثرت سے موجود ہیں۔

---

[1] أبوداود: ٤٩٣٢۔ صححه الألباني فی المشكاة: ٣٢٦٥

آدمی اپنی بیوی کے لیے ان میں سے مناسب کھیلیں حاصل کرسکتا ہے اور کچھ وقت کے لیے اس کے ساتھ اسے خود کھیلنا بھی چاہیے۔

۳...... ایسے مقابلہ جات تشکیل دینا جن میں بیوی بھی شریک ہو:

آدمی کے لیے یہ بات مستحب ہے کہ وہ ایسے مقابلہ جات تشکیل دے جن میں اس کی بیوی بھی شریک ہو۔ جیسا کہ حمل کے آخری ایام میں اس کے ساتھ پیدل چلنا۔ تاکہ اس کے لیے وضع حمل آسان ہو۔ نبی مکرم ﷺ اپنے بلند پایہ مقام کے باوجود ایسے مقابلہ جات اپنے اور اپنی بیوی کے درمیان چلتے لشکر سے پیچھے رہ کر کرتے تھے۔

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا كَانَتْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، قَالَتْ فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلَى رِجْلَيَّ فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِي، فَقَالَ: هٰذِهِ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ .)) [1]

"اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ: وہ ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھیں۔ کہتی ہیں کہ میں نے نبی مکرم ﷺ کے ساتھ دوڑ لگائی اور میں سبقت لے گئی۔ پھر جب میں (کچھ موٹاپے کی وجہ سے) وجود میں بھاری ہوگئی اور تب دوڑ لگائی تو آپ ﷺ مجھ سے سبقت لے گئے۔ فرمایا: یہ آپ کی گزشتہ سبقت کا بدلہ ہوگیا۔"

۴...... جائز کھیل کود کا موقع دینا:

خاوند کو بیوی کا اس اعتبار سے بھی خیال رکھنا چاہیے کہ ممکن ہے وہ جائز کھیل کود میں رغبت رکھتی ہو۔ اب تو بعض ملکوں میں ایسے بھی سٹیڈیم ہیں جو کچھ دن فقط عورتوں کے لیے خاص کرتے ہیں۔ جن میں وہ جائز کھیلیں دیکھ سکتی ہیں۔ اگر وہ بالفعل شرعی اور اخلاقی مخالفات سے خالی ہوں تو مرد کو موقع دینے میں کوئی ممانعت نہیں ہونی چاہیے۔ اور یہ فقط عورتوں کے ساتھ ہو۔ اسے مرد حضرات نہ دیکھیں۔ (اور اس میں ویڈیو ریکارڈنگ وغیرہ بھی نہ ہو) بلاشبہ

[1] ابو داود: ۲۵۷۸۔ الألباني صححه في المشكاة: ۳۲۵۱

نبی ﷺ نے بھی اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حبشی نوجوانوں کا کھیل دیکھنے کا موقع دیا تھا اور عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے آپ کو حبشیوں کے دیکھنے سے چھپائے ہوئے تھیں۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى أَكُونَ أَنَا الَّذِي أَسْأَمُ، فَاقْدُرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيثَةِ السِّنِّ الْحَرِيصَةِ عَلَى اللَّهْوِ .)) ❶

"اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ اپنی چادر سے مجھ پہ پردہ کیئے ہوئے تھے اور میں مسجد میں حبشی لوگوں کا کھیل دیکھ رہی تھی حتی کہ میں ہی اکتا گئی۔ اس لیے کھیل کود کو پسند کرنے والی نوعمر بچیوں کا خیال رکھو۔"

۵...... بیوی کو اپنے ساتھ کھیلنے کا بھی موقع دینا چاہیے:

((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لِجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُمَا فِي عَوْدَةٍ مِنْ غَزْوَةٍ: " فَهَلَّا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا تُضَاحِكُكَ وَتُضَاحِكُهَا وَتُلَاعِبُكَ وَتُلَاعِبُهَا .)) ❷

"نبی کریم ﷺ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا کہ جب آپ دونوں ایک غزوہ سے واپس آرہے تھے۔ تم نے کسی کنواری سے شادی کیوں نہیں کی؟ تاکہ وہ تجھے ہنساتی اور تو اسے ہنساتا۔ وہ تجھ سے کھیلتی اور تو اس سے کھیلتا؟"

پس شریعت مرد کو بیوی کے ساتھ کھیلنے، ملاطفہ کرنے، ہنسنے ہنسانے اور اسی طرح بیوی کو بھی موقع دینے کی ترغیب دیتی ہے۔ اور یہ حسن معاشرت کے لیے بہت ضروری ہے۔ کیونکہ

❶ صحیح البخاری: ٥٢٣٦۔

❷ صحیح مسلم: ١٠/٢٩٤

اس میں تکلف، توقیر وسنجیدگی کو ایک طرف کر دیا جاتا ہے جو کہ نفرت کا سبب ہے۔

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : كُلُّ شَيْءٍ لَيْسَ بِذِكْرِ اللّٰهِ فَهُوَ لَعِبٌ إِلَّا أَرْبَعُ خِصَالٍ: مَشْيُهُ بَيْنَ الْغَرَضَيْنِ ، وَتَأْدِيبُهُ فَرَسَهُ ، وَمُلَاعَبَتُهُ أَهْلَهُ ، وَتَعْلِيمُ السَّبَاحَةِ .)) ❶

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ذکر کے علاوہ ہر چیز کھیل کود ہے مگر چار کام: آدمی کا دو مقاصد کے حصول کے لیے چلنا۔ اپنے گھوڑے کو سدھانا۔ اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا اور تیراکی سیکھنا۔"

میاں بیوی کی ایک دوسرے کے ساتھ کھیل کود میں سنجیدگی سے ایسی خوشی اور نشاط پیدا ہوتی ہے جس سے زندگی کی روح کی تجدید ہوتی رہتی ہے۔



❶ عشرة النساء، ص: ٨٨۔ صححه الألبانی فی الصحیحه: ٣١٥۔

چہارم:

مرد کے لیے بیوی جیسی نعمت پر اللہ کے شکر کا وجوب

ا...... صالحہ بیوی کے ذریعے اپنی عفت کی حفاظت پر اللہ کا شکر ادا کرنا:

شریعت نے بیان کیا ہے کہ نیک بیوی ایک سعادت ہے۔ اور جس مرد کو نیک بیوی مل گئی تو گویا اسے زندگی میں سعادت مل گئی۔ جس پر اسے اللہ کی تعریف کرنی چاہیے کیونکہ اس نے نیک بیوی کے حصول کی توفیق دے کر اس کی عزت کو محفوظ کیا۔ تو اسے اس انعام پر اللہ کی تعریف کرنی چاہیے۔

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : مِنَ السَّعَادَةِ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ تَرَاهَا تُعْجِبُكَ وَتَغِيبُ فَتَأْمَنُ عَلَى نَفْسِهَا وَمَالِكَ .)) [1]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کے لیے سعادت مندی میں سے نیک بیوی کامل جانا بھی ہے کہ جب تو اسے دیکھے تو تجھے اچھی لگے اور جب تو غائب ہو تو اسے اپنی ذات اور تمہارے مال پر امین پائے۔ (یعنی اپنی عزت کی بھی حفاظت کرے اور تمہارے مال کی بھی۔)"

تو نیک بیوی ہی عورتوں میں سب سے بہتر ہوا کرتی ہے۔ حدیث میں اس کی تفسیر یوں کی گئی ہے کہ جب تو اس کی طرف دیکھے تو وہ تجھے خوش کر دے۔ اور جب تو اس پہ قسم ڈالے تو وہ پوری کر دے۔ اور جب تو اس سے غائب ہو تو وہ اپنے نفس اور تیرے مال کی حفاظت کرے۔ اور اپنے مال اور نفس میں تیری مخالفت نہ کرے۔ پس جب بیوی ان اوصاف کی حامل ہوگی تو کیا مرد کے لیے اس سے بھی بڑا کوئی اور فائدہ ہوسکتا ہے؟ خاوند کو چاہیے کہ وہ اللہ عزوجل کی تعریف وثناء کرتا رہے کہ جس نے اسے اس جیسی نیک بیوی کا تحفہ دیا جو دنیا کا حقیقی متاع ہے۔

[1] الحاکم: ۲/۱۶۲ وصححه۔ حسنه الألبانی فی صحیح الترغیب: ۱۹۱۱۵

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ .)) ❶

" جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا سارے کا سارا ساز وسامان ہے اور اس میں سے بہترین متاع نیک بیوی ہے۔"

جب بیوی صالحہ عورت ہوگی تو خاوند کو ساری دنیا میں یہی سب سے زیادہ پیاری لگے گی۔

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: حُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا النِّسَاءُ وَالطِّيبُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ .)) ❷

" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے دنیا میں سے عورتیں اور خوشبو پسند ہیں۔ جب کہ میرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے۔"

۲...... نیک بیوی کی صورت میں نصف دین کی تکمیل پر اللہ کا شکر ادا کرنا:

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ امْرَأَةً صَالِحَةً فَقَدْ أَعَانَهُ عَلَى شَطْرِ دِيْنِهِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي الشَّطْرِ الْبَاقِيْ .)) ❸

" رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی قدر ہے: جسے اللہ نے صالحہ بیوی عطا کی تو گویا اس کے نصف ایمان کی تکمیل میں اللہ نے اس کی مدد کی۔ پس اسے باقی نصف ایمان کے بارے میں اللہ سے ڈرنا چاہیے۔"

جب مرد کی بیوی نیک ہے تو یقیناً یہ اللہ کی طرف سے نصف دین میں تعاون ہے۔ اس پر اللہ کی تعریف کرے جس نے اسے اس نعمت کی توفیق دی۔ اس لیے کہ جب وہ اس کی طرف دیکھتا ہے تو اسے وہ خوشکن اور اچھی لگتی ہے۔ وہ اس کا حق پہچانتے ہوئے ہمیشہ اس کے لیے بن سنور کے رہتی ہے۔ تا کہ اس کا خاوند ہمیشہ اسے اچھی حالت میں دیکھے۔

---

❶ صحیح مسلم: ۱۰/ ۲۹۸.
❷ صححه الألبانی فی صحیح سنن النسائی: ۳۹۳۹
❸ الحاکم: ۲/ ۱٦١ وصححه۔ حسنه الألبانی لغیره فی صحیح الترغیب: ۱۹۱٤

پنجم:

شادی کرنے والا عورت میں درج ذیل صفات کا خیال رکھے

۱......صاحب دین کو ترجیح دے:

نبی کریم ﷺ نے اس ضمن میں مرد کی راہنمائی یوں فرمائی ہے کہ وہ دین والی عورت کا انتخاب کرے۔ اس بنا پر وہ بیوی کی طرف سے پہنچنے والے ممکن مفاسد سے محفوظ رہے گا اور اس انتخاب کے ساتھ وہ کامیاب رہے گا۔ اور اس سے اپنی دلی مراد بھی پوری کرلے گا۔ یہ اس کے لیے مال کی طرف دیکھنے سے بہتر انتخاب ہوگا۔ جب آدمی نبی معظم ﷺ کی راہنمائی پر عمل کرے گا تو اس کی حالت ان لوگوں سے بہتر ہوگی جو عام طور پر فقط مال ،خاندان اور خوبصورتی چاہتے ہیں اور اُن کے ہاں دینداری آخری مقصود العین ہوتی ہے۔ اگر عورت میں پائی گئی تو بھی ٹھیک، نہ پائی گئی تو بھی درست۔ جب کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارک ہے:

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا ، فَاظْفُرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ .)) [1]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت سے عام طور پر چار چیزوں کی بنا پر شادی کی جاتی ہے۔ اس کے مال ،خاندان، خوبصورتی اور دینداری کی وجہ سے۔ تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں! دین والی کے ساتھ کامیابی حاصل کرو۔"

۲......آدمی دین اور دوسری صفات کے ساتھ کنواری کو ترجیح دے:

شریعت کنواری سے شادی کی ترغیب دیتی ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا:

[1] صحیح البخاری ٥٠٩٠۔ وصحیح مسلم: ١٠/٢٩٣۔

((هَلْ تَزَوَّجْتَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟ قُلْتُ: ثَيِّبًا، قَالَ: فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ لِي أَخَوَاتٌ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ امْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ وَتَقُومُ عَلَيْهِنَّ " وَفِي رِوَايَةٍ: " فَأَيْنَ أَنْتَ مِنَ الْعَذَارَى وَلِعَابِهَا؟)) ❶

''جابر! کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! دریافت فرمایا: کنواری یا مطلقہ سے؟ میں نے عرض کیا: مطلقہ سے۔ فرمایا: کنواری سے کیوں نہیں کی۔ تو اس سے کھیلتا اور وہ تجھ سے کھیلتی؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) میری (غیر شادی شدہ) کئی بہنیں ہیں۔ اس لیے میں نے ایک ایسی عورت سے شادی پسند کی جو ان سب کو جمع رکھے (یعنی پریشان نہ ہونے دے)، ان کی کنگھی کرے اور ان کی خدمت کرے ۔ ایک روایت میں ہے فرمایا: تو دوشیزہ لڑکیوں اور ان کے کھیلنے سے بے خبر ہے۔''

کنواری چونکہ کھیل کے لحاظ سے نئی ہوتی ہے اور کنواری کو اس لیے خاص کیا تاکہ مکمل انس و محبت حاصل ہو کیونکہ مطلقہ وغیرہ کا دل ممکن ہے پہلے خاوند سے معلق ہونے کی بنا پر اُس سے مکمل محبت حاصل نہ ہو۔ سیّدنا عثمان بن عفان نے ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے ساتھ گفتگو میں یہی معنی مراد لیا ہے۔

سیّدنا علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: میں منیٰ میں عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ چل رہا تھا۔ راستے میں انھیں جناب عثمان رضی اللہ عنہ ملے اور کھڑے ہو کر بات کرنے لگے۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے ابو عبد الرحمٰن! کیا ہم آپ کی شادی ایک نوجوان لڑکی سے نہ کر دیں؟ شاید وہ تمھیں گزشتہ وقت یاد دلا دے۔ دوسری روایت کے مطابق یوں ہے: کنواری

❶ صحیح مسلم، باب استحباب نکاح البکر/ حدیث: ۳٦٤١، ۳٦۳٦

لڑکی سے تمہاری شادی نہ کر دیں؟ شاید کہ وہ تمہاری ماضی کی یادیں لوٹا دے۔'' ❶

'' نوجوان لڑکی سے نکاح اس لیے مستحب ہے کہ اس سے نکاح کے مقاصد پورے ہوتے ہیں ۔ یہ استمتاع کے لحاظ سے بہت اچھی اور مقصود نکاح کے لحاظ سے بہت مرغوب ہوتی ہے۔ اچھے رہن سہن ، میٹھی گفتگو، خوبصورت منظر، نرم وملائم جلد والی اور اپنے خاوند کی پسندیدہ عادات کے مطابق ڈھلنے کے بہت قریب ہوتی ہے۔ اگر آدمی مطلقہ عورت کو کسی ضرورت کے پیش نظر ترجیح دے جیسا کہ وہ خود بڑی عمر والا ہو اور ایسی عورت کا محتاج کہ جو اس کی حالت کو سمجھے اور اس کا خیال کرے ۔ یا اس کی اولاد یا بہنیں ہوں جن کی تربیت کے لیے ایک اس جیسی عورت کی ضرورت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ۔ جس طرح کہ سیّدنا جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہما) نے اپنی بہنوں کی دیکھ بھال کے لیے مطلقہ سے شادی کی تھی۔

۳......زیادہ محبت کرنے اور زیادہ بچے جنم دینے والی عورت کو ترجیح دے:

ایک آدمی نبی مکرم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) مجھے ایک خاندانی، مالدار اور سٹیٹس والی عورت کے بارے معلوم ہوا ہے مگر وہ بانجھ ہے۔ کیا میں اس سے شادی کرلوں؟ تو آپ ﷺ نے اسے منع کر دیا۔ پھر دوسری مرتبہ آیا اور اسی طرح کہا، پھر تیسری مرتبہ آیا تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا:

((تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ .)) ❷

''بہت زیادہ محبت کرنے والی اور بہت زیادہ بچے جنم دینے والی عورت سے شادی کرو۔ بے شک میں تمہاری کثرت سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔''

عربی میں '' وَدُوْد'' خاوند سے بہت زیادہ محبت کرنے والی عورت کو کہتے ہیں۔ اور یہ اس کی قریبی رشتہ دار عورتوں سے پہچانا جا سکتا ہے اور اسی طرح کنواریوں میں زیادہ بچے دینے

---

❶ صحیح مسلم : ۱۰/۱۷۶۔

❷ أبو داود: ۲۰۵۰۔ الحاکم: ۲/۱۶۲۔ وصححه کما صححه الألبانی فی صحیح الترغیب: ۱۹۲۱.

والی پہچانی جاتی ہے کہ اس کی ماں، اس کی دادیاں، خالائیں اور بہنیں وغیرہ دیکھی جائیں۔ [1]

زیادہ محبت کے ساتھ زیادہ اولاد والی ہونا بھی ایک سعادت اور نعمت ہے۔ اسی لیے شریعت نے شادی کرنے والے کو زیادہ محبت والی کی ترغیب دی ہے، تاکہ ازدواجی زندگی خوش گوار راہوں پر چلتی رہے۔ کیونکہ بہت سے مرد جب شادی کے بعد دیکھتے ہیں کہ اس کی بیوی بچے پیدا نہیں کر سکتی تو وہ دوسری شادی کی کوشش شروع کر دیتے ہیں، یہ اچھا عمل ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں۔ کیونکہ اس کا مقصد اولاد حاصل کرنا ہے۔ پھر بانجھ عورت کو چھوڑ دیتا ہے اور قدرت کے باوجود نئی بیوی کے ساتھ اسے بیوی بنا کے نہیں رکھتا۔ بلکہ اسے طلاق دے دیتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ اس کا یہ مرض اللہ کی طرف سے ہے، اس کے بس کی بات نہیں۔ اگر دو بیویوں کے اخراجات اٹھانے کی استطاعت نہیں رکھتا تو پھر یہ درست ہے ورنہ نہیں۔

اس جیسے شخص کو اللہ کا شکر کرتے رہنا چاہیے کہ اس نے اسے بانجھ نہیں کیا۔ وہ آدمی جو شادی کے بعد دیکھتا ہے کہ اللہ نے اس کی بیوی کی قسمت میں بانجھ پن لکھا ہے تو اسے اللہ کے انبیاء ابراہیم اور زکریا علیہما السلام کی اقتداء کرتے ہوئے اس کو اپنے گھر بسانا چاہیے۔ ان دونوں کی بیویوں کی حالت بھی بانجھ پن کی ہی طرح تھی اور انہوں نے ان پہ صبر کیا حتی کہ عمر رسیدہ ہوگئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی بیویوں کو اللہ کی قضاء وقدر کو قبول کرنے، اللہ کے حکم پر راضی رہنے اور اپنا معاملہ اللہ کریم کے سپرد کر دینے کی بنا پر انہیں بچہ پیدا کرنے کے قابل بنا دیا۔ (حالانکہ وہ بوڑھی ہو چکی تھیں۔) مگر ان دونوں بزرگوں نے پورے یقین کے ساتھ اللہ عزوجل سے اولاد کی طلب جاری رکھی تھی۔ کیونکہ وہی رب کریم ہے جو جسے چاہتا ہے بیٹے اور بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بنا اولاد رکھتا ہے۔

تو اس طرح کا یقین وایمان اس آدمی کے حق میں بہت افضل ہو جاتا ہے جو اپنے آپ کے بارے میں جانتا ہو کہ اولاد کے نہ ملنے پر وہ صبر وتحمل سے کام لے سکتا ہے۔ یا جس آدمی نے اپنا سارا مال پہلی شادی پر خرچ کر دیا، اب وہ دوسری شادی کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو

---

[1] السلام توضیح الأحکام: ٣٤٨/٤

اس کے لیے بھی صبر وتحمل باعث سعادت بن جاتا ہے۔

شریعت مطہرہ بھی مسلمان آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکلیف دہ تقدیری معاملات پر صبر کرنے کی تلقین کرتی ہے، چنانچہ یہاں صبر افضل ہے۔ کیونکہ یہ عبادت کا عمل ہے، رہا طلاق کا معاملہ..... تو وہ بہر حال مکروہ ہے۔ کوئی عبادت کا ذریعہ تو نہیں کہ جس سے اللہ کا قرب حاصل کیا جا سکے۔

۴..... مرد عورتوں میں سے برکت والی کو ترجیح دے:

مرد جب اپنی ہم پلہ یعنی دنیاوی اُمور کے لحاظ سے برابر والی (مثلاً تعلیم میں، گھرانہ اور رہن سہن کے ماحول وغیرہ میں) عورتوں میں سے کسی کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ کرتا ہے جو اس کی معاشرتی مستویٰ میں برابر کی ہوتی ہے جیسے کہ تعلیم، برادری، حسن و جمال اور رہن سہن کے طور طریقوں میں ہم پلہ اور اس عورت میں اس کی مرغوبہ صفات بھی موجود ہوں تو ایسے مرد کو ان لوگوں کی طرح نہیں کرنا چاہیے جو ازدواجی زندگی کی ابتدا میں ہی مشکل میں پڑ جاتے ہیں۔ لڑکی والوں کی طرف سے بہت زیادہ مطالبات پورے کرنے کے لیے بلاسُود قرضوں یا سودی قرضوں کے بوجھ تلے دب جاتے ہیں۔ اسے آسان اخراجات والی کہ جس میں مطلوبہ صفات موجود ہوں، اختیار کرنی چاہیے۔ اس طرح ان شاء اللہ یہ بہت برکت والی عورت ہوگی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَعْظَمُ النِّسَاءِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُمْ مُؤْنَةً.)) [1]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ برکت والی عورت وہ ہے جو سب سے کم لاگت والی ہو۔"

۵..... مرد کو اللہ تعالیٰ سے بہترین بیوی کا سوال کرنا چاہیے:

مرد جب کسی عورت سے شادی کرتا ہے تو اسے معلوم نہیں ہوتا کہ تقدیر نے اس کے لیے

[1] المسند: ۸۲/۶۔ المجمع: ۲۵۵/۴۔ الحاکم: ۱۷۸/۲ وصححه و وافقه الذهبي۔ ضعفه الألباني في الضعيفه: ۱۱۱۷

اس بیوی میں پوشیدہ امور میں سے کیا کچھ چھپا رکھا ہے۔ لہٰذا اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اللہ سے دعا کرے کہ اس کی بھلائی اسے نصیب کرے اور اس کے شر سے محفوظ رکھے۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا أَفَادَ أَحَدُكُمْ امْرَأَةً ، أَوْ خَادِمًا أَوْ دَابَّةً فَلْيَأْخُذْ بِنَاصِيَتِهَا ، وَلْيَقُلْ : اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِهَا وَخَيْرِ مَا جَبَلْتَ عَلَيْهِ ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَ عَلَيْهِ .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص بیوی یا خادم یا سواری لائے تو اس کی پیشانی پکڑ کر یہ دعا پڑھے: '' اے اللہ میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس بھلائی پہ تو نے اسے پیدا کیا ہے اس کا سوال کرتا ہوں۔ اور اس کے شر سے اور جس شر پہ تو نے اسے پیدا کیا ہے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

آخر میں ہم یہ کہیں گے: مرد کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جب تک وہ اپنی بیوی کے ساتھ معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا اور اس کے ساتھ حسن معاشرت صرف اللہ کی رضا کے لیے کرے گا جس نے اسے ایسا پیش آنے کا حکم دیا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی بیوی کو اس کے لیے درست فرما دے گا اور اس کا دل اس کی رضا میں پھیر دے گا۔ اللہ تعالیٰ میاں بیوی سے زیادہ کسی کے دلوں میں محبت نہیں ڈالتے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے:

((فَإِنَّ الْقُلُوْبَ بَيْنَ أَصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللّٰهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ .)) ❷

''بے شک دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ وہ انہیں پھرتا ہے جیسے چاہتا ہے۔''

---

❶ سنن ابن ماجه: ١٩١٨۔ الحاكم: ٢/٢ وصححه۔ حسنه الألباني في صحيح سنن ابن ماجه: ١٩١٨

❷ المسند: ١١٨٥٤۔ ابن ماجه: ٣٩١٧۔ صححه الالباني في صحيح سنن الترمذي: ٢١٤٠

آدمی کو چاہیے کہ ہماری اس کتاب کی معلومات پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ وہ اللہ عزوجل سے دعا بھی کرتا رہے کہ جس نے فرمایا: ﴿ وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ ﴾ [الأنبياء: ۹۰] ''اور ہم نے زکریا (علیہ السلام) کے لیے اس کی بیوی کو درست کر دیا۔'' یعنی وہ بچہ جننے کے قابل ہو گئی۔ (اور پھر ہم نے اسے یحییٰ جیسا صالح بیٹا عطا کر دیا۔) کہ اس کی بیوی کو بھی اللہ کریم اس کے لیے درست کر دے۔ عنقریب وہ ازدواجی سعادت اور اخروی ثواب پائے گا۔ ان شاء اللہ۔ جس سے بہت سارے لوگ محروم ہیں۔ وہ اپنی بیویوں کے معاملہ میں اللہ سے نہیں ڈرتے۔ انہوں نے شریعت اسلامیہ کے علاوہ اور کہیں سے آداب زندگی لیے ہیں۔



تیسری بحث

عورت کے ذمہ مرد کے مقام کی پہچان

عورت کی نسبت مرد کے مقام کی فضیلت:

عورت کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے سرداری مرد کو دی ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ﴾ [النساء: ٣٤]

"مرد عورتوں پہ حاکم ہیں۔ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔ پس نیک فرمانبردار عورتیں خاوند کی عدم موجودگی میں بحفاظت الٰہی نگہداشت رکھنے والیاں ہیں۔"

پس مرد عورت پر حاکم، اس کا سردار اور بڑا ہے۔ وہ اسے درست رکھنے والا اس پر حاکم ہے۔ جب اس میں کجی آئے تو مرد اسے ادب سکھانے والا ہوتا ہے۔ آدمی اس پر امیر ہے۔ لہٰذا اسے اللہ کے حکم کے مطابق اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔ اور اس کی اطاعت یہ ہے کہ وہ اس کے بچوں اور دیگر اہل خانہ کے لیے محسنہ ہو۔ اس کے مال کی حفاظت کرنے والی ہو۔ عورت کو یہ بھی جاننا چاہیے کہ مرد عورتوں سے دو وجوہات کی بنا پر افضل ہیں۔ ایک یہ ہے: ﴿اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے﴾ ...... پس مرد عورت سے عقل و علم میں کامل اور بہتر ہوتا ہے۔ اسی لیے نبوت صرف مردوں کے ساتھ خاص ہوا کرتی تھی۔ اسی طرح

معاملات کی حسن تدبیر میں، کام کاج اور اطاعت گزاریوں کے لیے وافر قوت، فتوی دینے، امامت و قیادت، منصب قضاء، گواہی اور حکمرانی جیسے تمام اُمور مرد کے ساتھ خاص ہیں۔ جیسا کہ سیّدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَهُمْ امْرَأَةً .)) ❶

''وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جس نے عورت کو اپنا حکمران بنالیا۔''

جس طرح حکمران اپنی رعیت سے پریشانیوں کو دور کرتے ہیں اسی طرح مرد بھی عورتوں سے مشکلات کو ہٹاتے ہیں۔

مردوں کے وجود اور طبیعتوں میں عورتوں کی نسبت قوت زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ مردوں کی طبیعت پر گرمی اور خشکی کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس میں قوت اور سختی زیادہ ہوتی ہے۔ جبکہ عورتوں کی طبیعت پر نزاکت اور نرمی غالب ہوتی ہے۔ جس وجہ سے اس میں نرمی اور کمزوری ہوتی ہے۔ اس لیے ان پر حاکمیت کا حق مردوں کو دیا اور مرد کو وراثت، مال غنیمت، جمعہ اور جماعتوں میں زیادہ حصہ دے کر عورت پر فضیلت دی اور طلاق وغیرہ کا حق بھی اسے ہی دیا گیا۔

مردوں کو عورتوں پہ فضیلت دینے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ: ﴿ اور اس وجہ سے کہ مرد (عورتوں پر) اپنے مال خرچ کرتے ہیں ﴾ کیونکہ مرد نان ونفقہ، لباس، رہائش اور عورت کی دیگر ضروریات مہیا کرتا ہے۔ مرد کو عورت کے لیے کدو کاوش کرنے، مہر دینے، اور کتاب وسنت میں بیان کردہ دیگر امور کا مکلّف بنا کر اس پر فضیلت دی ہے۔ اس لیے مرد فی نفسہٖ عورت سے بہتر ہے۔ اور جب اس کو عورت پر فضیلت بھی ہے تو مناسب یہی ہے کہ اس پر حاکم بھی مرد کو ہی ہونا چاہیے۔

شریعت میں عورت پر مرد کی جو برتری بیان کی گئی ہے اسے نیک عورت خوب سمجھتی ہے اور وہ اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے کہ جس نے عورت کے لیے خاوند کی اطاعت مشروع کی

---

❶ صحيح البخاري: ۷۰۹۹

ہے، اس کے سننے اور اطاعت گزاری کو مرد کے لیے پیش کر دیتی ہے۔ چنانچہ ایسی ہی وہ صالح عورتیں ہیں کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ﴾ تو نیک بی بیاں وہ ہوتی ہیں جو مردوں کی فرمانبردار ہوں۔ ﴿حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ﴾ اور مرد کی غیر موجودگی میں اپنے نفس کی حفاظت کرتی ہیں۔''

عورت اس بات کا علم رکھے کہ اللہ نے اس کی نسبت مرد کا مقام بلند بنایا ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝﴾ [البقرة: ٢٢٨]

''اور مردوں کا مرتبہ عورتوں سے زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والے ہیں۔''

مردوں کی فضیلت یہ ہے کہ عورتیں مردوں کی اطاعت کریں۔ ایسا نہ ہو کہ مرد عورتوں کی فرمانبرداری کرتے پھریں۔

دَرَجَةٌ ...... بمعنی فضیلت یہ بھی ہے کہ مرد کو شریعت مطہرہ میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا حق دیا گیا ہے۔ جبکہ دنیا اور آخرت میں عورت پر لازم ہے کہ وہ فقط ایک مرد کے لیے ہو۔ اسی طرح عقل کی پختگی کے ساتھ مرد کا درجہ اور طلاق والے اختیار کے ساتھ اس کا درجہ ایک مسلم چیز ہے۔ کیونکہ طلاق صرف مردوں کے ہاتھ میں ہے۔ رجوع کرنے میں برتری عورتوں کو حاصل نہیں، مرد کو ہی حاصل ہے۔ اور یہ برتری اس بنا پر حاصل ہے کہ اس دوران میں بیوی کا خرچ اٹھانا خاوند کے ذمہ ہے۔ اسی طرح جہاد اور قوت کی اہلیت، وراثت میں زیادہ حصہ دینا اور عورت کو اس کے حکم کی اطاعت کرنا اور مرد کی خوشی کو ترجیح دینا یہ سب مرد کے فضائل میں سے ہیں۔ مردوں کی عورتوں پر فضیلت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ مردوں سے ہی پیدا کی گئی ہیں۔ یہ بات ثابت ہے کہ سیّدہ حواء کو آدم علیہما السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا تھا۔ شریعت نے اس لیے وضاحت کی ہے تاکہ عورت کو معلوم ہو کہ مرد اس سے افضل ہے۔ اور خوامخواہ مرد کی برتری والے امور میں اپنی برابری کے چکر میں نہ لگی رہے۔ جس سے مرد کی

اطاعت میں مخالفت کر کے خود کو اللہ کی معصیت میں مبتلا نہ کر بیٹھے ﴿وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نافرمان سے انتقام پر غالب اور اپنے حکم و شریعت میں بڑا حکمت و دانائی والا ہے۔"

مرد کا یہ مرتبہ اس کی فضیلت کا تقاضہ کرتا ہے اور عورت کو یہ احساس دلاتا ہے کہ مرد کا اس پر زیادہ حق ہے بنسبت اس کے مرد پر حق کے۔ کیونکہ اس کا مرتبہ بلند ہے اور اس کی عورت پر حکمرانی ہے۔

سابق الذکر گفتگو سے عورت کے لیے یہ بات واضح ہو جانے کے بعد کہ مرد کا مقام و مرتبہ اور اس ضمن میں اُس پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، اُس پر یہ لازم آتا ہے کہ وہ مرد کے معاملہ کو ہمیشہ مقدم رکھے۔ اور خاوند کے ساتھ کیسے پیش آنا ہے؟ یہ معلوم ہو جانے کے بعد درج ذیل بحث کو بھی ساتھ اپنائے۔



چوتھی بحث

خاوند سے حسن سلوک کے متعلق بیوی سے مطلوبہ اُمور

اوّل: درج ذیل امور میں اپنے خاوند کا خیال رکھے

- اللہ تعالیٰ نے اس پر خاوند کا حق سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے۔
- اگر اسے کسی شخص کو سجدے کا حکم دیا جاتا تو خاوند کے لیے دیا جاتا۔
- اگر عورت خاوند کی پیپ اور خون بھی چاٹے تو بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکتی۔
- شادی شدہ عورت کو ہر ممکن خاوند کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔
- عورت خاوند کا حق ادا کیے بغیر اللہ کا حق ادا نہیں کر سکتی۔
- عورت خاوند کے حقوق ادا کیے بغیر ایمان کی لذت حاصل نہیں کر سکتی۔
- خاوند کا اپنی بیوی کے پاس آنے کی اس سے اجازت لینا، بیوی پر اس کا وہ حق ہے کہ جس کا شمار بڑی عبادات میں ہوتا ہے۔ (تفصیل آگے آ رہی ہے۔)

دوم: کوشش کرے کہ اس کا خاوند جنت ثابت ہو

- ایسے امور بجالانا کہ جن سے اسے دنیا کی نعمتیں اور آخرت میں جنت ملے۔
- ایسے امور سے اجتناب کرنا جو دنیا کے عذاب اور آخرت میں جہنم کا باعث بنیں۔

سوم: وہ امور جن کی فضیلت سے عورت دنیا کی نعمتیں اور سعادت حاصل کرتی ہے

- سعادت والی صفات پیدا کرنے کی کوشش کرنا تاکہ وہ خاوند کے لیے نفع بخش ہوں۔

- اپنی عادات کے ساتھ دینی التزام کی کوشش کرنا تاکہ یہ اس کے لیے عظمت کا سبب بنے۔
- شادی، نکاح میں مرغوب دیگر صفات کے ساتھ دین کو جمع کرنے کی بھی کوشش کرے تاکہ یہ اس کے لیے مزید عزت واحترام والی صفت بن جائے۔
- اپنی خوبیوں پر بھروسہ سے زیادہ اپنے خاوند کو بہت زیادہ محبت کے ساتھ اپنا گرویدہ بنانے کی کوشش کرے۔
- خواہ بیوی کسی عمر میں ہو، اپنی شخصیت کو استعمال کرتے ہوئے اپنے خاوند کو خوشی فراہم کرنے کی کوشش کرے۔
- اپنے نفس کی اصلاح کرے تاکہ اپنے خاوند سے پسندیدگی اور امن محسوس کرے۔
- عورت اپنے خاوند کا خیال رکھنے کی کوشش کرے۔
- اپنے خاوند کی رغبت کو پورا کرنے کی کوشش کرے خواہ کسی بھی حالت میں ہو۔

چہارم: وہ امور جن کی فضیلت سے عورت آخرت میں جنت حاصل کرتی ہے

- بیوی اپنے خاوند سے ناراض نہ ہو اور نہ ہی اسے غصہ دلائے تاکہ وہ اہل جنت میں سے ہو سکے۔
- دخول جنت کے لیے خاوند کی خوشی حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔
- خاوند کی اطاعت کرے تاکہ وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو سکے۔

پنجم: ایسے امور سے اجتناب کرنا جو دنیا کے عذاب اور آخرت میں جہنم کا باعث ہیں

- خاوند کی نافرمانی سے بچنا چاہیے۔ اس لیے کہ اس بنا پر نماز کی عدم قبولیت ہے۔

❀ خاوند کو اپنے پاس نہ آنے دینا۔ اس رویہ کی وجہ سے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔

❀ دوسروں کو اپنی ازدواجی زندگی خراب کرنیکی فرصت دینے سے بچنا۔

❀ ہمیشہ اپنے سخت ترین دشمن سے ہوشیار رہے جو اس کو طلاق دلوانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

❀ بیوی اپنے خاوند کے راز افشا کرنے سے بچے بالخصوص ہم بستری والے بھید سے۔

❀ اپنے خاوند کو دوسری عورتوں کی صفات بتانے سے اجتناب کرے۔

❀ بلا شک وشبہ غیرت کھانے سے بچے۔

❀ اپنے خاوند کو تکلیف دینے سے بچے تاکہ جنت میں خاوند کی بیویاں، حوریں اس پہ غصہ نہ کریں۔

❀ اپنے خاوند کا مال بلا اجازت نہ لے اور اگر اشد ضرورت ہو تو بقدر حاجت لے۔

❀ اچھی بننے کے لیے خاوند کی شکایتیں لگانے سے پرہیز کرے۔

ششم: ایسے امور سے عورت کو بچنا چاہیے جو اسے جہنم تک پہنچا دیں

❀ خاوند کی ناشکری سے بچے تاکہ اللہ کریم کی نظر رحمت سے کہیں محروم نہ ہو جائے۔

❀ خاوند کو (شرعی امور میں سے مباح) کچھ بھی کرنے سے نہ روکے۔

❀ خاوند سے طلاق کا مطالبہ نہ کرے۔ اس میں جنت سے محرومی ہے۔

خاوند کے حسن سلوک سے متعلق بیوی سے مطلوبہ اُمور

اول: درج ذیل امور میں اپنے خاوند کا خیال رکھے

ا...... اللہ تعالیٰ نے بیوی پر خاوند کا حق سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے:

عورت کو یہ علم ہونا چاہیے کہ اس پر خاوند کا حق والدین سمیت تمام لوگوں کے حقوق پہ مقدم ہے۔ اور اسے خاوند کے حق کے ساتھ دوسرے حقوق سے ٹکراؤ کی صورت میں خاوند کے حق کو مقدم کرنا چاہیے۔ اور خاوند سے برابری کا مطالبہ نہ کرے۔ جب خاوند اپنی ماں کے حق کو اس کے حق پہ مقدم کرے۔ تو وہ اپنے خاوند سے اپنے حق کو اپنی ساس کے برابر کا مطالبہ نہ کرے، اس لیے کہ خاوند کا اپنی ماں کے حق کو اپنی بیوی کے حق سے مقدم رکھنا شرعاً بالکل درست ہے۔ اس کے لیے درج ذیل حدیث کا مطالعہ کیجیے:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهَا قَالَتْ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّا عَلَى الْمَرْأَةِ؟ قَالَ: زَوْجُهَا ، قُلْتُ: فَأَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّا عَلَى الرَّجُلِ؟ قَالَ: أُمُّهُ .)) [1]

"اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: (اے اللہ کے پیارے پیغمبر!) عورت پر لوگوں میں سے کس کا حق سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: اس کے خاوند کا۔ میں نے پوچھا مرد پر لوگوں میں سے کس کا حق سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: اس کی ماں کا۔"

[1] قال المنذری رواه البزار: ١٤٦٢۔ والحاكم: ١٥٠/٤ وصححه۔ واسناد البزار حسن۔ المجمع: ٣٠٩/٤ وفيه أبوعتبة ولم يحدث عنه غير مسعر وبقية رجاله رجال الصحيح۔ ضعفه الألبانی فی الترغيب: ١٢١٢۔ حسنه محققو الترغيب: ٢٨٨٩

جو عورت اللہ تعالیٰ کی رضا کی متلاشی ہو اور اللہ کی رضا کے لیے خاوند کے حق کو والدین کے حق پہ مقدم کرتی ہو تو اسے علم ہونا چاہیے کہ ایسا کرنا والدین کے ساتھ نیکی ہے اور یہ عمل اس کے مقام کو کم نہیں کرتا۔ بلکہ یہ اپنے نفس کو شریعت کے تابع کرنا ہے کہ جس نے خاوند کے حق کو مقدم کرنے کا حکم دیا۔ اور والدین کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کا بھی حکم دیا ہے اور یہ سارا کچھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ضمن میں آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ماں کے حق کو تمام حقوق پر مقدم کرنے کا اس کے بیٹے کو حکم دیا ہے۔

۲...... اگر بیوی کو کسی شخص کے لیے سجدہ کا حکم دیا جاتا تو خاوند کے لیے:

شریعت اسلامیہ نے بیان کیا کہ اگر اولاد آدم میں سے کسی کے لیے تعظیم کے طور پر اور کسی کا حق ادا کرنے کے لیے سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو اپنے خاوند کے لیے سجدہ کا حکم دیا جاتا۔ کیونکہ اس کا بیوی پر بہت بڑا حق ہے۔

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : لَا يَصْلُحُ لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ وَلَوْ صَلَحَ لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا مِنْ عِظَمِ حَقِّهِ عَلَيْهَا .)) [1]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرے۔ اگر یہ جائز ہوتا تو میں بیوی کو خاوند کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا اس کے عظیم حق کی وجہ سے۔"

تو شریعت نے یہاں خاوند کے اپنی بیوی پر حقوق کو اللہ کے حقوق کے بالکل قریب کر دیا ہے کیونکہ اس کے حقوق بیوی پر بہت زیادہ ہیں کہ جن کا وہ شکر ادا کرنے سے عاجز ہے۔ یہاں نبی مکرم ﷺ کے فرمان میں انتہائی مبالغہ بیان ہوا ہے۔ کیونکہ سجدہ اطاعت کی انتہا ہے۔ اسی لیے تو یہ غیر اللہ کے لیے حلال نہیں۔ اگر اللہ کے سوا کسی اور کے لیے جائز ہوتا تو

---

[1] مسند الإمام أحمد: ۱۵۸/۳ - النسائي: ۲۶۵ - صححه الألباني لغيره في صحيح الترغيب:

اوند کے لیے عورت پر جائز کیا جاتا۔ لہٰذا بیوی کو خاوند کا حق ضائع نہیں کرنا چاہیے جبکہ اس پر
ں کا حق اس درجہ تک ہے۔ یقیناً بیوی کا خاوند کے حق کو ضائع کرنا اللہ کے حق میں لاپرواہی
کی دلیل ہے۔

۲......عورت خاوند کی پیپ اور خون بھی چاٹے تو بھی اس کا حق ادا نہیں کرسکتی:

شریعت نے بیوی پر اپنے خاوند کے حقوق اتنے عظیم اور کٹھن رکھے ہیں کہ جو عورت ہیں بجالائے گی تو وہی بی بی اُن تمام عورتوں میں ایک عظیم عورت شمار ہوگی جنہیں اللہ کی رضا کی طلب کے علاوہ کوئی اور فکر ہوتی ہی نہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

((جَاءَتِ امْرَأَةٌ اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ: أَنَا فُلَانَةُ بِنْتِ فُلَانٍ، قَالَ: قَدْ عَرَفْتُكِ، فَمَا حَاجَتُكِ؟ قَالَتْ: حَاجَتِي إِلَى ابْنِ عَمِّي فُلَانٍ الْعَابِدِ، قَالَ: قَدْ عَرَفْتُهُ۔ قَالَتْ: يَخْطُبُنِي فَأَخْبِرْنِي مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجَةِ، فَإِنْ كَانَ شَيْئًا أُطِيقُهُ تَزَوَّجْتُهُ، قَالَ: مِنْ حَقِّهِ أَنْ لَوْ سَالَ مَنْخَرَاهُ دَمًا وَقَيْحًا فَلَحِسَتْهُ بِلِسَانِهَا مَا أَدَّتْ حَقَّهُ.)) [1]

"ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہا میں فلاں کی بیٹی فلاں ہوں۔ فرمایا: میں نے پہچان لیا ہے۔ تیری کیا حاجت ہے؟ اس نے کہا: میری حاجت میرے چچا کے بیٹے فلاں عبادت گزار کی طرف ہے۔ فرمایا: میں نے اسے بھی پہچان لیا ہے۔ کہنے لگی: وہ مجھ سے منگنی کرنا چاہتا ہے۔ مجھے بتایئے کہ خاوند کا بیوی پہ کیا حق ہے۔ اگر اس کی مجھ میں طاقت ہوگی تو میں اس سے شادی کرلوں گی۔ (بصورتِ دیگر نہ کروں۔) فرمایا: اس کے حق میں سے یہ ہے کہ اگر اس کے نتھنے سے خون اور پیپ نکلے اور بیوی زبان سے صاف کرے تب بھی اس نے اس کا مکمل حق ادا نہیں کیا۔"

---

[1] البزار: ۱۴۷۲۔ صححه الألباني لغيره في صحيح الترغيب: ۱۹۳۵

جو عورت اپنے خاوند کو اللہ کی رضا کے لیے برداشت کرتی ہے، وہ شریعت میں خاوند کے بیان کردہ حقوق میں سے ایسی چیز پائے گی جس سے وہ خاوند کے بڑھاپے کی تکالیف پر معاون ثابت ہوگی۔ خاص طور پر جب وہ عمر میں خاوند سے چھوٹی بھی ہو اور اسکا خاوند بڑھاپے کی عقلی امراض، عدم توازن اور اخلاقی گھٹن میں مبتلا ہو۔ یا قضاء حاجت وغیرہ پر کنٹرول نہ رکھتا ہو۔ جس سے عورت کو صفائی کرنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ خواہ حفاظت کرنے والی ہسپتالوں کی خدمت گزار نرسیں ہوں یا نہ ہوں۔ یا جب خاوند کو ایک یا زیادہ بیماریاں لاحق ہو جائیں کہ جن میں وہ خدمت کا محتاج ہوتا ہے۔ اور خاص طور پر جو کیفیت حادثہ کے نتیجہ میں ہوتی ہے۔ پس جب ان حالات میں بیوی صبر اور اجر کی نیت کرتے ہوئے اپنے خاوند کے نفسیاتی قلق کی وجہ سے کہ جس میں وہ مبتلا ہے خیال رکھے گی۔ اور جو اس کی حفاظت کے لیے مقرر ہیں ان پہ تخفیف کرتے ہوئے خود بھی نہ ہٹے یا خدمت دوسروں کے سر نہ ڈالتے ہوئے اپنے اس معاملہ سے یہ محسوس کروائے کہ یہ خون اور پیپ چاٹنے سے بہت کم اور ہلکا ہے۔ اور اس صورت میں وہ صحت وعافیت کی نعمت پر اللہ کی تعریف کرے اور اللہ کی قضاء وقدر کو بخوشی قبول کرے کہ وہ مشکلات کو دور کرنے کی بہت بڑی نعمت میں ہے کہ وہ اپنے خاوند کی مشکل رفع کر رہی ہے تو اس کا اپنے خاوند کے لیے کتنا بڑا کارنامہ ہوگا اور وہ اپنے رب کے ہاں کتنا بڑا اجر وانعام پائے گی۔

۴...... عورت کو ہر ممکن خاوند کے حقوق ادا کرنیکی کوشش کرنی چاہیے:

عورت کو یہ علم ہونا چاہیے کہ اس کے خاوند کا اس پر بہت بڑا حق ہے۔ جس قدر بھی وہ اچھے معاملہ سے پیش آئے اگرچہ تکالیف کو برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے گمان میں ہو کہ کوئی عورت بھی اس جیسا معاملہ اپنے خاوند سے نہیں کرتی ہوگی۔ اس کے باوجود بھی وہ اللہ کی طرف سے خاوند کا واجب شدہ حق پورا نہیں کر رہی۔ لہٰذا اسے خاوند کے حق کی وہ حیثیت جاننی چاہیے جو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی ہے:

((أَتَى رَجُلٌ بِابْنَتِهِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ ابْنَتِيْ هٰذِهِ أَبَتْ أَنْ تَتَزَوَّجَ، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَطِيْعِي أَبَاكِ، فَقَالَتْ: وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَتَزَوَّجُ حَتَّى تُخْبِرَنِيْ مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى زَوْجَتِهِ، قَالَ: حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى زَوْجَتِهِ لَوْ كَانَتْ بِهِ قَرْحَةٌ فَلَحِسَتْهَا أَوِ انْتَثَرَ مَنْخَرَاهُ صَدِيْدًا أَوْ دَمًا ثُمَّ ابْتَلَعَتْهُ مَا أَدَّتْ حَقَّهُ، قَالَتْ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا تَنْكِحُوْهُنَّ إِلَّا بِإِذْنِهِنَّ .)) ❶

''(یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب) ایک آدمی اپنی بیٹی کو نبی کریم ﷺ کے پاس لے کر آیا اور عرض کیا کہ میری یہ بیٹی شادی سے انکار کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس لڑکی کو فرمایا: (بچی!) اپنے باپ کی اطاعت کرو۔ تو وہ کہنے لگی: مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں اس وقت تک شادی نہیں کرونگی جب تک آپ مجھے یہ نہیں بتائیں گے کہ خاوند کا بیوی پر کیا حق ہوتا ہے۔ تو نبی معظم ﷺ نے فرمایا: شوہر کا بیوی پر حق یہ ہے کہ اگر اسے زخم ہوجائے اور یہ اسے چاٹے یا اس کے نتھنے سے خون یا پیپ نکلے اور یہ اسے نگل لے، تو بھی اس نے اس کا حق ادا نہیں کیا۔ یہ سن کر اس بی بی نے کہا: مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں کبھی شادی نہیں کروں گی۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ان کی اجازت کے بغیر ان کی شادیاں نہیں کرو۔''

عورت اپنے خاوند کی اطاعت اور اس کی ایذا پر صبر کو بڑا نہ سمجھے۔ بلکہ اپنے نفس کو صبر کی تلقین کرے کہ اس نے اس کی تکلیف پر صبر کر کے بھی اس کا مکمل حق نہیں ادا کیا۔ کیونکہ یہ ابھی اس درجہ تک نہیں پہنچا جہاں تک شریعت نے بیان کیا ہے۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

❶ البزار: ١٤٦٥ ـ صححه الألباني في صحيح الترغيب: ١٩٣٤

((وَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهٖ لَوْ كَانَ مِنْ قَدَمِهٖ إِلَى مَفْرَقِ رَأْسِهٖ قَرْحَةٌ تَنْبَجِسُ بِالْقَيْحِ وَالصَّدِيْدِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتْهُ فَلَحِسَتْهُ مَا أَدَّتْ حَقَّهٗ .)) ❶

''اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر اس کے قدموں سے سر کی مانگ تک زخموں سے خون اور پیپ بہہ رہا ہو پھر اس کی بیوی آ کے زبان سے چاٹ لے تب بھی اس نے اس کا حق ادا نہیں کیا۔''

پس عورت کے دل میں یہ شعور ہونا چاہیے کہ وہ دوسری عورتوں کی طرح اپنے اوپر شوہر کے واجبات ادا کر سکتی ہے۔ جبکہ اس کا تعلق ایک خاوند سے جڑ گیا ہے تاکہ وہ اپنے ساتھی شوہر پر ظلم نہ کرے۔ عورت کو ایک ایسے ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی عفت وعصمت کی حفاظت کرے تاکہ یہ زنا میں مبتلا نہ ہو اور اسے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ شریعت نے ازدواجی زندگی میں عورت کو پیش آنے والی مشکلات کے باوجود اس کی عفت کو ترجیح دی ہے۔ اسی وجہ سے نبی معظم ﷺ نے عورت کو حکم دیا تھا کہ تو اپنے والد کی اطاعت کر اور شادی کر لے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ کو اس مشقت کا علم تھا جو ایک عورت شادی کے بعد اٹھاتی ہے۔

۵......عورت خاوند کا حق ادا کیے بغیر اللہ کا حق نہیں ادا کر سکتی:

شریعت اسلامیہ نے بتایا ہے کہ عورت جتنی بھی اللہ کی عبادت کرے وہ اللہ کا حق ہرگز ادا نہیں کر سکتی الاّ یہ کہ اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ وہ شوہر کی اطاعت بھی کرے اور اس کے حقوق تمام تر کوشش سے ادا کرے۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَوْ أَمَرْتُ شَيْئًا أَنْ يَّسْجُدَ لِشَيْءٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهٖ لَا تُؤَدِّي

❶ مسند الإمام أحمد: ۳/۱۵۸۔ لنسائی: ۲۶۵۔ صححه الألبانی لغیره فی صحیح الترغیب: ۱۹۳۶.

الْمَرْأَةُ حَقَّ رَبِّهَا حَتَّى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں کسی چیز کو کسی چیز کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو اپنے شوہر کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! عورت اپنے رب کا حق اسوقت تک نہیں ادا کرسکتی جب تک اپنے خاوند کا حق ادا نہ کرے۔''

عورت کو یہ علم ہونا چاہیے کہ بسا اوقات خاوند کا حق ممکن ہے اس کے لیے بہت تکلیف دہ ہوجاتا ہو۔ جیسا کہ اس کا اپنے شوہر کے حق کو اپنی جسمانی راحت پر مقدم کرنا۔ اگر وہ اسے رات کو نیند سے بیدار کرے یا رات دن میں سے کسی بھی وقت اسے طلب کرے اگرچہ وہ گھر کے کام میں مشغول ہو جن سے فارغ ہوکر آرام کرنا چاہتی ہو تو سب کچھ چھوڑ کر خاوند کی طلب کو پورا کرے۔

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : إِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّورِ .)) ❷

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب خاوند اپنی بیوی کو اپنی حاجت کے لیے بلائے تو وہ اس کے پاس ضرور جائے۔ اگرچہ وہ تنور پر [روٹیاں لگا رہی] ہو۔''

عورت کسی بھی حالت میں ہو اسے اپنے خاوند کی خواہش پر لبیک کہنا چاہیے۔ اگرچہ اس کام کے ترک کرنے میں نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ گوندھے ہوئے آٹے کو چھوڑنا۔ جس کی نبی کریم ﷺ نے مثال دی جو کہ چھوڑنے سے خراب ہوجاتا ہے۔ مگر آٹے کا خراب ہونا مرد کے نفس میں اس کی شہوت کو پچھاڑنے سے کم ہے۔ خاوند کا یہ حق اللہ تعالیٰ نے وضع فرمایا ہے جسے عورت کو ادا کرنا چاہیے، اگرچہ وہ مشغول ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ممکن ہے مرد پر شہوت کا غلبہ ہوجائے اور اسے لیٹ کرنے سے اس کے بدن یا آنکھ اور دل کو نقصان پہنچے۔ [یا وہ حرام

❶ صحيح ابن حبان: ٤١٧١ ـ صححه لألباني في صحيح الترغيب: ١٩٣٨

❷ جامع الترمذي: ١١٦٠ وحسنه ـ ابن حبان: ٤١٥٣ ـ صححه الألباني في صحيح الجامع: ٥٣٤

کی طرف چلا جائے]

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : اَلْمَرْأَةُ لَا تُؤَدِّي حَقَّ اللّٰهِ عَلَيهَا حَتّٰى تُؤَدِّيْ حَقَّ زَوْجِهَا كُلِّهِ .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت اللہ تعالیٰ کا حق اسوقت تک ادا نہیں کرسکتی جب تک وہ اپنے خاوند کے تمام حقوق ادا نہ کر دے۔''

شریعت نے وضاحت کی ہے کہ اگر عورت نے خاوند کے حق میں کوتاہی کی تو گویا اس نے اپنے رب کے حق میں کوتاہی کی۔

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا تُؤَدِّي الْمَرْأَةُ حَقَّ رَبِّهَا حَتّٰى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا وَلَوْ سَأَلَهَا وَهِيَ عَلٰى ظَهْرِ قَتْبٍ لَمْ تَمْنَعْهُ .)) ❷

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، عورت اپنے رب کا حق نہیں ادا کرسکتی جب تک اپنے خاوند کا حق نہ ادا کرے۔ اگر وہ اس سے مباشرت کا مطالبہ کرے اور وہ کجاوے میں بیٹھی ہو (یعنی کہیں سفر کے لیے بالکل تیاری حالت میں) تو پھر بھی اسے نہ روکے۔''

یہاں نبی معظم ﷺ کی قسم میں شوہر کے بیوی پر حق کی عظمت کی تاکید پائی جاتی ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے اس بات پر قسم اٹھائی کہ وہ اپنے خالق کا حق نہیں ادا کرسکتی جب تک کہ وہ اپنے خاوند کے تمام حقوق ادا نہ کردے۔ اس میں سب امور برابر ہیں، کسی امر کی تخصیص نہیں۔ بلکہ ازدواجی امور میں سے ہر چیز شامل ہے۔ اگرچہ ایسے امور میں اطاعت لوگوں کے عرف میں مخفی ہوتی ہے۔ خاوند کے حق کو تمام افراد کے حقوق پر مقدم کرنا چاہیے،

❶ الطبرانی : ٥٠٨٤ـ صححه الألبانی فی صحیح الترغیب : ١٩٤٣

❷ صحیح ابن ماجه: ١٨٥٣ـ صححه الألبانی فی صحیح الترغیب: ١٩٣٨

بشرطیکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ ہو۔ شریعت نے بیان کیا ہے کہ عورت کو خاوند کی رغبت پوری کرنی چاہیے۔ اگرچہ وہ اونٹ پر سوار ہو۔ اور اس کی مشابہ کیفیت اب یہ ہے کہ وہ اس سے معانقہ ومباشرت کا مطالبہ کرے اور وہ گاڑی میں سوار ہو۔ البتہ یہ ہے کہ وہ اس بات سے حفاظت میں ہوں کہ انھیں کوئی دیکھے گا۔ اور اسی طرح اگر وہ اسے اپنی خواہش کے لیے طلب کرے اور وہ اپنی سہیلیوں اور مہمانوں میں بیٹھی ہو تو بھی لبیک کہے، اس میں متردد نہ ہو۔ اور اسے دوسری عورتوں میں تفکیر کے لیے نہ چھوڑے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت دیکھی۔ آپ کو اس نے حیران کردیا۔ چنانچہ آپ اپنی بیوی سودہ کے پاس آئے۔ وہ خوشبو بنا رہی تھیں اور ان کے پاس کچھ عورتیں بیٹھی تھیں، انھیں ان سے الگ کیا اور اپنی حاجت پوری کی۔ پھر فرمایا:

((أَيُّمَا رَجُلٍ رَأَى امْرَأَةً تُعْجِبُهُ ، فَلْيَقُمْ إِلَى أَهْلِهِ فَإِنَّ مَعَهَا مِثْلَ الَّذِيْ مَعَهَا .)) ❶

”جو بھی مرد کسی عورت کو دیکھے اور وہ اسے اچھی لگے تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے۔ کیونکہ اس کے ساتھ بھی وہی ہے جو اس کے ساتھ ہے۔“

سمجھ دار عورت جب یہ جان جاتی ہے کہ شریعت مطہرہ اس حد تک مرد کی رغبت کی پاسداری کرتی ہے اور وہ اپنے رب کا حق بھی تب تک ادا نہیں کر سکتی جب تک وہ اپنے خاوند کی رغبتوں پر لبیک نہ کہے تو ایسی عورت ہی اپنے خاوند کے حقوق ادا کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت سمجھتے ہوئے اس کی حکم عدولی نہیں کرتی۔

٦......عورت خاوند کے حقوق ادا کیے بغیر ایمان کی لذت حاصل نہیں کر سکتی:

شریعت نے عورت سے یہ بیان کیا ہے کہ وہ ایمان کی چاشنی اس وقت تک نہیں پا سکتی جب تک وہ شوہر کے تمام حقوق نہیں ادا کرتی۔ چنانچہ صحیح حدیث ہے:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَا تَجِدُ امْرَأَةٌ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ حَتَّى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا .)) ❷

❶ سنن الدارمي، ص: ١١٦ ـ صححه الألباني في جلباب المرأة: ١١

❷ مستدرك الحاكم: ٤/١٧٢ وصححه. صححه الألباني في صحيح الترغيب: ١٩٣٩

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت ایمان کی حلاوت اتنی دیر تک حاصل نہیں❶ کرسکتی حتی کہ وہ اپنے خاوند کا حق ادا کردے۔"

وہ عورت جو ایمان کی مٹھاس حاصل کرنا چاہتی ہے وہ جانتی ہے کہ جس اللہ کے پیغمبر ﷺ نے عورت کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ وہ ایمان کی چاشنی نہیں پاسکتی اس نے یہ بھی فرمایا ہے:

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ.)) ❷

"جس شخص میں تین چیزیں پائی جائیں گی وہ ایمان کی چاشنی پالے گا: جس کو اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ اور جو کسی بندے سے صرف اللہ کے لیے محبت کرتا ہو۔ اور جو کفر سے بچ نکلنے کے بعد اس میں لوٹنا ایسے ناپسند کرتا ہو جس طرح وہ آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔"

جو عقل مند عورت ایمان کی چاشنی پانا چاہتی ہے وہ اپنی ذہانت وبصیرت سے ان تمام احادیث سے یہ استنباط کرے گی کہ وہ شوہر سے محبت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کرے۔ اور خاوند کی محبت کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے بعد درجہ دے۔ تو اس طرح وہ اپنے شوہر کے مقام اور اپنے اوپر اس کے حقوق کو پہچان لے گی اور نتیجتاً اس کی مکمل کوشش اس کے حقوق کو ادا کرنے کی صرف ہوگی۔ جب عورت اس درجہ کو پہنچ جائے گی تو یقیناً ایمان کی چاشنی محسوس کرے گی جو کہ عظیم غرض وغایت ہے۔

۷..... نفلی عبادات میں بھی اجازت لینا بیوی پر خاوند کا حق ہے:

عورت جب یہ جانتی ہو کہ شریعت نے اسے خاوند کی اجازت یا رضامندی معلوم ہونے

---

❶ مستدرك الحاكم: ١٧٢/٤ وصححه۔ صححه الألباني في صحيح الترغيب: ١٩٣٩

❷ صحيح البخاري، كتاب الايمن/ حديث: ٢١

کے بغیر کسی اجنبی شخص یا رشتہ داروں میں سے کسی کو حتی کہ عورتوں کو بھی خاوند کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دے تو اس معاملہ میں بیوی اس کی اطاعت کرتے ہوئے اس کی تنفیذ بہت آسانی سے کرگزرتی ہے۔

لیکن جب عورت یہ بھی جان لیتی ہے کہ اللہ نے اس پر شوہر کے حق کو نفلی عبادات سے بھی مقید کر رکھا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع والے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا:

((لَا تُنْفِقُ امْرَأَةٌ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا ، قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا الطَّعَامَ قَالَ: ذَاكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا .)) ❶

"سیدنا ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود سماعت کیا: رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ میں فرمایا: کوئی بھی عورت اپنے خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔ کہا گیا: اے اللہ کے رسول کھانا بھی؟ فرمایا: یہ تو ہمارا بہترین مال ہے۔"

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ، وَلَا تَأْذَنُ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَمَا أَنْفَقَتْ مِنْ نَفَقَةٍ عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَإِنَّهُ يُؤَدِّي إِلَيْهِ شَطْرُهُ .)) ❷

"نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی عورت کو خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا حلال نہیں اور نہ ہی اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے کی اجازت دے۔ اور جو عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر (اللہ کی راہ میں) خرچ کرے گی تو خاوند کو بھی آدھا اجر ملے گا۔"

جب عورت کو یہ معلوم ہو گیا کہ اسے اپنے شہر میں خاوند کی موجودگی کی صورت میں اس سے صراحتاً یا اشارۃً اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں، تا کہ خاوند کا اس سے استمتاع کہیں چھوٹ نہ جائے اور اسکا حق نفلی نماز کی طوالت پر مقدم ہے۔ اور اسے شوہر کی موجودگی

❶ جامع الترمذی: ٦٧٠ وحسنہ۔ حسنہ الألبانی فی صحیح الترغیب: ٩٤٣

❷ صحیح البخاری: ٥١٩٥

میں نماز ہلکی اور نوافل میں قرأت کم کرنی چاہیے تو جب وہ جان پائے گی کہ عام حالات میں بیوی سے تمتع کرنا اور اس کے ساتھ رہنا خاوند کی ملکیت ہے اور اس کا حق فی نفسها بعض اوقات محدود ہے۔ تو تب اسے معلوم ہوگا کہ شریعت نے شوہر کا حق عظیم نوافل سے بھی مقدم کیا ہے۔ جس سے عورت اللہ کا تقرب حاصل کرتی ہے۔ اور شریعت نے شوہر کو یہ بھی حق دیا ہے کہ اس کا حق ادا نہ کرنے یا اچھے طریقہ سے نہ رہنے پر وہ بیوی کو مار بھی سکتا ہے۔ ❶

صفوان بن معطل کی بیوی نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہتی ہے: اے اللہ کے رسول! میرا شوہر صفوان بن معطل جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھے مارتا ہے۔ اور جب میں روزہ رکھتی ہوں تو توڑ دیتا ہے۔ صفوان بھی آپ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول اس کا کہنا کہ جب میں نماز پڑھتی ہوں وہ مجھے مارتا ہے۔ تو یہ ہر رکعت میں دو دو سورتیں پڑھتی ہے۔ میں نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اگر ایک بھی سورت پڑھی جائے تو بھی لوگوں کے لیے کافی ہے۔" جناب صفوان رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اور اس کا یہ کہنا کہ وہ روزہ کھلوا دیتا ہے تو یہ (نفلی) روزہ رکھتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں، صبر نہیں کرسکتا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس دن سے فرما دیا: عورت شوہر کی اجازت کے بغیر ہرگز نفلی روزہ نہ رکھے۔" ❷

پس خاوند کے ان تمام حقوق کی اچھی طرح معرفت رکھنے والی عورت اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے کہ جس نے اسے اپنے خاوند کی اطاعت کا حکم دیا ہے، مکمل استطاعت سے خاوند کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس وجہ سے اپنے نفس کو خاوند کی مار کا نشانہ نہیں بننے دے گی۔ اور اگر اپنے کسی سبب سے یا بلا سبب خاوند سے مار کا نشانہ بنتی ہے تو پھر یہ برداشت کرتی اور اپنے نفس کو صبر دیتی ہے کہ اسے مارنا خاوند کے حقوق میں سے ہے۔ اسے کوئی پوچھ نہیں سکتا کہ اس نے کیوں مارا ہے؟ ایسا کرنے سے شیطان کو مداخلت کر کے اس بات کو بہت بڑی مشکل بنانے کا موقع نہیں ملے گا۔

❶ عون المعبود: ۱۲۸/۷ مع تصرف ❷ المسند: ۴۹۸/۳۔ صححه الألباني في المشكاة: ۳۲۶۹

دوم:

بیوی کوشش کرے کہ اس کا خاوند اس کے لیے جنت ثابت ہو

(ا)...... ایسے امور بجالانا کہ جن سے اسے دنیا کی نعمتیں اور آخرت میں جنت ملے۔

(ب)...... ایسے امور سے اجتناب کرنا جو دنیا کے عذاب اور آخرت میں جہنم کا باعث بنیں۔

❀ وہ امور جنہیں بجالانے کی فضیلت سے عورت دنیا کی نعمتیں اور آخرت کی سعادت حاصل کر لیتی ہے:

ا...... سعادت والی صفات پیدا کرے تاکہ وہ خاوند کے لیے سکون کا باعث ہو:

نیک عورت ہمیشہ کوشش کرتی ہے کہ وہ دنیا میں خاوند کے لیے ذریعۂ سکون بنے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : لَیْسَ مِنْ مَتَاعِ الدُّنْیَا شَيْءٌ أَفْضَلُ مِنَ الْمَرْأَةِ الصَّالِحَةِ .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا کے ساز وسامان میں نیک بیوی سے افضل کوئی چیز نہیں ہے۔''

عورت کو خاوند کی سعادت بننے کے لیے تمام تر مساعی خرچ کرنی چاہئیں اور یہ اس کے لیے بہت آسان ہوگا جب وہ اپنے ظاہری حسن کی حفاظت کرے اور جب اس کا خاوند اسے دیکھے تو اپنے خوبصورت اور دلکش منظر سے اسے خوش کردے۔''

بیوی جب اللہ کی اطاعت اور تقویٰ میں مشغول ہوگی تو اس سے اخلاقی حسن میں اور زیادہ نکھار پیدا ہوگا۔ اس کی دلی خواہش ہوگی کہ وہ خاوند کی اطاعت کرے، کیونکہ یہ جانتی ہے کہ خاوند کی اطاعت اللہ کی اطاعت میں سے ہے۔ اسی طرح جب خاوند اس کے وجود یا اس

---

❶ صححه الألباني في صحیح سنن ابن ماجه: ۱۸۵۵

کے مال سے فائدہ اٹھانے کا قصد کرے گا تو وہ خاوند کی مخالفت نہیں کرے گی تب خاوند محسوس کرے گا کہ یہ اس کے لیے باعث سعادت ہے۔ جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے:

((سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ؟ قَالَ: اَلَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَهَا وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَلَا مَالِهَا.)) ❶

''نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا: کونسی عورت سب سے بہتر ہے؟ فرمایا: وہ جو اپنے خاوند کے دیکھنے پر اسے خوش کرے، اس کی اطاعت کرے جب وہ حکم دے۔ اپنے نفس اور مال میں اس کی مخالفت نہ کرے۔''

۲......عورت میں اگر کوئی خوبی مفقود ہو تو وہ دینی التزام کی کوشش زیادہ کرے:

چنانچہ حدیث مبارک میں ہے:

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى إِحْدَى خِصَالٍ: لِجَمَالِهَا وَمَالِهَا وَخُلُقِهَا وَدِينِهَا، فَعَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّينِ وَالْخُلُقِ تَرِبَتْ يَمِينُكَ.)) ❷

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت سے نکاح کسی ایک خوبی کی بنا پر کیا جاتا ہے: اس کی خوبصورتی کی وجہ سے، اس کے مال ودولت کی بنا پر، اس کے اچھے اخلاق کی وجہ سے یا اس کی دینداری کی بنا پر۔ تیرا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو دین و اخلاق والی اختیار کر۔''

ممکن ہے عورت میں خوبصورتی اور مال والی خوبی نہ پائی جاتی ہو لیکن اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ دین والی میں رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو ترغیب دی ہے۔ اس لیے کہ آپ کے

---

❶ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ۱۰/۲٤٤۔ أحمد شاكر صحح اسناده: ۷٤۱۵۔ حسنه الألباني لغيره في المشكاة: ۳۲۷۲

❷ مسند الإمام أحمد: ۳/۸۰۔ البزار: ۱٤۰۳۔ أبويعلىٰ: ۱۰۱۲۔ حسنه الألباني في صحيح الترغيب: ۱۹۱۹

نزدیک یہ مرد کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ لہٰذا وہ دینی التزام سے مزین ہونے کی کوشش کرے گی تاکہ اسے اپنے خاوند کے ہاں اچھا مقام حاصل ہو سکے۔ دینی التزام اور دینی تعلیم اس میں تفقہ سے ہوگا۔ اس سے وہ اپنے خاوند اور اپنے رب کو راضی کرے گی۔ اور دین اس میں اچھا اخلاق پیدا کرے گا۔ مگر جمال اور مال والی صفات کے بارے میں وہ جانتی ہے کہ یہ اس کی استطاعت میں نہیں۔

۳......نکاح میں مرغوب دیگر صفات کے ساتھ دین کو بھی جمع کرے:

((عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ .)) [1]

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت سے نکاح چار صفات کی وجہ سے کیا جاتا ہے: اس کے مال، اس کے حسن و جمال، خاندان، اور اس کی دینداری کے لیے۔ تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں دین والی سے کامیاب ہو جا۔''

نبی کریم ﷺ نے جیسا لوگ عادتاً کرتے ہیں اس کی خبر دی ہے۔ لوگ انہی چار صفات کو دیکھتے ہیں اور دین کو آخر میں رکھتے ہیں۔ تو آپ نے آدمی کی راہنمائی کی ہے کہ وہ دین والی کے ساتھ کامیاب ہوتا کہ وہ اس کی طرف سے خرابی سے محفوظ رہے اور اس کے ساتھ کامیاب ہو۔ اس طرح وہ اپنی دلی خواہشات بھی پوری کر لے گا۔ اور یہ اس کے لیے مال کی طرف جھانکنے سے بڑی چیز ہے۔

پس وہ عورت جو کھلے دل کے ساتھ اس بات کو اچھی طرح سے سمجھتی ہو وہ کوشش کرے گی کہ خاوند کا مقصود بن جائے۔ اس لیے وہ اپنے دین میں سوجھ بوجھ حاصل کرنا شروع

---

[1] صحیح البخاری: ۵۰۹۰۔ صحیح مسلم: ۲۹۳/۱۰

کر دیتی ہے۔ اور اگر اس میں خوبصورتی ، مال ، خاندان اور اخلاق جیسی دوسری خوبیاں بھی ہوں گی تو یہ اپنے خاوند سے بہت زیادہ چاہت اور خوشی پائے گی۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ مال ودولت اسے باغی بنادے، یا خاندانی عزت وشرف کی وجہ سے اپنے خاوند پر قوت جمانے کی کوشش کرے۔ یا اس کے حسن و جمال اور نرم ونزاکت اور شوہر کی اس کے حسن کی وجہ سے چاہت اسے بے کار بنا دے۔ کیونکہ شریعت نے مرد کو ایسی چال چلن والی عورت سے نفرت دلائی ہے۔ تاکہ اس کی ازدواجی زندگی ناکام نہ ہو، بلکہ عورت کو اپنے اوپر دین کو غالب کرنا چاہیے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((لَا تَنْكِحُوا النِّسَاءَ لِحُسْنِهِنَّ فَعَسَى حُسْنُهُنَّ أَنْ يُرْدِيَهُنَّ، وَلَا تُنْكِحُوْا النِّسَاءَ لِأَمْوَالِهِنَّ فَعَسَى أَمْوَالُهُنَّ أَنْ تُطْغِيَهُنَّ وَانْكِحُوْهُنَّ عَلَى الدِّيْنِ .)) [1]

”عورتوں سے نکاح اُن کے حسن کی وجہ سے نہ کرو۔ ہوسکتا ہے کہ ان کا حسن انہیں بے کار بنا دے۔ اور نہ ان کے اموال کی وجہ سے ان سے نکاح کرو۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے اموال انہیں باغی بنادیں۔ (اور وہ متکبر ہوں۔) اور ان سے نکاح دین کی بنیاد پر کرو۔“

دینداری سیکھنے سے آئے گی۔ ازدواجی سعادت کو حاصل کرنے کے لیے عورت کو چاہیے کہ اپنی دوسری صفاتِ حسن و مال اور خاندان سے زیادہ اس کا اہتمام کرے۔“

رسول اللہ ﷺ کے صحابی سیّدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کی بیوی سیّدہ اُمّ درداء صغریٰ ...... ھجیمہ بنت حیی اشعریہ رضی اللہ عنہا جو کہ دمشق کی رہنے والی تھیں اور اُن سے بہت ساری احادیث مروی ہیں، نہایت خوبصورت تھیں۔ لیکن انھوں نے اپنے حسن وجمال پر کبھی اعتماد نہیں کیا۔ بلکہ وہ بہت سمجھ دار، دین کی فقیہہ تھیں اور اپنی اسی فقاہت وسمجھداری کی وجہ سے انھوں نے اپنے

[1] سنن ابن ماجه: ١٨٥٩۔ سنن البیهقی الکبری: ٧/ ٨٠۔ ضعفه الألبانی فی الترغیب: ١٢٠٩۔ قال ابن حزم فی الإحکام في أصول الأحکام: ٤/ ٣٥٦۔ قال الشیخ احمد شاکر اسناده صحیح

خاوند کے ساتھ بہت خوشگوار زندگی گزاری۔ اور اس کی تکمیل وہ جنت میں کرنا چاہتی تھیں۔ وہ اپنے شوہر ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ان کی موت کے وقت کہنے لگیں: آپ نے دنیا میں میرے والدین سے میرا رشتہ مانگا تو انہوں نے آپ کے ساتھ میرا نکاح کر دیا۔ اب میں خود آپ سے آخرت والی زندگی میں منگنی کرتی ہوں۔ اس کے بعد

اُمّ درداء رضی اللہ عنہا رب کریم کو مخاطب کر کے کہنے لگیں: اے اللہ! ابودرداء نے دنیا میں مجھ سے منگنی کر کے شادی کر لی۔ اے اللہ! اب میں اس سے منگنی کا معاملہ تیرے سپرد کرتی ہوں اور تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ میری ان سے جنت میں شادی کر دے۔ یہ سن کر سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اگر تو ایسا چاہتی ہے تو میں سب سے پہلا تجھے چاہنے والا ہوں گا۔ تم میرے بعد کسی سے شادی نہ کرنا۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے۔ یہ تو معلوم ہے کہ اُمّ درداء رضی اللہ عنہا بہت حسن و جمال والی تھیں۔ چنانچہ مسلمانوں کے خلیفہ سیّدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے انھیں منگنی کا پیغام بھیجا تو جواباً کہا: میں دنیا میں کسی سے شادی نہیں کروں گی حتی کہ ساری زندگی یونہی گزار لوں اور پھر جنت میں ابودرداء رضی اللہ عنہ سے شادی کر لوں۔ یہ سن کر سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تو روزے رکھا کر۔ [1]

۴......عورت اپنی خوبیوں پر بھروسہ کرنے کی بجائے شوہر سے پیار و محبت کرے:

ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ایک خاندانی، مالدار اور مقام و مرتبہ والی عورت کے متعلق مجھے معلوم ہوا ہے مگر بانجھ ہے۔ کیا میں اس سے شادی کر لوں؟ آپ نے اسے منع کیا۔ پھر دوسری مرتبہ آیا۔ آپ نے اسی طرح فرمایا۔ پھر تیسری مرتبہ آیا تو آپ نے اس سے فرمایا:

((تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ .)) [2]

''بہت زیادہ محبت کرنے والی اور بہت زیادہ بچے جننے والی عورتوں سے شادی

[1] تهذيب الكمال: ٢٢/٤٦٤

[2] أبو داود: ٢٠٥٠۔ الحاكم: ٢/١٦٢ وصححه۔ صححه الألباني في صحيح الترغيب: ١٩٢١

کرو۔ بے شک میں تمہاری کثرت سے دوسری امتوں پہ فخر کروں گا۔''

عورت کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کتنے ہی حسن و جمال، حسب ونسب، مال و دولت والی کیوں نہ ہو شریعت کی رو سے اسے اپنے شوہر کے ساتھ بہت زیادہ محبت کرنے والی ہونا چاہیے۔ کیونکہ محبت ہی مرد کے لیے خوشی اور نعمت ہے۔ پس بیوی کو خاوند سے بہت زیادہ محبت کرنی چاہیے تاکہ وہ اپنی اولاد اور محبت کے ساتھ اس کے لیے سعادت کے حصول کا باعث ہو۔

اگر ایسی عورت جسے اللہ نے اولاد عطا نہیں کی لیکن وہ دیندار ہے تو اسے عقل مندی سے کام لینا چاہیے کہ وہ اللہ کے حکم پہ راضی رہے۔ اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دے اور اللہ کی قضا وقدر کو قبول کرے۔ اور اسے علم ہونا چاہیے کہ یہ اس کی یا اس کے خاوند کی مرضی کی بات نہیں ہے۔ اگرچہ اس کا خاوند اولاد کی پیدائش چاہتا ہو مگر جس کام میں اللہ کا ارادہ اور مشیت ہو اسے دوسرا کیسے کر سکتا ہے؟ مگر اللہ کی مشیت کے ساتھ جو اس کے اختیار میں ہو تو وہ اپنے خاوند کے لیے پیش کر سکتی ہے جیسا کہ سعادت کا حصول جو اس کی خاوند سے پیار و محبت سے آتی ہے۔

۵...... اپنی شخصیت کے ذریعے بیوی اپنے خاوند کو خوشی فراہم کرے:

وہ عورت جو ازدواجی سعادت چاہتی ہو اسے یہ علم ہونا چاہیے کہ مرد نوجوان لڑکی سے نکاح پسند کرتا ہے۔ کیونکہ اس سے نکاح کے مقاصد حاصل ہوتے ہیں اور اس میں سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سیرت دیکھی جا سکتی ہے۔ جب منیٰ میں جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوئی اور کھڑے ہو کر ان سے باتیں کرنے لگے تھے۔ امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن کیا ہم آپ کی شادی ایک نوجوان لڑکی سے نہ کر دیں؟ شائد وہ تمہاری ماضی کی یادیں تازہ کر دے۔ دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں: کنواری لڑکی سے نہ کر دیں؟ شائد وہ تمہارے وجود کی کیفیت لوٹا دے جو تم پہلے محسوس کرتے تھے۔ [1]

---

[1] مسلم: ۱۰/۱۷٦

عورت اپنی کم سنی اور جوانی سے بھرپور فائدہ اٹھائے تاکہ وہ ان دونوں صفات کے ساتھ خاوند کے لیے استمتاع میں بہت مزیدار اور ذائقے میں بہت اچھی، استمتاع میں زیادہ مرغوب جو کہ نکاح کا مقصود ہے، رہن سہن میں بہت اچھی اور گفتگو میں مزاحی طبیعت کی مالک، خوبصورت ترین منظر، اور نرم وملائم ہو سکے۔ اور خاونداس میں خوش کرنے والا اخلاق بھی پائے۔ ❶

٦...... اپنی اصلاح کے ذریعے اپنے خاوند کی محبوب بنے:

عورت شریعت کی بیان کردہ توجیہات پہ عمل کرتے ہوئے اپنی صلاحیت کے ساتھ خاوند کی پسندیدہ اوراس کے ہاں معتمد ہو سکتی ہے۔

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : مِنَ السَّعَادَةِ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ تَرَاهَا تُعْجِبُكَ وَتَغِيبُ فَتَأْمَنُهَا عَلَى نَفْسِهَا .)) ❷

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیک بیوی کا مل جانا ایک سعادت مندی ہے کہ جب تو اسے دیکھے تو وہ تجھے اچھی لگے اور جب تو غیر حاضر ہو تو اسے اپنی ذات (اور تمہارے مال) میں اسے امین پائے۔''

کیونکہ نیک عورت کو جب مرد دیکھتا ہے تو اسے اچھی لگتی ہے۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ وہ بہت زیادہ خوبصورت ہو تو تب ہی وہ اسے خوش کرے گی۔ بلکہ خاوند کے حقوق کی پہچان سے خود کو ہمیشہ متزین اور خوبصورت بنائے۔ مرد کی جب بھی اس پر نگاہ پڑے تو وہ اچھی حالت میں ہو۔ اگرچہ اس کے نصیب میں خوبصورتی کم ہو۔ کیونکہ وہ یہ بات سمجھتی ہے کہ شریعت نے مرد کی راہنمائی کی ہے کہ وہ سفر سے لوٹتے وقت اپنی بیوی کو اتنی دیر پہلے خبردار کرے جو اس کے

---

❶ النووی فی شرح مسلم: ۱۰/۱۷٦ مع تصریف وتوجیه

❷ مستدرك الحاكم: ۲/۱٦۲، صحیح [illegible] صحیح الترغیب: ۱۹۱۱۵

لیے تیاری کے لیے کافی ہو۔ اس وقت میں وہ اس کے لیے صفائی ستھرائی اور میک اپ کر لے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کے لیے فرمایا تھا:

((أَمْهِلُوْا حَتَّى نَدْخُلَ لَيْلًا أَيْ عِشَاءً ، لِكَي تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ .)) ❶

''آہستہ چلو تا کہ ہم رات کو عشاء کے وقت مدینہ میں داخل ہوں اس لیے کہ بکھرے بالوں والی کنگھی کر لے اور غائب خاوند والی اپنی صفائی کر لے۔''

لہٰذا وہ خاوند کے لیے خوبصورت اور مزین ہو تا کہ اسے خوش کرے۔ اس کی ساری زیب و زینت باہر جانے اور ملنے جلنے کے لیے ہی نہ ہو۔ اور خاوند جب دیکھے تو وہ کام کاج والے کپڑوں میں ہو اور کھانے وغیرہ کی اس سے بدبو آرہی ہو جس سے وہ اس سے نفرت کرنے لگے۔ اور پھر وہ اپنی پسند کی چیز کہیں اور ڈھونڈنے لگے پھر تو اپنی لاپرواہی اور جہالت کی قربانی ایسی عورت خود ہی بنے گی۔

بلا شک نیک عورت شریعت کے مقاصد کو سمجھتی ہے اور یہ جانتی ہے کہ عورت کی غرض وغایت سعادت اور خوشی فراہم کرنا ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتی ہے کہ شریعت کی توجیہات کو اپنانے میں اسی کے نفس کی اصلاح ہے اور اس کے نفس کی اصلاح سے اسے اور اس کے خاوند کو ازدواجی سعادت حاصل ہوگی۔

۷..... عورت اپنے خاوند کا بہت زیادہ خیال رکھنے کی کوشش کرے:

شریعت عورت کو ترغیب دیتی ہے کہ وہ اپنے خاوند کا خیال رکھے اور اس میں ایک عمدہ مثال پیش کرے تا کہ اس جیسی عورت اپنی مخصوص اور نمایاں صفات میں دوسری عورتوں کے لیے نمونہ ہو۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : نِسَاءُ قُرَيْشٍ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ:

❶ صحيح مسلم/ كتاب الإمارة/ حديث : ٦٩٤٦ عن جابر بن عبدالله رضى الله عنهما

أَحْنَاهُ عَلَى طِفْلٍ، وَأَرْعَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ.)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریش کی عورتیں سب سے بہترین عورتیں ہیں جو اونٹوں پہ سواری کرتی ہیں، بچے پر بہت مشفق اور خاوند کے مال کی بہت محافظ ہوتی ہیں۔''

اس حدیث میں قریش کی عورتوں اوران کی صفات کی فضیلت بیان کی گئی ہے جن میں سے خاوند کے مال میں اس کے حق کا خیال رکھنا اس میں حفاظت، امانت اور خرچ کرنے میں حسن تدبیر سے کام لینا اوراس کے کام کاج میں ہاتھ بٹانا ہے۔اور دوسری صفت اولاد پر محبت وشفقت اوران کی اچھی تربیت اوران کا خیال رکھنا ہے۔خاص طور پر جب وہ یتیم ہوں۔

قریش کی عورتوں کواس لیے خاص کیا کیوں کہ وہ عرب کی بہترین عورتیں ہیں۔اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ عرب دوسروں سے مجموعی طور پر بہتر ہیں۔ جب بیوی اپنے خاوند کے لیے ایسی سعادت پیش کرے گی تو یقیناً وہ اپنے خاوند اور اپنے لیے دنیا کی نعمتیں سمیٹ لے گی۔

---

❶ [illegible]

وہ امور جن کی فضیلت سے عورت آخرت میں جنت حاصل کرتی ہے

ا......عورت خاوند سے نہ ناراض ہو اور نہ ہی اسے ناراضگی دلائے:

عورت کو یہ جاننا چاہیے کہ مرد انسان ہے کبھی غصہ میں آجاتا ہے۔ یا ممکن ہے بہت غصہ والا ہو اور سختی کرتے ہوئے بلا گناہ اس سے بدسلوکی کرے کہ جس سے وہ اس کو ناراض کر بیٹھے۔ تو ایسی صورت میں اسے کیا کرنا چاہیے؟ کیا اسے اپنے اوپر ناراض چھوڑ دے اور بغیر کسی ازدواجی سعادتمندی کے زندگی کا وقت گزرتا چلا جائے؟

شریعت نے عورت کو اس ضمن میں ایسا علاج بتلایا ہے کہ جس سے اس کی کوئی خوشی ضائع نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ علاج اسے دخول جنت تک پہنچا دیتا ہے۔ اور درگزر کرنے والی عورت کے نزدیک یہ علاج بہت معمولی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بیوی اپنے خاوند کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر کہے کہ میں ہرگز نہیں سوؤں گی جب تک تو راضی نہیں ہوگا۔

((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِنِسَائِكُمْ فِي الْجَنَّةِ؟ قُلْنَا: بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ. قَالَ وَدُودٌ وَلُودٌ إِذَا غَضِبَتْ أَوْ أُسِيءَ إِلَيْهَا أَوْ غَضِبَ زَوْجُهَا قَالَتْ هٰذِهِ يَدِي فِي يَدِكَ لَا أَكْتَحِلُ بِغَمْضٍ حَتّٰى تَرْضٰى.)) [1]

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: کیا میں تم لوگوں کو تمہاری جنتی عورتوں کی خبر نہ دوں؟ ہم نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! (ﷺ) فرمایا: وہ بہت زیادہ محبت کرنے والی اور بہت زیادہ بچے جنم دینے والی ہوتی ہیں۔ جب وہ

---

[1] الطبراني في الصغير ۱/۴۶۔ حسنه الألباني في صحيح الترغيب: ۱۹۴۱

ناراض ہو جائے یا اس کے ساتھ کوئی بدسلوکی ہو جائے یا اس کا خاوند ناراض ہو جائے تو کہتی ہے: یہ میرا ہاتھ تیرے ہاتھ میں ہے۔ میں اس وقت تک آنکھ میں سرمہ نہیں لگاؤں گی جب تک کہ تو راضی نہ ہو جائے۔''

پس وہ عورت جو اپنے خاوند کے ساتھ زندگی میں خوشیاں چاہتی ہے، اپنی محبت اور ہنسی مزاح کے ساتھ اپنا اور اپنے خاوند کا غصہ زائل کر دیتی ہے تا کہ اس وجہ سے جنت حاصل کر سکے۔

۲...... دخول جنت کے لیے مرتے دم تک خاوند کی خوشی کا حصول ہو:

عورت جب یہ جانتی ہو کہ شوہر کی رضا مندی اور اس کا خوش رہنا دخول جنت کا سبب ہے تو پھر وہ یقیناً اسے خوش کرنے کی کوشش کرے گی۔ اور مرتے دَم تک اس کی تمام تر مشغولیت اللہ کی رضا کے لیے شوہر کی رضا حاصل کرنا ہوگی تا کہ وہ جنت کی نعمتیں پانے میں کامیاب ہو جائے۔

((عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ .)) [1]

'' اُمّ المؤمنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: جو بھی (مسلمان) عورت اس حال میں فوت ہوئی کہ اس کا خاوند اس پر راضی ہے وہ جنت میں داخل ہوگی۔''

صاحب شعور عورت خاوند کو خوش کرتی ہے ناراض نہیں کرتی۔ وہ جانتی ہے کہ اس کی عزت اور اس کا احترام مرتبہ اس کے خاوند کے خوش ہونے سے زیادہ ہوگا۔ اسی سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرما دے گا۔

---

[1] سنن الترمذي: ۱۱٦۱ وحسنه

۳: عورت خاوند کی تاحیات اطاعت کرتی رہے:

شریعت نے عورت کو یہ بتایا ہے کہ جب وہ صوم وصلاۃ اور اپنی شرم گاہ کی محافظہ ہے تو خاوند کی اطاعت اس کے لیے جنت میں اپنی پسند کے دروازے سے داخل ہونے کا سبب بنے گی۔

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَحَصَنَتْ فَرْجَهَا ، وَأَطَاعَتْ بَعْلَهَا ، دَخَلَتْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ .)) ❶

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب عورت پانچوں نمازیں پڑھے، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔"

((وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا ، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا ، وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا ، قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ .)) ❷

"نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب عورت پانچوں فرض نمازیں پڑھے اور اپنے رمضان کے مہینے کے روزے رکھے اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو اسے کہا جائے گا: جاؤ جنت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔

پس جب عورت کو یہ معلوم ہو جائے گا تو اس کا تمام تر مقصود جنت کے داخلہ تک اپنے خاوند کی اطاعت کرنا ہوگا۔

---

❶ صحیح ابن حبان: ٤١٥١۔ المشكاة ٣٢٥٤۔ قال الألباني: له شواهد يرتقي بها الى درجة الحسن أو الصحيح

❷ مسند الإمام أحمد: ١/١٩١۔ حسنه الألباني لغيره في صحيح الترغيب: ١٩٣٢

وہ امور جن سے عورت پرہیز کر کے دنیاوی عذاب سے بچ سکتی ہے

شوہر کی نافرمانی، شوہر کی طلبِ جماع کو رد کرنا، غیروں کو اپنی زندگی تباہ کرنے کا موقع دینا وغیرہ۔

ا..... عورت کو خاوند کی نافرمانی سے بچنا چاہیے:

شریعت نے عورت کو خاوند کی ناراضگی کے انجام سے خبردار کیا ہے۔ اس سے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اس کی نیکیاں اور نماز بھی اوپر چڑھنے سے رک جاتی ہیں۔ حتی کہ وہ کام چھوڑ دے جس سے خاوند ناراض ہوتا ہے۔

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ثَلَاثٌ لَا تُقْبَلُ لَهُمْ صَلَاةٌ وَلَا تَصْعَدُ لَهُمْ إِلَى اللّٰهِ حَسَنَةٌ: اَلسُّكْرَانُ حَتَّى يَصْحُوَ ، وَالْمَرْأَةُ السَّاخِطُ عَلَيْهَا زَوْجُهَا ، وَالْعَبْدُ الْآبِقُ حَتَّى يَرْجِعَ فَيَضَعُ يَدَهُ فِي يَدِ مَوَالِيهِ .)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین لوگوں کی نماز قبول نہیں کی جاتی اور نہ ہی ان کی کوئی نیکی اللہ کی طرف چڑھتی ہے: نشہ میں مدحوش آدمی، جب تک کہ اس کا نشہ زائل نہ ہو۔ وہ عورت کہ جس کا شوہر اس پر ناراض ہو۔ دوڑا ہوا غلام، جب تک واپس نہ لوٹے اور اپنا ہاتھ اپنے مالکوں کے ہاتھ میں نہ رکھ دے۔''

[1] المجمع: ٤/٣١٣۔ رواہ الطبرانی فی الأوسط: ٩٣٨٥ وفیه عبداللّٰه بن محمد بن عقیل وحدیثه حسن وفیه ضعف وبقیة رجاله ثقات۔ ضعفه الألبانی فی الترغیب: ١١٨٩

((وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : إِثْنَانِ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمَا رُؤُوسَهُمَا: عَبْدٌ آبِقٌ مِنْ مَوَالِيهِ حَتَّى يَرْجِعَ ، وَامْرَأَةٌ عَصَتْ زَوْجَهَا حَتَّى تَرْجِعَ)) ❶

''نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو اشخاص کی نماز ان کے سروں سے تجاوز نہیں کرتی: (۱) اپنے مالکوں سے بھاگا ہوا غلام، جب تک کہ واپس نہ آجائے (۲) اور خاوند کی نافرمان عورت، جب تک اس ناراضگی والے کام سے رجوع نہ کرلے۔

عقل مند عورت خاوند کی نافرمانی سے ڈرتی ہے۔ کیونکہ یہ ان امور کی جڑ ہے جو اس کی زندگی میں ہلاکت اور تنگی لاتے ہیں۔ اور ہر اس کام سے دور رہتی ہے جو خاوند کی ناراضگی کا باعث ہو۔

۲......عورت خاوند کو جماع کرنے سے نہ روکے:

بعض اوقات جب خاوند بیوی کو جماع کے لیے بلاتا ہے تو بیوی اپنے نفس کو جماع کرنے سے روک لیتی ہے۔ اس کا ایسا کرنا اسے غصہ دلاتا ہے اور وہ اپنے اس فعل کے انجام سے بے خبر ہوتی ہے۔ پس ایسی عورت کو جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو اُس عورت کے لیے اللہ کی رحمت سے دوری کی بددعا کرتے رہتے رہیں جو اپنے خاوند کے بستر میں آنے سے انکار کرتی ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ أَنْ تَجِيءَ [فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا] لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ .)) ❷

''سیدنا ابو ہریرہ عبدالرحمن بن صخر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

---

❶ الطبرانی : ۴۷۸۔ حسنہ الألبانی فی الصحیحۃ: ۲۸۹

❷ صحیح البخاری: ۳۲۳۷، ۵۱۹۳

فرمایا: جب بھی کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پہ بلائے اور وہ نہ آئے اور وہ اس پر ناراضگی کی حالت میں رات گزارے، تو صبح ہونے تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔''

کیونکہ خاوند، خاص طور پر نوجوان خاوند کو جب اسے حلال نہیں ملے گا تو شیطان اسے حرام میں ملوث کرنے کے لیے گمراہ کرسکتا ہے۔ جس سے اس کا گھر اور خاندان تباہ ہوجائے گا۔

شریعت نے عورت کو خاوند کے لیے جماع کی دعوت رد کرنے پر بہت خطرناک طور پر ڈرایا ہے کہ فرشتے اس پر صبح تک لعنت کی بددعا کرتے رہتے ہیں۔ پس عورت کو چاہیے کہ خاوند کو اپنے پاس آنے سے روکنے سے باز رہے خواہ اس کے پاس خود کو بری کرنے کے کتنے ہی بہانے کیوں نہ ہوں۔ بے شک اس کا یہ فعل اللہ کی ناراضگی کا موجب ہے حتی کہ خاوند اس سے خوش ہوجائے۔

((عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُوْا امْرَأَتَهٗ إِلَى فِرَاشِهٖ فَتَأْبٰى عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا .)) [1]

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پہ بلاتا ہے اور وہ انکار کردیتی ہے تو جو آسمان میں ہے اس پر ناراض ہوجاتا ہے۔ حتی کہ خاوند اس سے راضی ہوجائے۔''

عورت کا اپنی جہالت کے سبب خاوند کے ساتھ نہ سونے اور بیڈ روم کو خالی چھوڑنے میں، خواہ اس کے پاس کتنے ہی اسباب کیوں نہ ہوں، غلطی پر ہوتی ہے۔ عورت کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ پیار اور محبت سے خاوند کو جماع پر اکسانے والے وسائل اختیار کرے۔ اور خاص

[1] صحیح مسلم ۲٤۹/۹، حدیث: ۳٥٤۰

طور پر جب وہ اس سے اعراض کرتا ہو، تاکہ ان کے درمیان نفرت کا سبب زائل ہو جائے نہ کہ وہ اس کا بستر ہی چھوڑ دے اور فرشتے اس پر صبح تک یا رات مکمل ہونے سے پہلے تک یا مکمل ایک دن یا چند دنوں بعد رجوع کرنے تک لعنت کرتے رہیں۔ اور یہ اس سارے عرصہ میں لعنت کی مستحق ہونے کے ساتھ شیطان کا شکار بنتی رہے اور بربادی وتنگی اور غم میں مبتلا رہے۔ کیونکہ لعنت اس پر مسلسل ہوتی رہے گی۔ حتی کہ طلوع فجر کے ساتھ نافرمانی سے باز آجائے اور خاوند کو طلب نہ رہے۔ اس کا ایک ہی حل ہے کہ یا تو وہ توبہ کرلے اور بستر میں لوٹ آئے یا خاوند اس سے کسی طرح راضی ہو جائے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ مُهَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تَرْجِعَ .)) [1]

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب عورت خاوند کا بستر ترک کرتے ہوئے رات گزارتی ہے تو فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں جب تک وہ خاوند کے بستر پر واپس نہ پلٹ آئے۔“

شریعت نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ عورت کا خاوند کے بستر سے دور رہنا شرعی عذر کے بغیر ہو تو حرام ہے۔ اور حیض کوئی شرعی عذر نہیں۔ کیونکہ اس حالت میں خاوند کو شرمگاہ کے علاوہ باقی وجود سے استمتاع کا حق حاصل ہے۔ [2]

سمجھ دار عورت خاوند کی جماع میں رغبت دیکھ کر خوش ہوتی ہے اور جوں جوں اس میں رغبت بڑھتی ہے وہ بہت خوش ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ جانتی ہے کہ وہ اوقات جن میں خاوند بہت زیادہ خوشی محسوس کرتا ہو وہ جماع کا وقت ہوتا ہے، اس کا معنی یہ ہوا کہ خاوند کی سعادت اپنی بیوی کے وجود میں اور اس کے ساتھ ہے اور اس کا جماع کے لیے زیادہ طلب کرنے کا معنی یہ

---

[1] صحيح البخاري: ٥١٩٤

[2] النووي شرح مسلم: ٢٤٩/٩

ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ بہت زیادہ خوش ہے۔ اور خاوند کی سعادت بیوی کی ذات میں پنہاں ہے۔ بلکہ بیوی اسے گرویدہ کرنے اور جاذبیت پیدا کرنے کے عمل سے خاوند میں بھی تخفیف آئے گی۔

اس لیے وہ محسوس کرے گی کہ اچھی معاشرت اور عمدہ صحبت کی کوشش خاوند کے حقوق کی ادائیگی اور اس کی خواہشات کو ممکنہ طور پر مکمل کرنے میں ہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے اور یہ بھی علم ہونا چاہیے کہ اگر وہ خاوند کو بلائے اور وہ انکار کر دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ (اگر خاوند کو کوئی عذر شرعی ہو مثلاً مرض وغیرہ۔)

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے کے لیے مراعات سے بھی عورت کو خبردار رہنا چاہیے کہ اس نے اس کا کوئی حق نہیں چھوڑا۔ مگر یہ ہے کہ اسے ادا کرنے والا بھی اس نے مقرر کر دیا ہے حتیٰ کہ جو اس کی کسی شہوت کو روک کر اسے ناراض کرتا ہے اس پر لعنت بھیجنے کے لیے اللہ نے اپنے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔ اس لیے عورت کو اپنے رب کے حقوق پورے کرنے چاہئیں کہ جن کا اس نے اس سے مطالبہ کیا ہے۔

۳...... اپنی ازدواجی زندگی تباہ کرنے کے لیے غیروں کو موقع نہ دے:

شریعت نے عورت کو بتلایا ہے کہ شوہر اور بیوی کے درمیان اختلاف پیدا کرنا شیطان کے اہم ترین کاموں میں سے ہے تاکہ مومنہ عورت کا اس کے شوہر کے درمیان عفو و درگزر کا طریقہ ختم کر دے۔

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا .)) ❶

''اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جس نے کسی عورت کو اس کے خاوند پر خراب کیا۔''

---

❶ أبوداود: ۲۱۷۵۔ صححه الألباني في صحيح الترغيب: ۲۰۱۳

دوسری روایت میں یوں فرمایا:

((مَنْ خَبَّبَ عَبْدًا عَلَى أَهْلِهِ فَلَيْسَ مِنَّا وَمَنْ أَفْسَدَ امْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا .)) ❶

''جس نے کسی غلام کو اس کے مالکوں پر خراب کیا وہ ہم سے نہیں۔ اور اسی طرح جس نے کسی عورت کو اس کے خاوند پر خراب کیا وہ بھی ہم میں سے نہیں۔''

پس عورت کو اپنی ازدواجی زندگی کی ایسے لوگوں سے حفاظت کرنی چاہیے جو اس کے بدخواہ اور اس کے شوہر کے لیے اسے خراب کرنا چاہتے ہوں۔ یا ان کے درمیان لڑائی جھگڑا اور اختلافات پیدا کرنا چاہتے ہوں۔

۴......عورت کو ہمیشہ شیطان سے ہوشیار رہنا چاہیے:

شریعت نے عورت کو شیطان سے ڈرایا ہے کہ جس کا ایک بڑا مقصود عورت کو خاوند سے طلاق دلوانے کے علاوہ اور کوئی ہے ہی نہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کی خوشیوں کو ایک ہی چوکے سے ختم کر دے۔ جس سے وہ ہمیشہ خاوند سے بیوی پر چڑھائی کرواتا اور بغض وعداوت کی آگ بھڑکانے کے لیے بیوی کو خاوند کے خلاف اس کی برداشت سے زیادہ بھرتا رہتا ہے۔ اور اسے برے واقعات یاد دلاتا ہے اور اسے خاوند کی مسلسل نافرمانی کی ترغیب دیتا ہے۔ اور اسے خاوند کے لیے کسی بھی چیز میں عدم تنازل پر جری کرتا ہے جو کہ اختلاف کو بڑھاتا اور اسے اللہ کے ذکر سے غافل کر دیتا ہے۔ اور صرف شیطان اس کے ساتھ باقی رہ جاتا ہے۔ وہ اسے طلاق دلوانے کی خاطر ہمیشہ ایسے کاموں پر ابھارتا رہتا ہے۔

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ

❶ سنن النسائی : ۳۳۲ـ ابن حبان : ۵۶۰ـ صححه الألبانی فی صحیح الترغیب : ۲۰۱۴

مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ: فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُوْلُ: مَا صَنَعْتَ شَيْئًا ، قَالَ ثُمَّ يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ: مَا تَرَكْتُهُ حَتَّى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ، قَالَ: فَيُدْنِيهِ مِنْهُ وَيَقُوْلُ: نِعْمَ أَنْتَ فَيَلْتَزِمُهُ .)) ❶

''سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ابلیس اپنا عرش پانی پہ رکھے ہوئے ہے۔ پھر وہاں سے اپنے لشکروں کو (خشکی کی طرف) بھیجتا ہے۔ اس کا مقرب ترین وہ ہوتا ہے جس نے سب سے بڑا فتنہ برپا کیا ہو، ان میں سے ایک آکر کہتا ہے: میں نے ایسے ایسے کیا۔ تو ابلیس کہتا ہے: تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے کہ: میں نے میاں بیوی دونوں کو اس وقت تک چھوڑا نہیں جب تک ان میں تفریق نہیں ڈلوادی۔ تو ابلیس اسے اپنے قریب کرتا ہے اور کہتا ہے: ہاں یہ ہوا ناں کام، اور اس سے گلے ملتا ہے۔''

لہٰذا عورت کو اس سے متنبہ رہنا چاہیے اور اس سے اپنے نفس کو دعاؤں اور ذکر اذکار کے ساتھ محفوظ کرنا چاہیے تاکہ اللہ کی مدد اور تائید سے یہ شیطان پر حاوی رہے۔

۵.... عورت کو خاوند سے ہم بستری والے اُمور میں رازداری سے کام لینا چاہیے:

میاں بیوی کے درمیان جماع کے راز ہوتے ہیں۔ یہ وہی راز ہیں جو غالباً دونوں کے درمیان جماع کے دوران پیار و محبت کی حرکات ہوتی ہیں۔ یا وہ امور جو جسمانی عیب سے متعلق ہوتے ہیں۔ تو یہ ایسی چیزیں ہیں جو ان کے درمیان نہایت راز والی ہوتی ہیں کہ جنہیں بتانا دانا و عقل مند لوگ انتہائی ناپسند کرتے ہیں۔ بے شک شریعت نے ایسی عورت کا وصف بھی بیان کیا ہے جو امانت میں خیانت کرتی، اپنے اور اپنے خاوند کے مابین اس

❶ صحيح مسلم، حديث: ٧١٠٦

دوران ہونے والے امور یا خاوند میں کوئی دیکھا ہوا عیب لوگوں کو بتلاتی ہے تو ایسی عورت اللہ کے نزدیک بدترین اور سب سے کم مرتبہ والی عورت ہے۔ اور اس کے ساتھ شریعت نے عورت کو اس بات سے بھی ڈرایا ہے کہ وہ اپنے اور اپنے خاوند کے مابین جماع کے دوران ہونے والے امور لوگوں کو نہ بتائے۔ شریعت نے بتلایا ہے کہ ایسا کرنے والی عورت شیطانہ ہے جس سے شیطان سڑک کے کنارے لوگوں کی موجودگی میں زنا کرتا ہے اور فارغ ہوکر چل دیتا ہے، اور اسے لوگوں کے دیدار کے لیے یا جو اس سے اپنی خواہش پوری کرنا چاہتا ہو اس کے لیے وہیں چھوڑ دیتا ہے۔

ایک پاکدامن اور عفت وعصمت والی صالح بی بی عفیفہ اور رضاء الٰہی کے لیے اپنے نفس کی محافظہ عورت کے لیے یہ کتنا عظیم وصف ہے کہ جو انسانی شیطانوں کی طرف سے نشر کی جانے والی ننگی فلموں سے بھی دور رہتی ہو۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

((عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْد أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ قُعُوْدٌ عِنْدَهُ فَقَالَ: "لَعَلَّ رَجُلًا يَقُوْلُ مَا يَفْعَلُ بِأَهْلِهِ ، وَلَعَلَّ امْرَأَةً تُخْبِرُ بِمَا فَعَلَتْ مَعَ زَوْجِهَا ؟ فَأَرَمَّ الْقَوْمُ ، فَقُلْتُ : إِي وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهُنَّ لَيَقُلْنَ وَ إِنَّهُمْ لَيَفْعَلُوْنَ قَالَ: فَلَا تَفْعَلُوْا فَإِنَّمَا ذٰلِكَ مِثْلُ الشَّيْطَانِ لَقِيَ شَيْطَانَةً فِي طَرِيْقٍ فَغَشِيَهَا وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ" وَفِي لَفْظٍ "عَلَى قَارِعَةِ الطَّرِيْقِ فَقَضَى حَاجَتَهُ مِنْهَا ثُمَّ انْصَرَفَ وَتَرَكَهَا)) [1]

''اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ نبی ﷺ کے پاس تشریف فرما تھیں، کچھ مرد اور عورتیں بھی پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شائد

[1] البزار: ١٤٥٠۔ لفظ الرواية الثاني حسنه الألباني في صحيح الترغيب: ٢٠٢٣۔ والأولى بالمسند: ٤٥٦/٦ (٢٧٥٨٣)

کہ مرد جو اپنی بیوی سے کرتا ہے لوگوں کو بتاتا ہوگا اور شائد کہ بیوی بھی لوگوں کو بتاتی ہوگی جو اس نے شوہر سے کیا؟ سب لوگ خاموش ہوگئے۔ (بی بی اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:) میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول کوئی شک نہیں عورتیں بھی ایسی باتیں کرتی ہیں اور مرد بھی کرتے ہیں۔ فرمایا: ایسا نہ کیا کرو۔ بلاشبہ اس عمل شنیع کی مثال اس شیطان کی سی ہے جو کسی شیطانہ کو سر راہ ملتا ہے اور اس سے اس حالت میں جماع کرتا ہے کہ لوگ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ دوسرے الفاظ یوں ہیں، فرمایا: سڑک کے کنارے ملتا ہے اور اس سے اپنی حاجت پوری کر کے اسے وہیں چھوڑ کر چل دیتا ہے۔''

میاں بیوی کے مابین ہونے والے جماع جیسے کام کو شریعت مطہرہ تو احترام دیتی ہے اس لیے خاوند کو بھی اس کا خیال رکھتے ہوئے اس کی حفاظت کرنی چاہیے۔ کیونکہ میاں بیوی کے درمیان جماع کے دوران آپس میں محبت کے امور ایک دوسرے کو ابھارنے کے لیے ہوتے ہیں۔ اس لیے شریعت نے اس میں جھوٹ کی اجازت بھی دی ہے۔ لیکن جب ان میں سے ایک کو یہ معلوم ہو کہ اس کا راز افشاء ہو کر لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائے گا کہ جس سے لوگوں کے لیے طنز و مزاح کا وہ نشانہ بن جائے گا تو وہ اس کام سے رک جائے گا اور اسے دل میں بٹھا رکھے گا۔ اور جب دوبارہ جماع کے لیے ملاقات ہوگی تو بہت سست اور ٹھنڈی ہوگی۔ ممکن ہے بالآخر اس امر کی انتہاء شادی کے تمام ہونے یا جماع میں رغبت ہی نہ رہنے پر ہو۔ [1]

۶...... اپنے شوہر کے سامنے دوسری عورتوں کی اوصاف بیان کرنے سے بچیے:

ہماری شریعت مطہرہ نے عورت کو اپنے خاوند کے سامنے غیر محرم عورتوں کی خوبیاں اور اوصاف بیان کرنے پر سختی سے منع کیا ہے۔ خواہ وہ اوصاف ان کے حسن و جمال سے متعلق ہوں یا ان کے کپڑوں سے متعلق یا ان کی باتوں کی مٹھاس یا ان کی شخصیت وغیرہ کے متعلق ہوں۔

---

[1] البسام في توضيح الأحكام: ٤/٤٤٩

((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا تُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا .)) ❶

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی عورت کسی عورت کے ساتھ مباشرت نہ کرے۔ اور پھر وہ اپنے خاوند کے اوصاف اس کے سامنے یوں بیان کرے جیسا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہو۔''

فساد کے ذریعہ کو بند کرنے کے لیے یہ بنیادی چیز ہے، اور اس ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ اس میں خدشہ اس بات کا ہے کہ خاوند کو مذکورہ خوبی اچھی لگے اور وہ اس ممدوحہ کی سوچ میں مشغول ہو جائے، اور پھر ممکن ہے کہ وہ اس خوبی کو اپنی بیوی میں موجودہ خوبی پر مقدم کر بیٹھے کہ جس سے فساد کھڑا ہو جائے۔

پس عورت کو اس سے بچنا چاہیے تا کہ وہ اپنے خاوند کی دوسری عورتوں میں پسندیدگی اور اپنے لیے جو اس میں بہت بھاری مشکلات ہیں ان کا باعث نہ بنے۔

۷......عورت بغیر شک وشبہ کے غیرت نہ کھائے:

شریعت نے وضاحت کی ہے کہ غیرت عورتوں کی فطرت میں ہے۔ لیکن عورت سے مطلوب یہ ہے کہ وہ اسے محدود کرنے کی کوشش کرے اور اس میں حد سے نہ بڑھ جائے۔ تا کہ اسے اس پر ملامت نہ کی جا سکے۔ اس کا ضابطہ کار جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

((أَنَّ مِنَ الْغِيْرَةِ مَا يُحِبُّهَا اللّٰهُ ، وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُ اللّٰهَ ، فَأَمَّا الْغِيْرَةُ الَّتِي يُحِبُّ اللّٰهُ فَالْغِيْرَةُ فِي الرِّيْبَةِ وَأَمَّا الْغِيْرَةُ الَّتِي يُبْغِضُ فَالْغِيْرَةُ فِي غَيْرِ رِيْبَةٍ .)) ❷

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بعض قسم کی غیرت وہ ہے جسے اللہ پسند کرتے ہیں، اور بعض قسم کی غیرت کو اللہ ناپسند کرتے ہیں۔ جو غیرت اللہ پسند کرتے

❶ صحيح البخاري: ٥٢٤٠-٥٢٤١

❷ حسنه الألباني في الإرواء: ١٩٩٩

ہیں وہ ہے جو شک کی بنیاد پر ہو۔ اور جسے اللہ ناپسند کرتے ہیں وہ ہے جو بغیر شک کے ہو۔"

پس جب عورت کو خاوند پر حرام کام کے ارتکاب کی وجہ سے غیرت آئے چاہے وہ زنا ہو یا اس کا حق ختم کرنے والا معاملہ ہو یا اس پر ظلم ہو تو اگر یہ دلیل کے ساتھ ہو تو یہ مشروع غیرت ہے۔ لیکن اگر بلا دلیل صرف وہم کی بنیاد پر ہو تو یہ وہ غیرت ہے جو بلا شک کے ہے، اور یہ منع ہے۔

اگر شوہر انصاف پسند، عادل اور اس کا حق ادا کرتا ہو اور بیوی میں ایسی غیرت ہو جو انسانی فطرت میں ہے کہ جس سے کوئی بھی عورت محفوظ نہیں ہے تو اس میں اسے معذور سمجھنا ہوگا جب تک حرام قول و فعل کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ اور سوکنوں کے درمیان جو غیرت ہوتی ہے جیسا کہ اُمہات المؤمنین سیّدہ عائشہ، خدیجہ رضی اللہ عنہما سے غیرت کرتی تھیں تو یہ بھی جائز ہے۔ چنانچہ آپ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

((مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَمَا غِرْتُ عَلَى خَدِيْجَةَ لِكَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِيَّاهَا وَثَنَائِهِ عَلَيْهَا .)) [1]

"میں رسول اللہ ﷺ کی کسی بیوی سے اتنی غیرت نہیں کرتی تھی جتنی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کرتی تھی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ اسے بہت یاد اور اس کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔"

تو یہاں اس غیرت کا سبب رسول اللہ ﷺ کا خدیجہ کو یاد کرنا بیان کیا گیا ہے جبکہ وہ موجود بھی نہیں تھیں۔ اور سیّدہ عائشہ، سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مشارکت سے بھی بے خوف تھیں لیکن یہ ان کے نزدیک سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ان پر ترجیح دینا تھا اور یہ ان کے غصے کو بھڑکاتا تھا جو انھیں غیرت پر ابھارتا تھا۔ جیسا کہ آپ بیان کرتی ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں آپ کو بہتر بیوی عطا کی ہے۔ تو یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر

---

[1] صحیح البخاری: ٥٢٢٩

بیوی عطا نہیں کی۔اس کے باوجود آپ ﷺ عورتوں کی فطری غیرت کا لحاظ کرتے ہوئے عائشہ کا مواخذہ نہیں فرماتے تھے۔

۸......عورت اپنے خاوند کو تکلیف دینے سے بچے:

شریعت نے بیان کیا ہے کہ جو عورت اپنے خاوند کو دنیا میں تکلیف دیتی ہے وہ خود کو اللہ کی سزا کا نشانہ بناتی ہے۔اور وہ اللہ کے ساتھ لڑنے والی کی طرح ہے۔

((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا تُـؤْذِي امْـرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُـهُ مِـنَ الْـحُوْرِ الْعِيْنِ لَا تُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوشَكُ أَنْ يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا .)) [1]

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے خاوند کو دنیا میں تکلیف دیتی ہے تو حورالعین میں سے اس کی بیوی کہتی ہے: اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے! اسے تکلیف مت دو۔ بے شک وہ تیرے پاس مہمان ہے۔عنقریب وہ تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔“

نیک عورت سے خاوند کو تکلیف نہیں پہنچتی اس کی صلاحیت اور حُورالعین کی بددعا کے متعلق اُس کا علم کہ اللہ تم سے لڑے معلوم ہونے کی وجہ سے۔اور کون ہے جو اللہ سے لڑنے کی طاقت رکھتا ہو۔

۹......عورت اپنے خاوند کا مال بلا اجازت نہ لے:

اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام معاویہ ہند بنت عتبہ جو کہ ابوسفیان کی بیوی تھی، نبی کریم ﷺ کے پاس آکر کہنے لگی: اے اللہ کے رسول ﷺ! بے شک ابو سفیان ایک بخیل انسان ہے۔اور وہ مجھے میری اور میرے بیٹے کی ضرورت کے بقدر خرچ بھی نہیں دیتا مگر یہ ہے کہ جو میں اس کی لاعلمی میں اس کے مال سے لے لوں کیا میرے اوپر گناہ ہے؟

---

[1] ابن ماجه: ۲۰۱۴۔ صححه الألباني فی صحیح الترغیب: ۱۹۴۵

((فَقَالَ: " خُذِيْ مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدِكِ بِالْمَعْرُوْفِ .)) ❶

" فرمایا: معروف طریقے سے اپنی اور اپنے بیٹے کی ضرورت کے بقدر لے لیا کرو۔"

۱۰.....خاوند کی شکایتیں لگانے سے پرہیز کرے:

شریعت نے عورت کو خاوند کی دوسروں کے پاس خواہ والدین کیوں نہ ہوں شکایتیں لگانے سے منع کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے پاس جب ایک عورت اپنے خاوند کی شکایت لے کر آئی تو اس کی شکایت کی وجہ سے آپ نے فرمایا: یہ اچھی عورتوں میں سے نہیں۔ اور ابراہیم علیہ السلام سے جب آپ کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی بیوی نے اپنے خاوند کی شکایت کی جو زندگی میں تنگی محسوس کرتی تھی تو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اسے طلاق دینے کا حکم دیا اور انہوں نے اس کو طلاق دے دی تھی۔ پس جو عورت اپنے خاوند کی دوسروں کے پاس شکایت لگاتی ہے وہ اس سے اس کی قدر و قیمت کم کر لیتی ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ سے اس کام میں ڈرنا چاہیے اور اس سے توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔

((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَقَدْ طَافَ اللَّيْلَةَ بِآلِ مُحَمَّدٍ سَبْعُوْنَ امْرَأَةً، كُلُّ امْرَأَةٍ تَشْكِي زَوْجَهَا فَلَا تَجِدُوْنَ أُولَئِكَ خِيَارَكُمْ .)) ❷

" نبی معظم ﷺ نے فرمایا: آل محمد کے پاس آج رات ستر عورتیں آئیں ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک عورت اپنے خاوند کی شکایت لگا رہی تھی۔ پس یہ تمہارے بہترین لوگ نہیں ہیں۔"

لہٰذا عورت کو اپنے خاوند کے لیے بدبختی کا سبب نہیں بننا چاہیے۔ جب بھی اسے دیکھے تو اس میں ناخوش کرنے والی چیز نہ دیکھے۔ یا اس پر زبان درازی کرے، یا اس کی غیر حاضری میں اسے اپنے نفس اور عزت پر امن مہیا نہ کرے، اور نہ ہی وہ اسے مال پر امانت دار سمجھے

❶ صحيح البخاري / حديث: ٥٣٦٤

❷ صححه الألباني في صحيح سنن ابن ماجه: ١٩٨٥

بے شک نبی کریم ﷺ نے مرد کو بھی بد بخت عورت کی صفات بتائی ہیں اور اس سے ڈرایا ہے۔ لہٰذا وہ اس کے لیے بدبختی کا منبع نہ بنے۔

((مِنْ شِقَاءِ الْمَرْأَةِ تَرَاهَا فَتَسُوْؤُكَ ، وَتَحْمِلُ لِسَانَهَا عَلَيْكَ ، وَإِنْ غِبْتَ عَنْهَا لَمْ تَأْمَنْهَا عَلَى نَفْسِهَا وَمَالِكَ .)) ❶

"بد بخت عورت کی علامت یہ ہے کہ جب تو اسے دیکھے تو تجھے بری لگے۔ اور تیرے اوپر زبان درازی کرے، اور جب تو اس سے غائب ہو تو اسے اس کے نفس اور اپنے مال پر امین نہ سمجھے۔"

پس عورت کو یہ ممنوعہ چیزیں جاننے کے بعد اپنے خاوند اور نفس کو ہر ممکن کوشش کر کے ازدواجی ہلاکت سے دور رکھنا چاہیے۔ کیونکہ میاں بیوی میں سے کسی ایک کو ازدواجی خوشی نہ ہونے کا احساس وشعور دوسرے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور بالآخر دونوں کی زندگی آخرت سے پہلے دنیا میں ہی جہنم بن جاتی ہے۔



❶ مستدرك الحاكم: ٢/١٦٢ وصححه۔ حسنه الالباني في صحيح الترغيب: ١٩١١٥

عورت کو جہنم سے بچنے کے لیے جن امور سے ڈرنا چاہیے

۱......خاوند کے شکریہ اور اللہ کی نظر رحمت والی محرومی سے بچی رہے:

شریعت نے عورت کے ہاں فطری کجی کے سبب غلطی ہونے اور یہ کہ صرف شوہر سے معمولی سی بات سے اس کی ناشکری کرنے اور اس کے قسم اٹھانے کہ اسے شوہر سے کبھی خیر نہیں ملی وغیرہ...... بیان کرنے کے باوجود عورت کو شریعت نے کھلا نہیں چھوڑا، بلکہ اسے اپنے نفس کو ضبط، سیدھا، اس کی اصلاح اور اپنی خواہشات کے خلاف کوشش کرنے، اپنے شوہر کی نعمتوں کا اعتراف اور اس کا شکریہ ادا کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ کیونکہ یہ اس سے مستغنی نہیں ہوسکتی۔ وگرنہ یہ سخت قسم کے عذاب کی سزاوار ہوگی اور وہ یہ کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محروم ہو جائے گی۔

((قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى إِلَى امْرَأَةٍ لَا تَشْكُرُ لِزَوْجِهَا وَهِيَ لَا تَسْتَغْنِي عَنْهُ .)) [1]

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس عورت کی طرف نہیں دیکھیں گے جو اپنے خاوند کا شکریہ ادا نہیں کرتی اور یہ اس سے مستغنی بھی نہیں ہوسکتی۔ (یعنی اس کے بغیر رہ بھی نہیں سکتی)۔“

۲......عورت خاوند کو کسی چیز سے نہ روکے تاکہ جہنم کی سزا سے بچ جائے

شریعت نے عورت کے لیے یہ واضح کیا ہے کہ اگر وہ خود کو شوہر سے روکے گی تو یہ اس

[1] النسائي في الكبرى: ١٦٨/٣ـ البزار: ١٤٦٠ ـصححه الألباني في الصحيحه: ٢٨٩

کے لیے جہنم میں داخلے کا سبب ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس کے خاوند کی اللہ کی نافرمانی سے خالی خواہشات کو پورا کرنا دخول جنت کا سبب ہے

((عَنْ حُصَيْنِ بْنِ مِحْصِنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ عَمَّةً لَهُ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فِي حَاجَةٍ ، فَفَرَغَتْ مِنْ حَاجَتِهَا ، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ : " أَذَاتُ زَوْجٍ أَنْتِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ ، قَالَ: كَيْفَ أَنْتِ لَهُ؟ قَالَتْ: مَا آلُوهُ إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ . قَالَ: فَانْظُرِي أَيْنَ أَنْتِ مِنْهُ ، فَإِنَّمَا هُوَ جَنَّتُكِ وَنَارُكِ .)) ❶

''حضرت حصین بن محصن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی پھوپھی نبی کریم ﷺ کے پاس کسی کام سے آئی اور جب (اُمہات المؤمنین کے ساتھ) اپنے کام سے فارغ ہو گئی، تو آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: کیا تو شوہر والی ہے؟ کہا ہاں، فرمایا: تو اس کی فرمانبرداری میں کیسی ہے؟ کہنے لگی: میں اپنے شوہر کی خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی ہوں مگر جس کام سے میں عاجز آجاؤں۔ فرمایا: اس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا کہ تم اس کی فرمانبرداری کہاں تک کرتی ہو، بے شک وہ تیری جنت بھی ہے اور جہنم بھی۔'' (یعنی خاوند کی پوری پوری خدمت کر کے چاہے جنت حاصل کر لو۔ اور چاہے نافرمانی کر کے جہنم خرید لو۔)

پس جو عورت جہنم اور اللہ کے عذاب سے ڈرتی ہو، اللہ کی رحمت اور جنت کی امیدوار ہو، وہ اپنے بس میں شوہر کی کسی بھی طلب کو رد نہیں کرتی اِلّا یہ کہ جس کام کے کرنے سے وہ عاجز ہو۔

۳...... عورت شوہر سے طلاق نہ مانگے اس میں جنت سے محرومی ہے:

شریعت نے عورت پر شوہر سے بلا ضرورت طلاق مانگنا حرام کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ جو

❶ مسند أحمد: ٣٤١/٤۔ صححه الألباني في صحيح الترغيب: ١٩٣٣ وصححه الحاكم: ١٨٩/٢

اپنے خاوند سے بلا وجہ خلع طلب کرتی ہے وہ منافقہ اور جنت اس پر حرام ہے۔ تاکہ عورت خبردار ہو اور ان حرام امور کے ارتکاب سے پہلے ان کاموں کی سزا سے ڈرے۔ تاکہ اگر اس کی کوئی وجہ ہو تو بھی اسے برداشت کرے۔ ایسی بیوی نہ ہو جو اندر سے مخالف اور ظاہر میں فرمانبردار ہوتی ہے۔

((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّـمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقَهَا مِنْ غَيْرِ مَا بِهِ بَأْسٌ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ .)) ❶

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو بھی عورت اپنے شوہر سے بلا وجہ طلاق مانگتی ہے اس پر جنت کی خوشبو تک حرام ہو جاتی ہے۔"

((وَفِي حَدِيْثٍ آخَرَ: وَإِنَّ الْمُخْتَلِعَاتِ هُنَّ الْمُنَافِقَاتِ ، وَمَا مِنِ امْرَأَةٍ تَسْأَلُ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَيْرِ بَأْسٍ فَلَا تَجِدُ رِيحَ الْجَنَّةِ .)) ❷

"اور دوسری حدیث میں ہے کہ فرمایا: بلاشبہ خلع طلب کرنے والی عورتیں ہی منافق ہیں ، اور جو بھی عورت اپنے شوہر سے بلا وجہ طلاق مانگتی ہے وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گی۔"

❶ أبو داود: ٢٢٢٦۔ الترمذی: ١١٨٧ وحسنه۔ ابن ماجه: ٢٠٥٥۔ صححه الألبانی فی صحیح الترغیب: ٢٠١٨.

❷ صححه الألبانی فی صحیح الترغیب: ٢٠١٨

ازدواجی زندگی سے متعلق کچھ نصیحتیں

ہے تری نسوانیت کا بانکپن شرم و حیا
بن کے رنگ و نور، سیمیں دریچے پہ نہ جھول
اِک طرف مریم ہے تو، دوسری جانب بتول
آبگینہ ہے کبھی، اور کبھی جنت کا پھول

زیرِ مطالعہ موضوع سے ہی متعلق یہ اقتباس ہم ایک مصری عالم دکتور محمد حسین کی کتاب " اَلْـعَشِیْرَۃُ الطَّیِّبَۃُ" سے پیش کر رہے ہیں۔ یہ کتاب مصر کے ہی ایک ادارے " دار الدعوۃ للطبع والنشر/ الاسکندریہ نے طبع کی ہے کہ جس کے مقدمہ میں ناشر، مصنفِ کتاب کے بارے میں لکھتا ہے: اس کتاب کو ایک تجربہ کار، دانا عالم محمد حسین حفظہ اللہ نے لکھا ہے کہ جو لوگوں میں اپنی علمی فقاہت کی وجہ سے بہت معروف اور اخلاقِ حسنہ کے اعتبار سے عامۃ الناس میں بہت معزز ہیں۔ ان کا اپنی اس کتاب میں " مسلمان خاندانوں کی اصلاح اور پھر والدین کی اپنے بچوں کی اسلامی و دینی تربیت" کے موضوع پر اندازِ بیان نہایت ہی اچھوتا اور قابل مطالعہ ہے۔ مؤلف کتاب نے اپنی اس تحریر میں نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام و تابعین اور مابعد والے سلف صالحین کی زندگیوں پر مبنی جو مثالی نمونے پیش کیے ہیں وہ بالکل طبعی اور فطری ہیں۔ یہ نمونے اُنھوں نے اس لیے بیان کیے تاکہ ہمیں اس بات کا یقین رہے کہ ہمارے اسلاف میں عملی دین حنیف نے معاشرے میں کوئی ایسی چھوٹی یا بڑی خرابی نہیں دیکھی مگر یہ ہے کہ اُس کا علاج ضرور بتلایا ہے۔ حیرت واستعجاب اور مسرت وشادمانی کی بات یہ ہے کہ آج بھی ہر مسلمان آدمی انھیں بذاتہ اپنا سکتا ہے اور اپنے اہل خانہ اور بچوں کی ان کے مطابق تربیت کر سکتا ہے۔ یہ بات من حیث المسلم ہمیشہ یاد رکھیے کہ ہر مشکل کا حل دین

اسلام پر عمل میں اور ہر سعادت کا حصول صرف پختہ ایمان باللہ وایمان بالرسول میں ہے۔ اور اگر کہیں بھلائی مل سکتی ہے تو صرف قرآن وسنت سے۔ (واللہ ولی التوفیق)

سلف صالحین کی تجربہ شدہ نصیحتیں:

۱:...... امیر المؤمنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: عورتیں تین طرح کی ہوتی ہیں:

(ا)...... **عقلمند عورت** ...... کہ جو صحیح اسلام وعقیدہ والی، پاکدامن، نرم گفتار، بااخلاق، خاوند سے محبت کرنے اور بچے پیدا کرنے والی، اپنے اہل وعیال پر پیش آمدہ زمانے کی مشکلات کا مقابلہ اور اُن کی اس ضمن میں مدد کرنے والی ہوتی ہے اور وہ زمانے کی مشکلات کو اُن پر مسلط نہیں کرتی۔ مگر ایسی عورتیں ہوتی بہت کم ہیں۔

(ب)...... دوسری صرف بچے پیدا کرنے کی ایک مشین ہوتی ہے بس۔ اس سے زیادہ اس میں کوئی خوبی نہیں ہوتی۔

(ج)...... تیسری عورت (اپنی بداخلاقی وبدصورتی اور بدمزاجی کی وجہ سے) گلے کا طوق ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے جس کے گلے میں چاہے ڈال دے اور پھر جب اللہ ہی چاہے تو یہ طوق گلے سے اُترتا ہے۔

۲:...... امیر المؤمنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تمہاری بہترین عورتیں ایمان ووجود میں نہایت خوشبودار، نہایت لذیذ کھانا بنانے والیاں ہوتی ہیں کہ جن پر مال خرچ کرنے کو بھی ارادۃً دل چاہے اور اُن سے مشکلات ومصائب کو بھی ہمت کر کے روکنے کو دل چاہے۔ ایسے لوگ اللہ کے عمّال میں سے شمار ہوتے ہیں اور اللہ کا عامل کبھی نقصان نہیں اُٹھاتا۔

۳:...... اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: تمام عورتوں میں سے افضل بی بی کون ہوا کرتی ہے؟ انھوں نے فرمایا: جو گفتگو میں بُری، عیب والی بات کو

جانتی ہی نہ ہو۔ نہ ہی وہ مردوں کے فریب اور چال کی طرف راہنمائی کرنے والی ہو۔ (کہ اس کی بے جا، غلط گفتگو یا غلط قسم کی حرکات سے غلط خیالات والے مردوں کو اُسے فریب، دھوکہ دینے کا طمع پیدا ہو۔) اور نہ ہی اُس کا دل سوائے اپنے شوہر کے کسی کے لیے بھی زینت اختیار کرنے کا خیال پیدا کرے۔ اور وہ اپنے گھر بار، بچوں کی صفائی ستھرائی کا پورا خیال رکھے۔

۴:...... امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خوبصورت اور حسین چہرہ والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے کسی قبیح فعل کی وجہ سے اپنے چہرے کو عیب دار نہ بنالے۔ اور بدصورت شکل والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ دو قباحتوں ...... ایک چہرے کی بدصورتی اور دوسری بدکرداری کی قباحت ......کو جمع نہ کرے۔

۵:...... ایک بدو، بادہ نشیں اعرابی سے پوچھا گیا: عورتوں میں سے زیادہ فضیلت والی (قابل احترام ومعزز) کون ہوتی ہے؟ اُس نے کہا: اپنی قوم (قبیلہ و خاندان) میں نہایت معزز (قابل احترام) اور اپنے آپ میں انتہائی عاجزی والی کہ جس کی گود میں بچہ ہو (یعنی جس کا دودھ ابھی ابھی چھوٹا ہو) اس کے پیٹ میں بھی (اپنے خاوند کا) دوسرا بچہ ہو، یعنی خاوند کے لیے زیادہ بچے پیدا کرنے والی۔

۶:...... اندلس کے ایک فقیہ جناب ابن عبد ربہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ایک بری بیوی کے ہوتے ہوئے تمام آزمائشیں آدمی کو کھا جاتی ہیں۔ وہ بیوی کہ آدمی کا جی اس کے ساتھ زندگی گزار کر سکون حاصل نہیں کرتا اور نہ ہی اُسے دیکھ کر آنکھ کو ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔

۷:...... جناب عمرو بن حجر نے عوف بن محلّم الشیبانی کی طرف اُن کی بیٹی اُمّ ایاس کے ساتھ منگنی کا پیغام بھیجا۔ (دونوں اپنے اپنے قبیلوں کے سردار اور بادشاہ تھے۔) جواب میں عوف بن محلّم الشیبانی نے کہا: ٹھیک ہے میں اُمّ ایاس کی شادی تمہارے ساتھ کرنے کو تیار ہوں مگر شرط یہ ہے کہ تم دونوں کے بیٹوں کے نام میں خود رکھوں گا اور تمہاری بیٹیوں کے نکاح میں خود کروں گا۔ اس پر عمرو بن حجر نے کہا: نہیں، ہم اپنے بیٹوں کے نام اپنے

ناموں، اپنے آباء واجداد کے ناموں اور اپنے چچاؤں کے ناموں پر رکھتے ہیں۔ اور جہاں تک ہماری بیٹیوں کا تعلق ہے تو ہم ان کی شادیاں اپنے ہم پلہ بادشاہوں سے کرتے ہیں۔ البتہ میں یہ کرسکتا ہوں کہ ارضِ کندہ میں ایک جاگیر اس کے نام کردوں اور اُمّ ایاس کی قوم میں پائی جانے والی ضرورت کی سب چیزیں اُسے مہیا کردوں کہ اُسے اپنے قبیلہ والوں سے کچھ مانگنے کی ضرورت ہی نہ رہے۔ چنانچہ اُمّ ایاس کے باپ عوف بن محلّم الشیبانی نے یہ شرائط قبول کرکے اُس کا نکاح عمرو بن حجر سے کردیا۔

اور پھر جب اُمّ ایاس کی رخصتی کے بعد شبِ زفاف کا وقت آیا تو اُس کی ماں نے علیحدگی میں اُسے درج ذیل نصیحتیں کیں:

''میری بیٹی! تو اپنے اُس گھر کو چھوڑ کر یہاں آئی ہے کہ جس میں تو پل کر جوان ہوئی ہے۔ اور ایک ایسے شخص کے پاس آگئی ہے کہ جس کو تو اس سے پہلے جانتی ہی نہ تھی۔ اور تیرا تعلق ایک ایسے آدمی سے جوڑ دیا گیا ہے کہ اس سے قبل تجھے اس سے کوئی اُلفت نہ تھی۔ اس لیے تو اس کی کنیز بن کر رہنا وہ تیرا غلام بن کر رہے گا۔ اپنے خاوند کے لیے دس عادات کو اپنا لینا یہ تمہارے لیے خیر و برکت کا ذخیرہ بن جائیں گی۔

(ا)..... تھوڑے پر بھی قناعت کرکے اپنے خاوند کے لیے عاجزی اختیار کرنا۔ اور اس کی بات کو نہایت اچھے طریقے (پورے دھیان) سے سن کر اُس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا۔

(ب)..... اُس کی آنکھ اور اُس کی ناک کا جائزہ لیتے رہنا کہ اُس کی نظر تیرے کسی قبیح فعل پر نہ پڑے۔ اور اُسے تیرے وجود سے ہمیشہ خوشبو ہی سونگھنے کو ملے۔ (بیٹی نے پوچھا: امی جان! اگر خوشبو کبھی میسر نہ ہو تو کیا کروں؟ کہا: بیٹی! پانی بہترین خوشبو ہے۔ جب تو ہمیشہ نہا، دھو کر صاف ستھری رہے گی تو خوشبو کے نہ ملنے سے بھی تیرے وجود سے بدبو نہیں آئے گی۔)

(ج)..... پانچویں اور چھٹی نصیحت یہ ہے کہ: اپنے شوہر نامدار کے کھانے اور سونے کے اوقات کا بھی جائزہ لیتی رہنا۔ اس لیے کہ بھوک کی گرمی سے آدمی کو غصہ زیادہ آتا ہے۔

اور نیند کی کمی بھی آدمی کو غصہ دلاتی ہے۔

(د)...... اس کے مال کی حفاظت کرنا۔ اس کی جاہ وحشمت اور اس کے بچوں کی ہمیشہ نگہداشت کرنا۔ مال کی حفاظت والے معاملے میں سب سے اچھی بات حسن تدبیر ہے۔ (یعنی خرچ کرنے کا اچھا اُسلوب اور اچھی تدبیر وترتیب اُس کی بہترین حفاظت ہے۔) اور بچوں کی نگہداشت، اُن کی اچھے انداز میں دیکھ بھال اور تربیت ہے۔

(ھ)...... جہاں تک نویں اور دسویں نصیحت کا تعلق ہے تو: کسی معاملے میں اُس کی نافرمانی کبھی نہ کرنا۔ اور نہ ہی کبھی اُس کے کسی راز کو افشاء کرنا۔ اس لیے کہ اگر تو نے کبھی اُس کے کسی حکم کی نافرمانی کی تو جان لینا کہ تو نے اُس کے سینے کو اپنے خلاف غصے سے بھر دیا۔ اور اگر تو نے اس کے کسی راز کو فاش کیا تو اُس کی بے وفائی سے تو محفوظ نہیں رہ سکتی۔

مزید برآں میری بیٹی! یہ بھی یاد رکھنا؛ اگر وہ کبھی کسی سبب سے افکار تلے دب کر اندرونی طور پر ٹوٹ چکا ہو تو اُس کے سامنے خوشی کا اظہار نہ کرنا۔ اور جب اُس کی طبیعت خوش ہو تو اُس کے سامنے کبھی غمگین دکھائی نہ دینا۔

چنانچہ ماں کی ان نصیحتوں پر اُمّ ایاس نے ساری عمر عمل کیا اور وہ عربوں کے ہاں سب سے زیادہ خوبصورت اوصاف والی بی بی مشہور ہوگئی۔

۸:...... ایک بدو، بادہ نشیں اعرابی سے عورتوں کے بارے میں پوچھا گیا اور وہ عورتوں کے بارے میں بڑے تجربہ اور علم ومعرفت والا آدمی تھا۔ کہنے لگا: عورتوں میں سب سے افضل (دانا، سمجھدار اور خوبصورت) عورت وہ ہوتی ہے کہ جب کھڑی ہو تو سب سے اُونچی دکھائی دے۔ اور جب بیٹھے تو سب سے زیادہ عظمت والے لگی۔ جب گفتگو کرے تو ان سب سے زیادہ سچ بولنے والی ہو۔ جب غصہ میں آئے تو سب عورتوں سے زیادہ حلم و بردباری والی ہو۔ اور جب ہنسے تو صرف مسکرائے (کھلکھلا کر نہ ہنسے) اور جب کوئی چیز تیار کرے (کھانا، کپڑا یا گھر کی کوئی دوسری چیز) تو بہت عمدہ بنائے۔ اپنے خاوند کی پوری

پوری اطاعت کرے اور ہمیشہ اپنے گھر میں رہے۔ (شدید ترین ضرورت کے بغیر اپنے گھر سے باہر نہ نکلے) اپنے خاندان اور قبیلہ میں نہایت معزز اور اپنی ذات میں نہایت عاجز و انکسار ہو۔ زیادہ بچے جننے والی اور خاوند سے بہت زیادہ پیار کرنے والی ہو اور اس کا ہر کام قابل تعریف وستائش ہو۔ [1]

قرآنی نصیحتیں اور مومنین ومومنات کے فضائل:

قابل احترام بھائیو اور بہنو! اس ضمن میں اب اپنے رحیم وکریم رب ذوالجلال اللہ عزوجل کی نصیحت بھی سنیے اور اس پر دل و جان سے عمل پیرا ہو کر اپنی گھریلو زندگی کو خوشگو بنا لیجیے۔ فرمایا:

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَاۗءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝﴾

[الاعراف: ٢٦-٢٨]

"آدمیو ہم نے تم پر کپڑا اُتارا جو تمہاری شرمگاہ کو چھپاتا ہے اور بناؤ (زیب و زینت سجاوٹ) کا سامان اُتارا (مال و اسباب)۔ اور پرہیز گاری کا لباس یہ (سب سے) بہتر ہے۔ یہ لباس کا پیدا کرنا اللہ کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اے اولادِ آدم! (خیال رکھو) شیطان تم کو

---

[1] دیکھیے: العِشرةُ الطّيّبة، ص: ٢٤، ٢٥.

بہکا نہ دے (وہ تمہارا دشمن ہے) جیسے اُس نے تمہارے ماں باپ کو بہشت سے نکلوایا، اُن کے کپڑے اُتروائے اُن کا ستر اُن کو دکھانے کے لیے۔ کیونکہ وہ (شیطان) اور اس کا کنبہ (یا اُس کا لشکر) تم کو دیکھ لیتا ہے، جہاں سے تم اُس کو نہیں دیکھتے۔ ہم نے شیطانوں کو اُن کا دوست بنادیا ہے جو بے ایمان ہیں (کافر اور مشرک) اور جب یہ لوگ (یعنی مشرک) کوئی برا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے بڑوں کو ایسے ہی کرتے پایا اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کام کا حکم دیا ہے۔ (اے پیغمبر!) کہہ دے اللہ تعالیٰ برے کام کا حکم نہیں دیتا۔ کیا جو بات تم کو معلوم نہیں اُس کو اللہ تعالیٰ پر لگاتے ہو۔''

یعنی اس ظاہری لباس کے علاوہ جس سے تم صرف بدن ڈھانکتے ہو یا زینت کا کام لیتے ہو۔ ایک اور معنوی لباس بھی ہے، جو ہر لباس سے بہتر ہے، لہٰذا تمھیں اس کا اہتمام کرنا چاہیے اور وہ ہے پرہیزگاری یعنی خوف خدا، ایمان اور عمل صالح کا لباس۔ بعض نے کہا ہے کہ لباس تقویٰ سے مراد اُون، کھدر وغیرہ کی قسم کا کھردرا اور موٹا لباس ہے، جسے صوفی لوگ پہنتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے سلف صالح جن کی پرہیزگاری ضرب المثل تھی۔ عمدہ قسم کا لباس پہنا کرتے تھے۔ بعض نے زرہ وغیرہ فوجی لباس مراد لیا ہے جو دشمن سے بچاؤ کا سبب بنتا ہے۔ (قرطبی، روح المعانی) ہاں یہ ضرور ہے کہ جس لباس کی ممانعت آئی ہے وہ نہ پہنا جائے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اب وہی لباس پہنو جس میں پرہیزگاری ہو یعنی مرد ریشمی لباس نہ پہنے اور دامن دراز نہ رکھے اور جو منع ہوا ہے سو نہ کرے اور عورت بہت باریک نہ پہنے کہ لوگوں کو بدن نظر آئے اور اپنی زینت نہ دکھائے۔ (از موضح القرآن)

یہاں فواحش سے مراد وہ عبادات ہیں جو انھوں نے از خود ایجاد کر رکھی تھیں۔ مثلاً ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنا وغیرہ۔ اس آیت میں مشرکین کے اپنی بے حیائی اور بدکاری پر قائم رہنے کے دو عذر بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم نے اپنے بڑوں کو ایسا کرتے پایا

ہے اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔ پہلا عذر چوں کہ بطورِ واقعہ صحیح تھا۔ اس لیے اس کی بطور واقعہ تردید نہیں فرمائی گئی۔ یوں متعدد آیات میں بتایا ہے کہ باپ دادا کے نقش قدم پر چلتے رہنا کوئی دلیل نہیں ہے۔ (دیکھئے: سورۂ بقرہ، آیت: ۱۷۰۔ سورۂ مائدہ، آیت: ۱۰۴) شاہ صاحب فرماتے ہیں: یعنی سن چکے کہ پہلے باپ نے شیطان کا فریب کھایا پھر باپ کی سند کیوں لاتے ہو۔ (موضح) رہا دوسرا عذر تو چونکہ بطورِ واقعہ بھی غلط تھا اور بطورِ دلیل بھی۔ اس لیے یہاں اس کی تردید فرمائی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ جب انبیاء کی زبان سے ان افعال کا منکر اور قبیح ہونا ثابت ہو چکا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قسم کے فواحش کا حکم دے۔ (تفسیر کبیر)

اس آیت میں ان لوگوں کو بھی سخت تنبیہ ہے جو محض آبائی رسوم کو دین سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونے کو ثواب سمجھتے ہیں۔

اللہ ذوالجلال والاکرام نے اپنے مومن، مسلمان بندوں اور اپنی مومن مسلمان بندیوں کی بالکل ایک جیسی صفات یوں بیان فرمائی ہیں:

﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَٰتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَٰتِ وَالْقَٰنِتِينَ وَالْقَٰنِتَٰتِ وَالصَّٰدِقِينَ وَالصَّٰدِقَٰتِ وَالصَّٰبِرِينَ وَالصَّٰبِرَٰتِ وَالْخَٰشِعِينَ وَالْخَٰشِعَٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَٰتِ وَالصَّٰٓئِمِينَ وَالصَّٰٓئِمَٰتِ وَالْحَٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَٰفِظَٰتِ وَالذَّٰكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّٰكِرَٰتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝﴾ (الاحزاب: ۳۵)

”بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں اور فرمانبردار (یا بندگی کرنے والے) مرد اور فرمانبردار (یا بندگی کرنے والی) عورتیں اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور (اللہ سے) ڈرنے والے (عاجزی کرنے والے) مرد اور ڈرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی

عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہ کو (گناہ سے) بچانے والے مرد اور بچانے والی عورتیں اور (اللہ تعالیٰ کو) یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں، ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے (گناہوں کی) بخشش اور بہت بڑا ثواب تیار رکھا ہے۔"

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول ﷺ! قرآن میں جس طرح مردوں کا ذکر ہوتا ہے، ہم عورتوں کا نہیں ہوتا۔ یکایک ایک روز میرے کان میں نبی ﷺ کی آواز آئی اور میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ منبر پر کھڑے لوگوں کو یہ (مذکورہ بالا) آیت سنا رہے ہیں۔"

دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے یہ سوال حضرت اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا نے کیا اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن کثیر)

اللہ ربّ کریم نے اسروی اور ازدواجی نظام میں بعض اعلیٰ خوبیوں کو ایک مقام پر اس طرح بھی نہایت عمدہ پیرائے میں بیان فرمایا ہے:

﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ○ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ○ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ○﴾

(الروم: ۲۱-۲۳)

"اور اُس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمہاری بیبیاں تم ہی میں سے (یعنی آدمیوں میں سے) بنائیں، اس لیے کہ تم ان کے پاس چین کرو اور تم (میاں بی بی) میں الفت اور محبت رکھی۔ بے شک ان باتوں میں ان لوگوں کے

لیے جو سوچتے ہیں (خدا کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔ اور اُس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے آسمان اور زمین کا بنانا ہے اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا الگ الگ ہونا۔ بے شک ان باتوں میں علم والوں کے لیے (اُس کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔ اور اُس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے یہ ہے جو رات اور دن کو تم سو جاتے ہو اور (جاگ کر) اُس کا فضل تلاش کرتے ہو (روٹی رزق)۔ بے شک اس میں اُن لوگوں کے لیے جو (دل لگا کر) سنتے ہیں۔ اس کی (قدرت کی) نشانیاں ہیں۔"

یعنی مرد اپنی فطرت کے تقاضے عورت کے پاس اور عورت اپنی فطرت کے تقاضے مرد کے پاس پائے اور اس طرح دونوں مل کر سکون و اطمینان حاصل کریں۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''کسی جانور کا جوڑا مقرر نہیں کیا، صرف انسان کا جوڑا مقرر ٹھہرایا، اس میں نسل کے سوا اُنسیت اور چین ہے اور پیار و محبت تاکہ جہاں کی بستی ہو۔ جو کوئی جوڑا مقرر نہ کرے یعنی زنا کرے، نکاح نہ کرے وہ انسان سے حیوان ہوا۔'' (موضح القرآن)

حالانکہ بسا اوقات نکاح سے پہلے میاں بیوی میں شناسائی تک نہیں ہوتی مگر رشتہ نکاح میں منسلک ہو جانے کے بعد یہ حالت ہو جاتی ہے کہ ایک دوسرے پر جان چھڑکنے کو تیار ہوتے ہیں۔

حالانکہ تم سب ایک باپ اور ایک ماں کی اولاد ہو اور تمہارے قوائے کی ساخت بھی ایک جیسی ہے مگر زبانیں اور رنگ اس قدر مختلف ہیں کہ بعض اوقات ایک ملک میں سینکڑوں زبانیں اور ان کے ہزاروں لہجے ہوتے ہیں۔ اگر یہ زبانوں اور رنگوں کا اختلاف نہ ہوتا تو بڑی مشکل پیش آتی اور ایک کو دوسرے سے پہچاننے میں دشواریاں ہوتیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل ہیں۔

ہمارے زیر مطالعہ موضوع کا خلاصہ اگر قرآن کی رُو سے پیش کرنا چاہیں تو یوں ہوگا:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً

طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾

(النحل: ۹۷)

''مرد ہو یا عورت جو کوئی ایمان کے ساتھ نیک کام کرے تو ہم (دنیا میں) اس کی زندگی پاک زندگی کریں گے۔ اور ان کو (ایسے لوگوں کو) ہم (قیامت میں) ضرور ان کے بہتر کاموں کا بدلہ دیں گے۔''

هٰذَا مَا عَلِمْنَا وَ أَخْبَرْنَاكُمْ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّ أَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.)) ❶

دعاؤں کا طلبگار اخوکم فی اللہ

ابو یحییٰ محمد زکریا زاہد

حال مقیم مکه المکرمه

۱۸/ جمادی الثانیه/ ۱۴۲۸ھ

---

❶ (۱) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، حدیث: ۴۷۹۷، ۴۷۹۸۔ کتاب الدعوات، باب الصلاة علی النبی ﷺ حدیث: ۶۳۵۷، ۶۳۵۸۔ کتاب احادیث الأنبیاء، باب، حدیث: ۳۳۶۹، ۳۳۷۰.

(۲) صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب الصلاة علی النبی ﷺ حدیث: ۹۰۷ تا ۹۱۲.

(۳) سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، حدیث: ۹۷۶ تا ۹۸۲.

(۴) مسند ابی عوانه ومصنّف ابن ابی شیبه (۲/ ۱۳۲، ۱).

نوجوانوں کی مشکلات اور اُن کا حل

تالیف

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَتُوْبُ إِلَيْهِ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ وَّ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا .))

بیشک ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے، ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور ہم اپنے نفسوں کے تمام شر اور اپنے اعمال کی تمام برائیوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو اللہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ آپ پر اور آپ کے آل واصحاب پر اور ان لوگوں پر جنہوں نے احسا کے ساتھ (بہترین طریقہ سے) آپ کی سنتوں کی اتباع کی، قیامت تک اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔ (آمین)

مجھے اس بات کی بے حد خوشی اور مسرت ہورہی ہے کہ میں اپنے بھائیوں کی اہم مشکلات میں سے ایک مشکل یعنی دور حاضر میں نوجوانوں کی مشکلات کے موضوع پر کچھ اہم امور رقمطراز کرنے جارہا ہوں۔ دور حاضر کے نوجوانوں کے دلوں پر فکری اور نفسانی مشکلات نے ڈیرہ ڈال رکھا ہے۔ جس نے زندگی کا دائرہ تنگ کردیا ہے۔ ہر کوئی اس قلق و اضطراب اور افسردگی

سے چھٹکارہ پانے کی کوشش کرتا ہے لیکن بے سود۔ (آخر اس کا حل کیا ہے؟)

اس کا حل صرف دین داری، اخلاقی سدھار اور دنیا و آخرت کی اصلاح ہی میں مضمر ہے۔ اس لیے کہ انہی اوصاف کے ساتھ مسلم معاشرہ قائم رہتا ہے اور دنیا و آخرت کی اصلاح کے ساتھ برکتوں اور بھلائیوں کا نزول ہوا کرتا ہے اور شرور و آفات زائل ہو جایا کرتی ہیں۔

دیہاتوں، شہروں اور ملکوں کی آبادی اس میں رہنے والوں سے ہوتی ہے جبکہ دین اپنے ماننے والوں کے ذریعہ قائم ہوتا ہے۔ جب بھی اہل اسلام نے دین کے قیام کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد و نصرت ضرور فرمائی ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝﴾

[محمد : ٧]

''اے ایمان والو اگر تم اللہ عز و جل (کے دین) کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔''

اگر دین کا قیام دینداروں سے ہوتا ہے تو پھر ہم مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کے جھنڈے کو تھامنے والے ہم اور اپنے آپ کو اس کی خدمت کے لیے پیش کر دیں، تا کہ ہم دوسروں کی قیادت اور رہبری کرنے کے قابل ہو کر اللہ عز و جل کی توفیق و حاجت روائی کا مرکز بن سکیں۔ بنا بریں ہمیں چاہیے کہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی تعلیم حاصل کریں کہ جس سے ہم قول و عمل اور دعوت و تبلیغ کے قابل بن جائیں۔ تا کہ ہم ہر اس شخص کے لیے ٹھوس دلائل والے کاٹ دار اسلحہ اور نور مبین کو اٹھا کر چل سکیں کہ جس کے ذریعہ ہر حق کے طلب گار کو ہدایت مل سکے اور ہر باطل پرست کا قلعہ قمعہ کر سکیں۔ پھر ہمیں چاہیے کہ ہم جو سیکھیں اس پر خود عمل پیرا ہوں اور ہم میں ایمان و یقین اور اخلاص کی پختگی پیدا ہو۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم صرف کہنے والے یا گفتار کے غازی بن جائیں اور عملی میدان میں کورے ثابت ہوں۔ اس لیے کہ گفتگو اور بیان کی جب عمل تصدیق نہ کرے تو ایسی دعوت قابل ترجیح شخص تک متجاوز ہی نہیں ہوتی کہ وہ اس کا بوجھ عملاً اُٹھا سکے۔ بلکہ نتیجہ اس کے برعکس

نکلا کرتا ہے۔ ہمارا حال کہیں اس فرمانِ الٰہی کے مصداق نہ ہو جائے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ o كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ o﴾ [الصف: ۲، ۳]

''اے ایمان والو ایسی باتیں کیوں کرتے ہو جو تم عملاً کرتے نہیں یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے کہ تم کسی بات کو کہو اور اس پر عمل نہ کرو۔''

ہم اس کی ابتداء اپنے نوجوانوں سے کرتے ہوئے دیکھیں گے کہ ان کے افکار اور ان کے اعمال کیا ہیں؟ اگر اس میں کوئی خرابی نظر آتی ہے تو ہم اس کی اصلاح کی کوشش کریں گے۔ اس لیے کہ آج کے یہی نوجوان درحقیقت مستقبل کے معمار ہیں۔ دراصل یہی نوجوان ہیں جن کے ذریعہ ہم امت کے مستقبل کی عمارت قائم کر سکتے ہیں، جن کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور بھلائیوں پر ابھارنے کا حکم ہمیں احادیث نبویہ سے ملتا ہے۔ اس لیے کہ اگر نوجوان سدھر جاتے ہیں تو پھر یہی نوجوان امت کی عمارت کی مضبوط بنیاد بن سکتے ہیں، جس پر مستقبل کی عمارت استوار کی جا سکتی ہے۔ ان کی اصلاح دراصل ان کے دین وایمان کی پختگی اور بہترین اخلاق و کردار میں پوشیدہ ہے، جس کے ذریعہ وہ امت کا روشن مستقبل بن کر ابھریں گے اور ہمارے (مخلص سلیم العقیدہ، والمنہج) علماء کرام کے یہ پشتی بان ثابت ہوں گے۔

نوجوانوں پر ایک نظر:

جب ہم نوجوانوں پر ایک گہری نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں بالعموم تین قسم کے نوجوان نظر آتے ہیں:

۱۔ تعلیم وتربیت سے آراستہ وپیراستہ نوجوان

۲۔ فسادزدہ اور بگڑے ہوئے نوجوان

۳۔ وہ نوجوان جو دونوں کے درمیان ہیں یعنی کچھ سدھرے ہوئے اور کچھ بگڑے ہوئے

پہلی قسم:......سیدھے سادے سدھرے ہوئے نوجوان جو دراصل اس لفظ کے تمام

معانی کے ساتھ صحیح مؤمن ہیں۔ اور وہ دین اسلام پر کامل یقین رکھتے اور اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس کی جملہ تعلیمات پر ہر طرح سے مطمئن بھی ہیں اور اس کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔ اس کے ذریعہ کامیابی کو غنیمت اور اس سے محرومی کو خسارہ سمجھتے ہیں۔ ایسے نوجوان جو خالص اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اللہ کو ایک مانتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ ایسے نوجوان جو اپنے قول وعمل اور اخلاق وکردار میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں، اس لیے کہ ان کا ایمان ہے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور ایک ایسے امام ہیں جن کی اتباع واجب ہے۔

ایسے نوجوان جو وقت مقررہ پر اپنی استطاعت کے مطابق مکمل ارکان وشروط کے ساتھ نماز قائم کرتے ہیں، اس لیے کہ نماز کے دینی فوائد اور دنیاوی منافع کے متعلق بھی ان کا ایمان ہے۔ یعنی انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح کے فوائد۔ اور نماز کو ضائع کرنے پر (دنیوی اور اخروی) کیا سزائیں ہیں ان پر بھی ان کا یقین ہے۔

ایسے نوجوان جو زکاۃ کی کامل ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں، اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کرتے، کیونکہ ان کا ایمان ہے کہ زکاۃ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے اسلام اور مسلمانوں کو کس قدر عظیم فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

ایسے نوجوان کہ جو ماہ رمضان کے روزے رکھتے ہیں، جس میں اپنی ہر قسم کے نفسانی خواہشات کو روکتے ہیں، سردی اور گرمی کی پرواہ نہیں کرتے۔ اس لیے کہ ان کا ایمان ہے کہ اسی میں اللہ کی رضامندی ہے، اور اللہ کی رضامندی کے لیے اپنی ہر قسم کی نفسانی خواہشات کو قربان کرنا پڑتا ہے۔

ایسے نوجوان جو اپنی استطاعت کے مطابق فریضۂ حج بھی ادا کرتے ہیں، اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے گھر سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں، اور ان جگہوں پر پہنچتے ہیں جو شعائر حرم ہیں تا کہ اللہ کی رحمت اور اس کی مغفرت طلب کرسکیں، اور ان مقامات پر پہنچنے والے دیگر مسلم

بھائیوں کے ساتھ شریک ہو سکیں۔

ایسے نوجوان جو اللہ تعالیٰ پر ان کی اپنی ذوات، تمام آسمانوں اور زمینوں کا خالقِ کل موجودات ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ کی نشانیوں کو دیکھتے ہیں جو اللہ کے وجود پر دلالت کرتی ہیں، اس (مسلمہ حقیقت) میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ وہ دیکھتے ہیں کہ یہ کشادہ سرزمین، یہ پھیلے ہوئے آسمان جو اپنی ایک شکل اور اپنا ایک مکمل، دقیق نظام رکھتے ہیں، جو اس کے بنانے والے کے وجود پر، اس کی قدرت کاملہ پر، اس کے عظیم علم پر اور اس کی حکمت بالغہ پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ اتنی بڑی دنیا اپنے آپ وجود میں نہیں آ گئی کیونکہ یہ وجود میں آنے سے پہلے معدوم تھی اور معدوم موجود نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ وہ غیر موجود ہے۔ اور ایسا بھی نہیں کہ یہ کائنات اچانک وجود میں آ گئی ہو، کیونکہ وہ بالکل نئے، بہترین دقیق اور مکمل نظام کے تحت چل رہی ہے جس میں کوئی تغیر یا تبدیلی نہیں پائی جاتی جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا٥﴾

[فاطر : ٤٣]

"پس تو نہ کبھی اللہ کے طریقے کو بدل دینے کی کوئی صورت پائے گا اور نہ کبھی اللہ کے طریقے کو پھیر دینے کی کوئی صورت پائے گا۔"

اور دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ اَلَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ٥ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ٥ ﴾ [الملك : ٣، ٤]

"وہ جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا فرمائے۔ رحمٰن کے پیدا کیے ہوئے میں تو کوئی کمی بیشی نہیں دیکھے گا۔ پس نگاہ کو لوٹا، کیا تجھے کوئی کٹی پھٹی جگہ نظر آتی ہے؟ پھر بار بار نگاہ لوٹا، نظر ناکام ہو کر تیری طرف پلٹ آئے گی اور وہ تھکی

ہوئی ہوگی۔“

یہ شاندار نظام کائنات اس کے اچانک وجود میں آنے کا بھی انکار کرتا ہے، اگر یہ اچانک وجود میں آتا تو اس کا بہترین نظم وضبط اور آپس کا گہرا ربط وتعلق بھی ہنگامی اور وقتی ہی ہوتا۔ ایسا نظام کبھی بھی اور کسی بھی وقت بدل سکتا ہے مگر ایسا کبھی ہوا نہیں۔

یہ ایسے نوجوان ہوتے ہیں جو اللہ کے فرشتوں پر بھی ایمان ویقین رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ فرشتوں کے متعلق اللہ نے اپنی کتاب میں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی احادیث صحیحہ میں خبر دی ہے۔ کتاب وسنت میں فرشتوں کے اوصاف، ان کی عبادات، ان کے اعمال اور ان کے مقصد وجود کے متعلق واضح دلائل موجود ہیں۔

یہ ایسے نوجوان ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں جو اس کے رسولوں پر صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کے لیے اتاری گئیں۔ اس لیے کہ انسانی عقل عبادات ومعاملات کی تفاصیل کا صحیح ادراک نہیں کرسکتی۔

ایسے نوجوان جو اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جنہیں اللہ نے اپنی مخلوق کی رہنمائی کے لیے مبعوث فرمایا۔ جو انہیں خیر کے کاموں کی دعوت دیتے اور انہیں بھلائیوں کا حکم دیتے اور انہیں برائیوں سے روکتے ہیں تاکہ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہوسکے۔ اور یہ بھی ان کا ایمان ہے کہ سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام اور سب سے آخری اور سب سے افضل رسول محمد ﷺ ہیں۔

ایسے نوجوان جو آخرت کے دن پر بھی ایمان رکھتے ہیں جس میں لوگوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا تاکہ ان کے اعمال کا بدلہ دیا جاسکے۔ جیسا کہ فرمان باری ہے:

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝﴾ [الزلزال]

”جس نے ذرہ برابر اچھائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی دیکھ لے گا۔“

اس لیے کہ اگر مخلوق کے لیے اچھائیوں کا صلہ اور برائیوں کا بدلہ دینے کے لیے کوئی دن مقرر نہ ہو تو پھر اس پوری دنیا کے وجود کا کیا فائدہ؟ اور زندگی کا کیا مقصد؟

یہ ایسے نوجوان ہیں جو اچھی اور بری تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ بھی ان کا ایمان ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے وجود پذیر ہوتی ہے۔ سعادت مندی اور نیک بختی کے کچھ اسباب ہیں۔ اسی طرح شقاوت اور بدبختی کے بھی کچھ اسباب ضرور ہیں۔

ایسے نوجوان جو اللہ کے لیے اس کی کتاب کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ائمۃ المسلمین کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے نصیحت اور خیر خواہی کے جذبات اپنے دلوں میں رکھتے ہیں۔ کوئی دھوکہ نہیں، کوئی فریب نہیں، کسی حق بات کو چھپاتے نہیں بلکہ صراحت، وضاحت اور کھلے دل کے ساتھ مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی کھلی دعوت دیتے ہیں۔

ایسے نوجوان جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بڑی حکمت، بصیرت اور دانائی سے بلاتے ہیں جس کا تذکرہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں یوں فرمایا ہے:

﴿ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ [النحل : ١٢٥]

’’اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا اور ان سے اس طریقے کے ساتھ بحث کر جو سب سے اچھا ہے۔‘‘

ایسے نوجوان جو لوگوں کو اچھائیوں کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برائیوں سے روکتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کا ایمان ہے: اسی میں امت کے نوجوانوں کی سعادت مندی ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ [آل عمران : ١١٠]

’’تم ایک بہترین امت ہو جو اس لیے بنائی گئی ہو کہ لوگوں کو اچھائیوں کا حکم دیں اور برائیوں سے روکیں اور اللہ پر ایمان لائیں۔‘‘

ایسے نوجوان جو جب کبھی برائیوں کو دیکھتے ہیں تو اس کی اصلاح کے لیے اور اس میں تبدیلی لانے کے لیے مندرجہ ذیل حدیث کی روشنی میں جدوجہد کرتے ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے

((مَنْ رَأَىٰ مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ)) [1]

''تم میں سے جو آدمی کسی برائی کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ اس برائی کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے۔ اور اگر وہ اس بات کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ اپنی زبان کے ساتھ اس برائی سے منع کرے۔ اگر وہ اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل سے بُرا جانے، یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔''

ایسے نوجوان جو سچ کہتے ہیں اور سچائی کو قبول بھی کرتے ہیں۔ اس لیے کہ سچ ہی اچھائیوں کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور اچھائیاں جنت کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔ جب کبھی کوئی آدمی سچ کہتا ہے اور سچائی کی تلاش میں رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں صدیقوں میں لکھا جاتا ہے۔

ایسے نوجوان جو عام مسلمانوں کے لیے بھلائی کو پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا اس حدیث نبوی پر بھی ایمان ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ))

''یعنی کوئی شخص اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''

ایسے نوجوان جو اس بات کا احساس رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو تمام امت کے سامنے اور اپنے وطن کے لیے مسئول ہیں۔ اس کے متعلق بھی ان سے باز پرس کی جائے گی۔ لہٰذا اس کے لیے وہ ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ دین اسلام کے لیے، امت مسلمہ

---

[1] صحیح مسلم / کتاب الایمان / حدیث: ۱۷۵

کے لیے اور وطن کے لیے کیا کیا جائے۔ اپنے ذاتی مفادات اور افادیت سے دور رہ کر دوسروں کی خیر خواہی کے متعلق فکرمند رہتے ہیں۔

ایسے نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ ریاکاری، نام ونمود اور شہرت پسندی سے بالکل دور رہ کر خالص اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرتے ہیں۔ اپنی قوت بازو اور مادی ہتھیاروں پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی سے مدد اور استعانت طلب کرتے رہتے ہیں۔ دین کی اشاعت کے لیے انتھک کوشش جاری رکھتے ہیں تاکہ اس میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی نہ ہو۔ اور جب کبھی اسلام اور مسلمانوں کو ان کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ اپنی زبان سے، اپنے ہاتھ سے اور اپنے مال سے جہاد کرتے ہیں۔

ایسے نوجوان جو دین دار اور خوش اخلاق ہوں، جن کے اخلاق شائستہ ہوں اور دین پر استقامت رکھتے ہوں۔ جو نرم مزاج ہوں، کشادہ دل ہوں، کریم النفس ہوں، صاف دل ہوں اور صبر کرنے والے ہوں۔ جو منظم ہو کر حکمت و دانائی، بصیرت اور خاموشی کے ساتھ اپنے کام کو انجام دیتے ہوں۔ اپنی عمر کو بے کار چیزوں میں ضائع نہیں کرتے۔ بلکہ جب بھی کوئی کام کرتے ہیں اس سے ان کو اور امت مسلمہ کو فائدہ پہنچانے والے کام کرتے ہیں۔ اپنے دین کی حفاظت کرتے ہیں جن کے اخلاقی سلوک اور برتاؤ بہترین ہو۔ کفر و الحاد، فسق و فجور، گناہوں اور منفی اخلاقی قدروں سے اور برے معاملات سے بالکل دور رہتے ہوں۔

ایسے نوجوان امت کے لیے فخر و اعتزاز کا باعث ہوتے ہیں ان کی زندگی کا ایک عظیم مقصد ہوتا ہے۔ ان نوجوانوں کے متعلق ہم اللہ تعالیٰ سے امید کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اسلام اور مسلمانوں میں جو بگاڑ پیدا ہوا ہے ان نوجوانوں کے ذریعہ اس کی اصلاح ضرور فرمائے گا، اور دین کی راہ میں آگے بڑھنے والوں کے لیے انہیں مشعل راہ بنائے، اور ان نوجوانوں کے ذریعہ دنیا اور آخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے گا۔

نوجوانوں کی دوسری قسم:

نوجوانوں کی دوسری قسم ایسی ہے جو اپنے عقائد سے منحرف ہو چکے ہیں۔ سلوک اور

کردار کے اعتبار سے پریشان کرنے والے، اپنے آپ میں مغرور، برائیوں میں ڈوبے ہوئے، کسی سے حق بات قبول نہیں کرتے، باطل کو اپنے سے دور کرنا نہیں چاہتے، گویا کہ ساری دنیا ان کے لیے پیدا کی گئی ہے اور وہ صرف دنیا ہی کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ ایسے سخت دل نوجوان جن کے پاس نرمی کا کوئی پہلو دکھائی نہیں دیتا۔

ایسے نوجوان جو نہ حقوق اللہ کے پامالی کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ حقوق انسانی کی پاس داری کا ہی لحاظ کرتے ہیں۔ ایسے نوجوان جو گندے خیالات اور فاسد افکار کے حامل ہیں۔ اچھے سلوک سے محروم ہیں جو اپنے وہم وگمان کو حق سمجھے ہوئے ہیں اور جو اپنے آپ کو خطاؤں سے پاک، دوسروں کو خطا کار اور گمراہ سمجھ کر ان کی مخالفت کرتے ہیں۔

ایسے نوجوان جو سیدھے راستہ (صراط مستقیم) سے بھٹکے ہوئے ہیں ان کے برے کردار ہی ان کو اچھے لگتے ہیں۔ ایسے نوجوان عمل کے اعتبار سے انتہائی گھاٹے میں ہیں۔ ایسے نوجوانوں کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو اپنے اعمال کو برباد کرنے والے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴾ [الكهف : ١٠٤]

”یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ دنیاوی زندگی میں جن کی محنتیں رائیگاں گئیں اور یہ گمان کرتے رہے کہ وہ اچھا کام کررہے ہیں۔“

ایسے نوجوان بذات خود بدبخت ہیں اور اجتماعیت کا شیرازہ بکھیر رہے ہیں۔ امت کو اسفل السافلین کی طرف دھکیل رہے ہیں اور امت کی عزت کو پامال کر رہے ہیں۔ یہ ایسے جراثیم ہیں جن کا علاج بظاہر بڑا مشکل نظر آتا ہے۔ اگر اللہ چاہے تو کوئی مشکل نہیں، اس لیے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

نوجوانوں کی تیسری قسم:

ایسے نوجوان جو دوراہے پر کھڑے ہیں۔ تردد اور تذبذب میں مبتلا ہیں۔ جب حق بات

کو جان لیتے ہیں تو مطمئن ہو کر زندگی گزارنے لگتے ہیں۔ لیکن جیسے ہی ہر طرف سے برائیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں تو حیران و پریشان ہو جاتے ہیں۔ عقیدہ توحید خالص میں شک کرنے لگتے ہیں۔ اپنے راستہ سے منحرف ہو جاتے ہیں اور ان کے عمل میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ اعمال خیر کو خیر باد کہنے لگتے ہیں۔ مختلف قسم کے باطل افکار میں گھر جاتے ہیں۔ پھر حیران و پریشان ہو کر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ آخر حق کیا ہے؟

نوجوانوں کی یہ وہ قسم ہے جو اپنی زندگیاں مفلوج کر چکے ہیں۔ ان کی قیادت کے لیے انہیں حق کی طرف رجوع کرانے کے لیے مخلص اور تجربہ کار داعیوں کی انتہائی سخت ضرورت ہوتی ہے جو اپنے علم و حکمت، دینی بصیرت اور خلوص نیت کے ساتھ محبت اور خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ ان کی زندگیوں کو خوشگوار بنا سکیں۔

اس قسم کے نوجوانوں کی تعداد بکثرت ہے۔ ان میں سے کچھ لوگ اسلامی ثقافت کو سیکھتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ مختلف علوم بھی حاصل کر لیتے ہیں جو دین میں ایک تعارض پیدا کرتے ہیں چنانچہ ان کے دماغوں میں کچھ شبہات پیدا ہونے لگتے ہیں جس کی وجہ سے حیران و پریشان ہو کر دو ثقافتوں کے درمیان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کی پریشانیوں سے چھٹکارہ صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ذریعہ ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ یا پھر ان کا علاج وہ مخلص علماء کر سکتے ہیں جو کتاب اللہ اور صحیح احادیث رسول ﷺ کا ٹھوس علم رکھتے ہوں۔

نوجوانوں کا انحراف اور ان کی مشکلات

نوجوانوں کے جادہ حق سے منحرف ہونے اور ان کو درپیش مسائل کے مختلف اسباب ہیں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں، انسان جب جوانی کے مرحلہ میں داخل ہوتا ہے تو وہ جسمانی، فکری، ثقافتی اور عقلی اعتبار سے بھی پروان چڑھنے لگتا ہے۔ ایسے مرحلہ میں نفس پر اور اپنے جذبات پر قابو پانا بے حد ضروری ہو جاتا ہے اور یہی دور ہوتا ہے جس میں مفید حکمت عملی اور باعمل منصوبہ بندی کے ذریعہ سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کی جا سکتی ہے۔

انحراف کے اہم اسباب کیا ہیں؟

مندرجہ ذیل کچھ اہم اسباب کی طرف نشان دہی کی گئی ہے:

ا......فراغت

یعنی فارغ البالی، فراغت اور بیکاری۔ یہ ایک ایسی بیماری ہے جو فکری، عقلی توانائیوں، اور جسمانی قوتوں کو ختم کر دیتی ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ کچھ نہ کچھ کرتا رہے۔ اس لیے کہ فراغت، فکری اور عقلی صلاحیتوں کو سست اور کاہل بنا دیتی ہے اور حرکت نفس کو کمزور کر دیتی ہے۔ جس سے وہ مختلف قسم کے وسوسوں کا شکار ہو جاتا ہے اور دل میں برے خیالات گھر کرنے لگتے ہیں جس کی وجہ سے کبھی کبھار برے اور ناپسندیدہ افعال جنم لینے لگتے ہیں۔

اس مشکل کا علاج:

اس کا علاج کیسے کیا جائے؟ اس سلسلہ میں سب سے آسان علاج یہ ہے کہ نوجوانوں کو چاہیے؛ وہ اپنے لیے ایک مناسب کام کی تلاش کریں، چاہے اس کام کا تعلق پڑھنے پڑھانے سے ہو یا لکھنے لکھانے سے، یا پھر کوئی تجارتی کام ہی کیوں نہ ہو۔ (یا کوئی مفید ہنر سیکھنے سے ہو) بہرکیف کوئی بھی ایسا کام جو اس کے اور اس کی فراغت کے درمیان حائل ہو جائے اور اس کے جسمانی اعضاء کو صحیح سالم رکھ سکے اور دوسروں کے لیے بھی فائدہ مند ہو۔

۲......سن رسیدہ لوگوں کی صحبت سے دُوری:

بڑی عمر کے لوگ جب کبھی اپنے نوجوانوں میں انحراف کا مشاہدہ کرتے ہیں تو حیران و پریشان ہو جاتے ہیں۔ ان کی رہبری سے عاجز اور ان کی اصلاح سے ناامید دکھائی دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان نوجوانوں کے خلاف بغض و کینہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ان سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اسی وجہ سے بزرگ حضرات ان کے بناؤ اور بگاڑ کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بڑے بزرگ ان نوجوانوں کو حقیر سمجھ کر ان کو اپنی محفلوں اور اجتماعات سے دور رکھتے ہیں جو سب سے بڑی غلطی ہے۔ اس کا شمار ان خطرناک مشاکل میں ہوتا ہے کہ جو سوسائیٹیوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا کرتی ہیں اور ان سے معاشرے تباہ ہو جایا

کرتے ہیں۔

علاج:

اس کا بہترین حل یہ ہے کہ نوجوانوں اور بزرگوں کے درمیان بے رُخی اور دوری کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔ سب لوگ یہ اعتقاد رکھیں کہ معاشرہ نوجوانوں اور بزرگوں سب سے مل کر ایک صحت مند جسم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر اس میں ایک عضو بھی خراب ہوتا ہے تو وہ مکمل جسم کی خرابی کا باعث بنتا ہے۔

بزرگوں کو چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں اور ان کی غلطیوں پر (حکمت کے ساتھ) ٹوکیں اور ان سے ناامیدی اور مایوسی کو دور کریں۔ ان کی اصلاح کی کوشش جاری رکھیں۔ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ کتنے گمراہ لوگوں کو اللہ نے ہدایت سے سرفراز فرما کر مشعل ہدایت اور داعی دین بنا دیا۔

نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے بزرگوں کی باتوں کا، ان کی رائے اور مشورے کا احترام ضرور کریں، اس کو عزت وقدر کی نگاہوں سے دیکھیں۔ اس لیے کہ انہوں نے بڑے تجربوں کے بعد کچھ حاصل کیا ہے۔ جو کچھ انہوں نے اپنی زندگیوں سے حاصل کیا وہاں تک یہ نوجوان نہیں پہنچ سکتے۔ بزرگوں کی حکمت اور تجربات نوجوانوں کی قوت ہے جس سے مسلم سماج اور سوسائٹی میں اجتماعیت اور اتحاد باقی رہتا ہے۔

۳...... منحرف لوگوں سے تعلقات:

منحرف نوجوانوں کی صحبت اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور ان کے ساتھ تعلقات اور روابط قائم رکھنا، نوجوانوں کی عقل وتفکیر پر اور ان کے سلوک وکردار پر بڑا ہی اثر انداز ہوتا ہے۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ)) [1]

---

[1] أخرجه الترمذي، كتاب الزهد، باب ٤٥ (٢٣٧٨) وقال: حديث حسن غريب. وحسنه الألباني في صحيح الجامع (٣٥٤٥).

یعنی آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے لہٰذا کسی کو دوست بنانے سے پہلے یہ دیکھ لو کہ کس کو دوست بنا رہے ہو؟

اور فرمایا:

((مَثَلُ الْجَلِيْسِ السَّوْءِ كَنَافِخِ الْكِيْرِ ، اِمَّا أَنْ يُحرِقَ ثِيَابَكَ وَاِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رَائِحَةً كَرِيْهَةً .)) ❶

"برے دوست کی مثال بھٹی جلانے والے جیسی ہے کہ اس کی دوستی تمہارے کپڑے جلادے گی یا کم از کم اس سے تو نہایت ناپسندیدہ بدبو ضرور پائے گا۔"

اسکا حل کیا ہے؟

اس کا علاج یہ ہے کہ نوجوان اپنی دوستی اور مصاحبت کے لیے ایسے شخص کا انتخاب کرے جو اچھا ہو۔ خیر خواہ، اصلاح پسند اور عقلمند ہو، تا کہ اس سے اس کی خوبیوں اور اس کی صلاحیت اور عقلمندی سے کچھ استفادہ کر سکے۔

کسی کو اپنا ساتھی منتخب کرنے سے پہلے اس کے تعلق سے اطمینان بخش معلومات حاصل کرے۔ اگر اچھے اخلاق والا، دیندار ہے تو سمجھو کہ وہ تمہارے لیے نعمت گشتہ ہے۔ اس کو اپنی صحبت کے لیے فوراً منتخب کرلو اور اپنا ساتھی بنالو۔ اگر اس شخص میں مذکورہ بالا اچھی صفات نہیں ہیں تو ایسے ساتھیوں سے بالکل ہوشیار رہو اور ان سے دوری اختیار کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی میٹھی میٹھی باتیں اور ان کے بظاہر اچھے سلوک سے دھوکا کھا جاؤ۔ یہ شر پسند لوگوں کا دھوکہ ہے جس سے لوگوں کو جاذب نظر بنا کر اپنے پھندے میں پھانسنا چاہتے ہیں تا کہ اپنے جیسے لوگوں کی تعداد میں اضافہ کر سکیں اور اپنے اردگرد کے بگڑے ہوئے ماحول پر پردہ ڈال سکیں۔

کسی شاعر نے کس قدر اچھی بات کہی ہے:

---

❶ أخرجه بنحوه البخاري، كتاب البيوع، باب في العطار و بيع المسك (٢١٠١) وفي كتاب الذبائح والصيد، باب المسك (٥٥٣٤) و مسلم، كتاب البر و الصلة والآداب، باب استحباب مجالسة الصالحين...... (٢٦٢٨).

أَبْلُ الرِّجَالَ إِذَا أَردتُ إِخاءَ هُمْ
وَ تـوسّـمـنَ امُـورهـم وَتـفـقّد
فَإِذَا ظَفِرْتُ بِذِي اللُّبَابَةِ وَالتُّقِيَ
فِيْـهِ الْيَـدَيْـنِ قَرِيْنُ عَيْنٍ فَاشْدُد

''جب میں آدمیوں سے بھائی چارے کا ارادہ کرتا ہوں تو عقل وفراست سے کام لیتے ہوئے میں اُن کے معاملات کی خوب چھان بین کرتا ہوں اور انھیں خوب پرکھتا ہوں۔ چنانچہ جب میں عقل مند اور تقویٰ والے لوگوں کی تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہوں تو پھر اسی فہم وفراست کے ساتھ اس مصاحب و ہم نشین کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو مضبوط کرتا ہوں۔''

۴......گندہ لٹریچر:

گندے لٹریچر یعنی ایسے رسائل اور ماہنامے جن کو پڑھ کر آدمی دین اور عقیدہ کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہو جاتا ہے۔ گندے اخلاق اور برائیوں کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگر کسی نوجوان میں قوت مدافعت نہ ہو۔ دینی ثقافت پر گہرا رسوخ اور نظر عمیق نہ ہو، حق اور باطل میں فرق نہ کر سکتا ہو، نفع اور نقصان کی تمیز نہ ہو تو ایسا نوجوان اس گندے لٹریچر کے ذریعہ اپنی عاقبت خراب کر لیتا ہے۔

اس کا علاج کیا ہے؟

اس کا علاج یہ ہے کہ اس قسم کے لٹریچر اور اس طرح کی کتابوں سے دور رہیں۔ ان کی بجائے کسی ایسی کتاب کا انتخاب کریں جو آپ کے دل میں اللہ عز وجل اور رسول اکرم ﷺ کی محبت پیدا کرے کہ جس سے ایمان اور اعمال صالحہ کی جستجو پیدا ہو۔ مفید اور نفع بخش کتابیں پڑھنے کی وجہ سے اس کا نفس خود ایک بہترین معالج ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر نفس کی خواہشات پر قابو پالیا گیا تو پھر اس کے لیے اللہ کی اطاعت کرنا لہو ولعب سے اجتناب کرنا بالکل آسان ہو جائے گا۔ کتابوں میں سب سے نفع بخش کتاب ''قرآن مجید'' اور اس کی تفاسیر اور کتب احادیث

وغیرہ ہیں۔ پھر وہ کتب ہیں کہ جنہیں اہل علم نے قرآنِ مجید اور صحیح احادیث مبارکہ سے استنباط کرتے ہوئے سوچ سمجھ کر لکھا ہے۔

۵......ایک غلط فہمی:

بعض نوجوانوں میں اسلام کے تعلق سے یہ وہم وگمان اور غلط فہمی بھی پائی جاتی ہے کہ آزادیوں کو مقید کرنے اور صلاحیتوں کو دبانے کا نام اسلام ہے۔ اس لیے وہ اسلام کو رجعیت پسند دین سمجھنے لگتا ہے کہ دین حنیف اپنے متبعین کا ہاتھ پکڑ کر انھیں پیچھے کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ دین ان کے اور ترقی کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ اس لیے وہ اس سے متنفر ہو جاتے ہیں۔

اس کا حل کیا ہے؟

اس کا علاج اور حل یہ ہے کہ دین اسلام کی حقیقت پر پڑے ہوئے جاہلیت وعصبیت کے پردے کو ایسے نوجوانوں سے ہٹایا جائے جو دین حنیف کی حقیقت سے نا آشنا ہیں اور ایسا ان کی بدگمانی یا ان کے علم کے نقص کی وجہ سے ہوتا ہے یا پھر دونوں وجوہات کی بنا پر۔

جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

وَمَنْ يَكُ ذَا فَمٍ مُرٍّ مَرِيْضٍ ۔۔۔ يَجِدْ مُرًّا بِهِ الْمَاءَ الزُّلَالَا

''جس بیمار آدمی کے منہ کا ذائقہ کڑوا ہو چکا ہو، وہ نہایت صاف شفاف شیریں پانی کو بھی اپنے منہ کی کڑواہٹ کی وجہ سے کڑوا ہی سمجھتا ہے۔''

اسلام آزادیوں کو تنگ اور محدود نہیں کرتا بلکہ وہ ان کو منظّم کر کے ان کی قابل قبول توجیہ کرتا ہے تاکہ کسی بھی شخص کی آزادی دوسرے شخص کی آزادی سے متصادم نہ ہونے پائے۔ اس لیے کہ: کوئی بھی ایسا آدمی جو بغیر حدود وتنظیم کے مطلق طور پر آزادی چاہتا ہو تو اس کی یہ بے مہار آزادی دوسروں کی آزادیوں کے کھاتے میں چلی جائے گی کہ جس سے آزادیوں کے درمیان تصادم واقع ہوگا اور اس سے ہنگامہ بپا ہو کر فساد پھیل جائے گا۔

اسی لیے اللہ عزوجل نے دینی احکام کا نام حدود رکھا ہے۔ چنانچہ جب کوئی حکم کسی چیز یا

فعل کو حرام قرار دینے کے لیے ہو تو اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾ [البقرۃ: ۱۸۷]

''یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔''

اور اگر کسی چیز یا فعل کو فرض قرار دینا ہو تو فرماتے ہیں:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا﴾ [البقرۃ: ۲۲۹]

''یہ اللہ کی حدود ہیں اللہ کی ان حدود سے تجاوز نہ کرو۔''

جس مقید و پابند کرنے کو یہ نوجوان گمان کیے بیٹھے ہیں، اُس پابندی اور اس راہنمائی و نصیحت اور نظم و ضبط کا پابند کرنے کے درمیان نہایت واضح فرق ہے جسے اللہ الحکیم الخبیر نے اپنے بندوں کے لیے مشروع قرار دیا ہے۔ (یعنی شریعت الٰہی میں دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے کے لیے پابند کیا گیا ہے جب کہ غیر اسلامی آزادی تو نری حقوق کی پامالی ہے۔ یہ کون سی آزادی ہے کہ جس سے آدمی حیوانوں کی طرح شتر بے مہار ہو جائے۔) اس لیے درحقیقت اس مشکل کا کوئی داعیہ سرے سے ہے ہی نہیں۔ جب کہ اس کائنات میں (کہ جس کا ادراک ہم اپنے حواس و علم حقیقی سے کر رہے ہیں) اس کے تمام دائرہ اعمال کے اندر مکمل نظم و ضبط ایک امر واقعی ہے کہ جس کو انکار نہیں۔ اور پھر یہ کہ انسان اس مربوط نظم و ضبط کا طبعی طور پر مطیع و فرماں بردار ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی اپنے معاشرتی و اجتماعی نظام کے ساتھ چلتا ہے۔ اپنے گھر، اپنے لباس اور اپنی آمدورفت میں آدمی اپنے ملک و وطن کی عادات و اطوار اور تہذیب و تمدن کا پابند ہوتا ہے۔ جیسے کہ ہم کہہ سکتے ہیں: ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے اور ہر چیز کے لیے ایک نظام ہوتا ہے، چاہے بھوک اور پیاس کا معاملہ ہو یا کھانے پینے کا معاملہ۔ یعنی بھوک اور پیاس کو برداشت کرنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ اسی طرح کھانے پینے کے معاملے میں بھی انسان اتنا ہی کھاتا ہے جتنی اس کو ضرورت ہوتی ہے۔ کوئی بھی شخص کھانے کو اچھا اور مزے دار سمجھ کر حد سے زیادہ نہیں کھا لیتا۔ اس لیے کہ اس کو صحت و تندرستی بھی ملحوظ رکھنی ہوتی ہے آدمی مثال کے طور پر لباس کی طرز و شکل، لباس کی انواع و اقسام (شلوار، قمیص، پائجامہ، بنیان، پتلون،

شرٹ وغیرھا)، گھر کی شکل و شباہت اور اس کی انواع و اقسام (مثلاً کچے مکان، پکے مکان، خیمے، جھگیاں اور چھپر وغیرہ) اور آنے جانے، چلنے پھرنے کا طریقہ کار وغیرہ سب اُمور میں اپنے وطن وقوم کی عادات و اطوار کو اپنا کر رہتا ہے۔ اگر وہ ایسے اُمور میں ان چیزوں کو اختیار نہیں کرتا بلکہ معاشرہ، ماحول کے اُلٹ چلتا ہے تو پھر وہ ایک خلافِ اُصول، منفرد سا، اجنبی قسم کا آدمی شمار ہوتا ہے اور وہ سوسائٹی میں اسی سلوک کا مستحق شمار کیا جاتا ہے کہ جس سلوک کے مستحق نامانوس اور نادر الوقوع قسم کے لوگ ہوتے ہیں (یعنی معاشرے سے کٹے ہوئے لوگ)

اس سے معلوم ہوا کہ: پوری کی پوری زندگی دراصل ہے ہی معین حدود و قیود کی اطاعت کا نام تاکہ تمام معاملات ایک مطلوب و مقصود غرض وغایت پر چل سکیں۔ اور اسی بات میں آدمی کی راحت و مسرت پنہاں ہے۔ جب یہ بات ثابت اور طے ہوگئی کہ معاشرتی و اجتماعی نظم وضبط کے لیے پابندِ احکام ہونا ہی مثلاً سر افگندہ ہونا ہے کہ جس سے انسانی ماحول و معاشرہ کی اصلاح اور لاقانونیت اور انتشار و بدنظمی سے روکنا نہایت ضروری ہے تو اس سے کسی بھی شہری اور وطنی کو اُکتا نہیں جانا چاہیے۔

بعینہ اُمت اسلامیہ کی اصلاح اور بہتری کے لیے شرعی نظم وضبط اور اوامر و احکام کی اطاعت و فرماں برداری کرنا بھی نہایت اہم معاملہ ہے۔ اس امر سے بعض نوجوان کیسے اُکتاہٹ و بے زاری کا اظہار کر سکتے ہیں اور وہ یہ رائے رکھتے ہوں کہ شرعی اُمور کا عملاً قبول کر لینا آزادیوں کو مقید کرنا ہے؟ یہ تو سراسر بہتان اور گناہ والاظنِ باطل ہے۔

جیسے ہم نے اوپر ایک سچائی کو بیان کیا کہ جس سے کوئی مفر نہیں، اسی طرح یہ بات بھی حق ہے کہ اسلام، انسان کی قوتوں اور صلاحیتوں کو دبانے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ دین حنیف اسلام تو تمام کی تمام فکری، عقلی اور جسمانی صلاحیتوں، قوتوں کو کھپا دینے کا ایک نہایت کھلا میدان ہے۔ چنانچہ اسلام تمام خیر و فلاح کے کاموں میں نہایت گہری سوچ اور نظر عمیق کی دعوت دیتا ہے تاکہ انسان کی حیثیت واضح ہو سکے اور اس کی عقل و فکر ترقی کر سکے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا﴾ [سباء : ٤٦]

"کہہ دے کہ میں تمھیں صرف ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم خلوص کے ساتھ ضد چھوڑ کر دو دو مل کر یا تنہا تنہا کھڑے ہو کر سوچو تو سہی۔"

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ [یونس : ١٠١]

"آپ کہہ دو کہ آسمانوں اور زمینوں میں دیکھو اور غور وفکر کرو کہ ان میں کیسی عجیب وغریب قدرت کی نشانیاں ہیں۔"

اسلام فکری، دعوتی اور نظریاتی نظریہ کی فقط دعوت نہیں دیتا بلکہ وہ اس بات کو ان لوگوں کے بارے میں معیوب سمجھتا ہے جو غور وفکر اور تدبر نہیں کرتے اور نہ ہی وہ عقل سے کام لیتے ہیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ....الخ﴾

"کیا ان لوگوں نے تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت میں اور جو کچھ اللہ عزوجل نے پیدا فرمایا ہے اس میں غور وفکر نہیں کیا؟"

دوسرے مقام پر اللہ رب العالمین کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

﴿اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ۝﴾ [الروم : ٨]

"اور کیا انھوں نے اپنے دلوں میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اسے پیدا نہیں کیا مگر حق اور ایک مقرر وقت کے ساتھ۔ اور بے شک بہت سے لوگ یقیناً اپنے رب سے ملنے ہی کے منکر ہیں۔"

﴿ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴾ [یٰس : ٦٨]

''اور جسے ہم زیادہ عمر دیتے ہیں اسے بناوٹ میں الٹا کر دیتے ہیں، تو کیا یہ نہیں سمجھتے۔'' (عقل، فکر سے کام نہیں لیتے؟)

اسلام دیکھنے اور غور وفکر کرنے کا حکم اس لیے دیتا ہے کہ اس سے عقلی قوت اجاگر ہوتی ہے۔ پھر یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام قوت اور صلاحیت کے اظہار کی مخالفت کرتا ہے؟

کیا یہ اسلام پر الزام تراشی نہیں ہے؟

﴿ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴾

[الکھف : ٥]

''بڑی سخت بات ہے جو اُن کے مونہوں سے نکلتی ہے۔ وہ صرف جھوٹ کہہ رہے ہیں۔''

اسلام اپنے ماننے والوں کو ہر اس چیز کے استعمال کی اجازت دیتا ہے جس میں کوئی بدنی اور دینی اور عقلی نقصان نہ ہو۔ اسی طرح ہر قسم کی عمدہ چیزوں کے کھانے پینے کی اجازت دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ ﴾

[البقرة : ١٧٢]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں عطا فرمائی ہیں اور اللہ کا شکر کرو۔''

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴾

[الاعراف : ٣١]

''کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

اور اسلام ہر اس لباس کو پہننے کی اجازت دیتا ہے جو ستر کو پوشیدہ رکھتا ہو اور جو فطری تقاضوں کو پورا کرتا ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِيْشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ﴾ [الاعراف : ٢٦]

''اے آدم کی اولاد! بے شک ہم نے تم پر لباس اتارا ہے، جو تمھاری شرمگاہوں کو چھپاتا ہے اور زینت کا پہناوا اُتارا ہے۔ اور تقویٰ کا لباس! وہ سب سے بہتر ہے۔''

اور پھر اللہ عزوجل نے یوں بھی فرمایا ہے:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ﴾

[الاعراف : ٣٢]

''تو کہہ دیجیے! کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں؟ کہہ دے یہ چیزیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں (بھی) ہیں، جبکہ قیامت کے دن (ان کے لیے) خالص ہوں گی۔''

اور شرعی نکاح کے ذریعہ عورتوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ [النساء : ٣]

''(اور) عورتوں میں سے جو تمھیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو، دو دو سے اور تین تین سے اور چار چار سے۔ پھر اگر تم ڈرو کہ عدل نہیں کرسکو گے تو ایک بیوی سے نکاح کرو۔''

ذریعہ معاش اور تجارت کے معاملات میں بھی اسلام اپنے ماننے والوں کی قوت برقرار رکھتا ہے اور اس کو برباد ہونے سے بچاتا ہے۔ ہر وہ تجارت جو انصاف پسندی اور حلال طریقہ پر قائم ہو اس کی اسلام اجازت دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ [البقرة : ٢٧٥]

''اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا۔''

﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ﴾ [الملك : ١٥]

''اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو پست ومطیع کر دیا تاکہ تم اس کی راہوں میں چلتے پھرتے رہو اور اللہ کی روزیاں کھاؤ پیو۔ اور اس کی طرف تمہیں جی کر اٹھ کھڑا ہونا ہے۔''

اور جیسا کہ سورہ جمعہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾

(الجمعة : ١٠)

''جب تم جمعہ کی نماز پڑھ لو تو زمین میں بکھر جاؤ اور اللہ کا فضل یعنی روزی تلاش کرو۔''

کیا اس کے بعد بھی کسی کا یہ گمان باقی رہ جاتا ہے کہ اسلام اپنی توانائیوں یا اپنی صلاحیتوں کے اظہار کی مخالفت کرتا ہے؟

نوجوانوں کے دلوں میں وارد شکوک وشبہات

مردہ دل پر نہ کوئی کھٹکا پیدا کرنے والی چیز اثر انداز نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی دین کے منافی کوئی وسوسے پیدا ہوتے ہیں اس لیے کہ مردہ دل دراصل ختم ہو چکا ہوتا ہے اور شیطان بھی یہ نہیں چاہتا کہ اس میں کچھ اضافہ کرے یا اس پر وقت ضائع کرے۔ وہ جس حالت میں ہے اسی حال میں رہتا ہے۔ جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود یا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے کسی نے کہا: یہودی کہتے ہیں کہ ان کو ان کی نمازوں میں کوئی وسوسہ یا شیطانی خیالات ان کے دلوں میں نہیں آتے۔ تو آپ نے فرمایا ''بالکل سچ کہتے ہیں کیونکہ شیطان خراب دل میں کیا کرے گا۔ ہاں اگر کوئی زندہ دل ہے اس میں کچھ ایمان کی رمق باقی ہے تو شیطان اس پر

ڈورے ڈالے گا، وسوسے پیدا کرے گا، دین میں شکوک پیدا کرے گا۔

شیطان کی بڑی چالوں میں سے ایک بڑی چال یہ بھی ہے کہ وہ بندے کے دل میں اپنے رب کے متعلق اوراس کے دین اور عقیدہ کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے لگتا ہے۔ اگر کوئی کمزور دل اور ڈانواں ڈول یقین والا ہوتا ہے تو اس کو دین سے خارج کر کے ہی دم لیتا ہے۔ اگر کوئی مظبوط دل والا ہوتا ہے تو شیطان اس سے شکست کھا کر مایوس اور حقیر ہو کر پیٹھ پھیر کے بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

شیطانی وسوسوں کا علاج:

یہ وسوسے کہ جنہیں شیطان آدمی کے دل میں ڈالتا ہے اگر ان سے بچنے کے لیے نبی اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے درج ذیل علاج کو اختیار کیا جائے تو یہ وسوسے آدمی کو کچھ بھی تکلیف نہیں پہنچا سکتے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میرے دل میں کچھ وہم وگمان اور وسوسے پیدا ہوئے یہاں تک کہ میں نے ان خیالات کو جلا کر خاک کر دیا جس کے متعلق میں نے آپ کو بتانا مناسب سمجھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ رَدَّ كَيْدَه إِلَى الْوَسْوَسَة .)) [1]

''یعنی شیطان کی چالیں شیطان پر الٹی اور بھاری پڑ گئیں۔''

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر آپ سے پوچھنے لگے: اے اللہ کے حبیب! ہم اپنے نفسوں میں بسا اوقات ایسے خیالات محسوس کرتے ہیں کہ جن کی وجہ سے ایسا معاملہ (نماز والا) دشوار ہو جاتا ہے کہ ہم بیان نہیں کر سکتے۔ (یعنی بُرے بُرے وسوسے آنے کی وجہ سے نماز پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے۔) آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم ایسے خیالات محسوس کرتے ہو؟

---

[1] أخرجه أبو داود الطيالسی (٢٧٠٤) والنسائي في عمل اليوم والليلة (٦٦٩)، والإمام أحمد (٣٤٠/١)

انہوں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: یہ تو پھر بالصراحت ایمان کی علامت ہے۔" (یعنی ایمان ہے تو شیطان ورغلانے کی کوشش کرے گا؟) ❶

یہاں اس حدیث مبارک میں "ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيْمَان" کا معنی یہ ہے کہ: بلا ارادہ جی میں اچانک پیدا ہونے والا وسوسہ اور اس کے متعلق تمہاری ناپسندیدگی اور نماز میں دشواری محسوس کرنا تمہارے ایمان کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ بلکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تمہارا ایمان نہایت واضح اور خالص ہے کہ جس کے ساتھ کوئی نقص خلط ملط نہیں ہوسکتا۔

((عَنْ اَبِی اَبُو هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ فَيَقُولُ: مَنْ خَلَقَ كَذَا وَ كَذَا؟ حَتَّى يَقُولَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ؟ فَإِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ وَلْيَنْتَهِ" .)) ❷

"سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے اس کو کس نے پیدا کیا؟ فلاں کو کس نے بنایا؟ یہاں تک کہنے لگتا ہے کہ تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا؟ جب کوئی خیال اس حد تک پہنچ جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ سے پناہ مانگے یعنی "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ" پڑھ لے۔"

ایک دوسری حدیث میں کہا گیا کہ ((آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ)) کہے۔

ابوداؤد کی ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے اس کا علاج بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: کہ تم لوگ یوں کہو: ((قُوْلُوْا : اَللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ)) کہہ کر تین مرتبہ اپنے دائیں جانب تھوکے اور ((أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ .)) پڑھے۔ ❸

---

❶ إخرجه مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الوسوسة في الإيمان وما يقوله من وجدها (١٣٢).

❷ أخرجه البخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده (٣٢٧٦)۔ ومسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الوسوسة في الإيمان وما يقوله من وجدها (١٣٤)(٢١٤).

❸ أخرجه أبو داود، كتاب السنة، باب في الجهمية والمعتزلة (٤٧٢٢).

اس حدیث سے پتہ چلا کہ صحابہ کرام نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آ کر اپنا مرض بیان کیا تو آپ ﷺ نے اس کے چار علاج بتائے:

۱...... اس طرح کے وسوسوں سے باز آ نا یعنی ان وسوسوں کو ختم کر کے اپنے خیالات کو اچھے خیالات اور افکار کی طرف راغب کرنا۔

۲...... پراگندہ خیالات اور شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگنا۔

۳...... اگر اس طرح کے خیالات آئیں تو "آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ" کہیں۔ یعنی میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا ہوں۔

۴...... یا یوں کہنا: ((اَللّٰهُ أَحَدٌ ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ .)) اللہ ایک ہے وہ بے نیاز ہے۔ اس نے کسی کو جنم نہیں دیا اور نہ ہی کسی نے اس کو جنم دیا ہے۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ وہ یکتا و تنہا ہے۔" کہہ کر تین مرتبہ اپنے دائیں جانب تھوکنا اور ((أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ .)) پڑھنا۔

مسئلہ تقدیر میں نوجوانوں کی حیرانگی:

ہر قسم کے معاملات میں مسئلہ تقدیر کو لے کر یہ نوجوان بڑے حیران و پریشان ہیں، اس لیے کہ تقدیر پر ایمان لانا ارکان ایمان میں سے ہے کہ جس پر ایمان لائے بغیر ایمان نامکمل رہ جاتا ہے اور تقدیر پر ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمینوں میں پیش آنے والے تمام اُمور کا کامل اور شامل علم رکھتا ہے۔ اور آدمی کے ہر ہر معاملے کی تقدیر بنانے والا صرف اور صرف ایک اللہ ہے۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ٥﴾ [الحج : ۷۰]

"کیا تو نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔

بے شک یہ ایک کتاب میں درج ہے، بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔"

اور نبی اکرم ﷺ نے تقدیر کے موضوع پر لڑنے جھگڑنے اور غیر ضروری بحث ومباحثہ کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرمایا:

((خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَنَازَعُ فِي الْقَدْرِ فَغَضِبَ حَتَّى احْمَرَّ وَجْهُهُ فَقَالَ: أَبِهٰذَا أُمِرْتُمْ اَمْ بِهٰذَا أُرْسِلْتُ اِلَيْكُمْ؟ اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حِيْنَ تَنَازَعُوْا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ اَنْ لَا تَتَنَازَعُوْا فِيْهِ .)) [1]

"یعنی ہم تقدیر کے معاملے میں جھگڑ رہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور بڑے غیظ وغضب کا اظہار فرمایا حتیٰ کہ آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا اور آپ ﷺ فرمانے لگے: کیا تمہیں اسی بات کا حکم دیا گیا ہے؟ یا میں تمہاری طرف اسی لیے بھیجا گیا ہوں؟ تم سے پہلے والے لوگوں نے جب تقدیر کے معاملے میں بحث ومباحثہ کیا تو وہ ہلاک وبرباد ہوگئے مسئلہ تقدیر میں لڑنے جھگڑنے سے میں تمہیں سختی سے منع کرتا ہوں۔"

اگر کوئی شخص تقدیر کے مسئلہ پر (غیر ضروری) بحث ومباحثہ کرتا ہے یا اس میں لڑائی جھگڑا کرتا ہے تو وہ ایک ایسے دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے جس سے نکلنا انتہائی مشکل ہوجاتا ہے۔ سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ اپنے آپ کو بھلائی کے کاموں پر ابھاریں اور جن کاموں کا حکم دیا گیا ہے ان پر عمل پیرا ہونے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عقل سلیم اور فہم بصیرت سے نوازا ہے۔ اپنے نبیوں اور رسولوں کو تمہاری طرف بھیجا اور ان پر آسمانی کتابیں نازل فرمائیں تاکہ اللہ عزوجل لوگوں پر اپنی حجت قائم کرسکے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا

---

[1] أخرجه الترمذي، كتاب القدر، باب ما جاء في التشديد في الخوض في القدر (٢١٣٣) وقال: هذا حديث غريب.

حَكِيمًا ﴾ [النساء: ١٦٥]

"تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہ جائے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔"

سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے بیان فرمایا:

((مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ ، مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ اِلَّا وَقَدْ كَتَبَ اللّٰهُ مَكَانَهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ، وَإِلَّا وَقَدْ كُتِبَ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيدَةً .))

"تم میں سے کوئی ایسا شخص نہیں، کوئی ایسی جان نہیں، مگر یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اس کا جنت یا جہنم میں ٹھکانا لکھ دیا ہے۔ اور کوئی ایسی جان نہیں مگر یہ ہے کہ (تقدیر کے دفتر میں) لکھ دیا گیا ہے: وہ بد بخت ہوگی یا نیک بخت۔"

یہ سن کر ایک آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! تو پھر کیا ہم اپنے متعلق لکھی گئی اس تقدیر پر توکل نہ کریں اور عمل کرنا چھوڑ دیں؟...... تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ ، أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ اَهْلِ السَّعَادَةِ وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ، ثُمَّ قَرَأَ ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۝ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ۝﴾ [الليل: ٥ تا ١٠] [1]

"عمل کرتے رہو، ہر شخص کے لیے آسانی پیدا کر دی گئی ہے۔ خوش بخت لوگوں کے لیے اہل سعادت (جنتی لوگوں) کے عمل کے لیے آسانی کر دی جاتی ہے۔ (اور وہ جنت والوں جیسے صالح اعمال کرنے لگتے ہیں) اور جہاں تک بد بخت لوگوں کا

[1] أخرجه البخاري، كتاب الجنائز، باب موعظة المحدث عند القبر وقعود أصحابه حوله (١٣٦٢) ومسلم، كتاب القدر، باب كيفية الخلق الآدمي في بطن أمه ...... (٢٦٤٧).

تعلق ہے تو ان کے لیے اہل شقاوت جیسے عمل کے لیے آسانی کر دی جاتی ہے۔ (اور وہ جہنمی لوگوں جیسے اعمالِ بد کرنے لگتے ہیں۔) اور پھر اس بات کی دلیل کے لیے سورۃ اللیل کی ان آیات کی تلاوت کی: (آیات کا متن اوپر آ چکا ہے۔ ترجمہ یوں ہے:) ''پھر جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور وہ (حرام کاموں سے) بچا رہا اور ہر اچھی بات کو سچ مانا تو ہم اس کو آسانی سے اس کام پر لگا دیتے ہیں جس سے اس کو آرام ملے (یعنی جنت میں پہنچا دیں گے۔) اور جس نے اللہ کی راہ میں دینے سے بخیلی کی اور (دنیا کے خیال میں آخرت سے) بے پرواہی کی اور اچھی بات کو جھٹلایا تو ہم اس کو آہستہ آہستہ مشکل میں پھانس دیں گے۔ (مشکل سے مراد جہنم ہے۔)''

معلوم یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو عمل کرنے کا حکم دیا نہ کہ تقدیر پر بھروسہ کر کے عمل کو ترک کر دینے کا۔ اس لیے کہ اگر تقدیر میں جنتی لکھا ہوگا تو وہ جنتیوں جیسے عمل کر کے ہی جنت میں جائے گا۔ اور اگر تقدیر میں جہنمی لکھا ہوگا تو وہ جہنمیوں جیسے ہی عمل کرے گا۔ اور عمل جو کرے گا آدمی کی استطاعت کے مطابق ہوگا۔ اور کرنے والا یہ بھی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قدرت اور اختیار دیا ہے۔ چاہے تو وہ کام کرے یا نہ کرے۔ مثلاً ایک شخص سفر کرنے کا ارادہ کرتا ہے چاہے تو وہ سفر کرے یا پھر قیام کرے اس کے اختیار میں ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص آگ کو دیکھ کر اس سے بھاگتا ہے اور کسی پوشیدہ چیز کو دیکھ کر اس کی طرف لپکتا ہے اور آگے بڑھتا ہے۔ اطاعت اور نافرمانی بھی ایسے ہی ہے۔ آدمی اپنے اختیار ہی سے کوئی کام کرتا ہے یا چھوڑتا ہے۔

جو لوگ مسئلہ تقدیر کی تردید کرتے ہیں ان کے پاس دو قسم کے شبہات ہیں (یعنی دو طرح کی مشکلات ہیں)

پہلا اشکال:

(پہلا شبہ) یہ ہے کہ انسان جب کوئی کام کرتا ہے تو اپنے اختیار سے کرتا ہے اور اگر چھوڑتا

ہے تو بھی اپنے اختیار سے بغیر کسی جبر وتشدد کے۔ تو پھر یہ چیز ایمان کے ساتھ کیسے متفق ہوسکتی ہے جب کہ ہر چیز اللہ کے قضاء وقدر سے ہے؟

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہم بندے کے کسی عمل یا اس کی کسی حرکت پر غور کرتے ہیں تو ہمیں دو باتیں صاف طور پر نظر آتی ہیں:

۱...... **ارادہ:** یعنی کسی چیز کو اختیار کرنے کا قصد یا ارادہ۔ اور

۲...... **قدرت:** جب یہ دونوں چیزیں کسی فعل میں نہیں پائی جائیں گی تو کوئی عمل وجود میں نہیں آسکتا۔

اور یہ بات یاد رکھیے کہ ارادہ اور مقدرت، دونوں اللہ کی پیدا کردہ ہیں۔ اس لیے کہ ارادہ، عقلی قوت کا اور مقدرت، جسمانی قدرت کا مظہر ہوتا ہے۔ اگر کسی انسان سے اللہ تعالیٰ عقل چھین لے تو پھر اس کا ارادہ ختم ہوجاتا ہے اور اگر کسی سے قدرت چھین لے تو وہ کام کرنا مستحیل ہوجاتا ہے۔

جب انسان کسی کام کے کرنے کا عزم کر کے اس کو بجالاتا ہے تو ہمیں یقینی طور پر پتہ یہ چلا کہ اس کو اللہ نے ارادہ اور قدرت عطا کیے ہیں۔ ورنہ اللہ اس کے ارادہ کو پھیر دیتا یا اس کے اور اس کی قوت ومقدرت کے درمیان کوئی چیز حائل کردیتا ہے۔

ایک دیہاتی سے کسی نے پوچھا تم نے اللہ تعالیٰ کو کیسے پہچانا؟

اس نے کہا:

((بِنَقْضِ الْعَزَائِمِ وَصَرْفِ الْهِمَمِ .))

''پختہ ارادوں کے پورا نہ ہونے (ٹوٹنے) اور ہمتوں کے بکھرنے سے۔''

دوسرا اشکال:

بعض حضرات کی طرف سے تقدیر کے معاملہ میں دوسرا شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اگر انسان کو گناہوں پر عذاب دیا جاتا ہے تو پھر اس کو عذاب کیوں کردیا جائے گا جب کہ ایسا

کرنا اس کی تقدیر میں لکھا ہوا ہے اور تقدیر میں لکھی ہوئی کسی چیز سے چھٹکارہ پانا ممکن بھی تو نہیں ہے۔

جواب:

اگر کوئی شخص اس قسم کا شبہ پیش کر کے سوال کرتا ہے تو ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ تم صرف ایک پہلو کو دیکھ کر یہ کہہ رہے ہو۔ اس کے دوسرے پہلو کے تعلق سے کیوں نہیں کہتے کہ انسان کو اچھے کام کرنے پر اور اطاعت وفرمانبرداری کرنے پر ثواب بھی تو دیا جاتا ہے، تو پھر اس کو کیوں کر ثواب دیا جائے گا جب کہ یہ چیز بھی اس کی تقدیر میں لکھی ہوئی ہے اور تقدیر میں لکھی ہوئی کسی چیز سے چھٹکارہ پانا ممکن نہیں ہے۔

تقدیر کو معصیت پر حجت بنانا اور اطاعت پر دلیل نہ بنانا یہ انصاف کا تقاضہ تو نہیں ہے۔

دوسرا جواب:

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ نے قرآن مجید میں ایسی حجت بازی کو باطل قرار دیا ہے اور ایسی بات کو لاعلمی، جہالت کا قول قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿سَيَقُولُ الَّذِينَ اَشْرَكُوا لَوْشَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَاط قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَاط اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ٥﴾ [الانعام: ١٤٨]

''عنقریب وہ لوگ کہیں گے جنھوں نے شریک بنائے ہیں، اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شریک بناتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کوئی چیز حرام ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، یہاں تک کہ انھوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔ کہہ کیا تمھارے پاس کوئی علم ہے کہ تم اسے ہمارے لیے نکالو، تم تو گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کر رہے اور تم اس کے سوا کچھ نہیں کہ اٹکل دوڑاتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح کردی کہ اس طرح کی تقدیر پر حجت بازی مشرکین کرتے رہے ہیں، ان سے پہلے والوں نے بھی اسی طرح جھٹلایا اور اسی پر قائم رہے۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں جکڑ لیے گئے اور انہیں عذاب کا مزہ چکھادیا گیا۔ اگر ان کی دلیل صحیح ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنا عذاب کیوں چکھاتا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کے ذریعہ ان کو چیلنج بھی کیا کہ اگر تمہاری حجت صحیح ہے تو اپنی دلیل پیش کرو اور یہ بھی واضح کردیا کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

تیسرا جواب:

تیسرا جواب یہ ہے کہ ''تقدیر'' اللہ تعالیٰ کا ایک پوشیدہ راز ہے جس کو اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا اس وقت تک نہیں جان سکتا جب تک کہ وہ واقع نہ ہو جائے۔ ایک گناہ گار کو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اللہ نے اس کی تقدیر میں گناہ کرنا لکھا ہوا ہے۔ جب تک وہ کسی گناہ کے لیے پیش قدمی نہیں کرے گا؟ اس کو معلوم ہی نہیں ہوسکتا۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کی تقدیر میں اللہ کی اطاعت وفرماں برداری لکھی گئی ہو؟ تو پھر وہ معصیت کی بجائے اطاعت پر پیش قدمی کیوں نہیں کرتا؟ اور یہ کیوں نہیں کہتا کہ اللہ نے میری تقدیر میں اطاعت لکھ دی ہے۔

چوتھا جواب:

اس کا چوتھا جواب یہ ہے کہ اللہ نے انسانوں کو عقل وفہم دے کر اور آسمانی کتابوں کو نازل فرما کر اور رسولوں کو بھیج کر انسانوں پر بڑا فضل وکرم کیا، نفع ونقصان کو واضح کیا، ارادہ اور مقدرت عطا کیے، جن کے ذریعہ انسان دو راستوں میں سے کسی ایک راستہ کا انتخاب کرسکتا ہے۔ تو پھر گناہ کرنے والا نفع بخش راستے کے مقابلہ میں نقصان دہ راستے کا انتخاب کیوں کرتا ہے؟

گناہ کرنے والا جب کسی شہر کا سفر کرنے کا ارادہ کرتا ہو اور اس شہر کو جانے کے دو راستے ہوں ایک راستہ بالکل آسان اور پر امن ہے، اور دوسرا راستہ پر خطر اور انتہائی کٹھن ہے تو

لامحالہ اور یقیناً وہ شخص آسان اور پرامن راستے کا انتخاب کرے گا نہ کہ انتہائی کٹھن اور پرخطر راستے کا۔ یہ سوچ کر پرخطر راستہ کا انتخاب نہیں کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے میری تقدیر میں یہی پرخطر راستہ ہی لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنا مقدر سمجھ کر پرخطر راستہ کا انتخاب کرتا ہے تو لوگ اس کو بیوقوف اور پاگل کہیں گے۔

اسی طرح اچھائی اور برائی کے دونوں راستے برابر برابر ہیں۔ تو انسان کو چاہیے کہ وہ خیر کا راستہ اپنائے نہ کہ اپنے آپ کو دھوکہ دے کر اور تقدیر کو حجت بنا کر شر کا راستہ اختیار کرے۔

ہم انسانوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ کسب معاش پر قادر ہیں اور اس کے حصول کے لیے ہر جگہ مارے مارے پھرتے ہیں۔ نہ کہ اپنی تقدیر پر بھروسہ کرکے کمائی چھوڑ کر گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ تو پھر بتایئے جو شخص حصول دنیا کے لیے جدوجہد کرتا ہے اس میں اور اس شخص میں جو اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کے لیے جدوجہد کرتا ہے کیا فرق ہے؟

آپ کیوں کر ترک طاعت پر تقدیر کو حجت بناتے ہو اور دنیا کے لیے ترک عمل کو مقدر سمجھ کر حجت کیوں نہیں بناتے؟

یہ معاملہ اپنی جگہ روز روشن کی طرح واضح ہے لیکن نفسانی خواہشات کی وجہ سے بعض لوگ اندھے اور بہرے بنے ہوئے ہیں۔

بعض احادیث میں صالح نوجوانوں کا ذکر

مذکورہ بالا عبارت میں جب نوجوانوں کی مشکلات پر گفتگو ہوئی ہے تو میں پسند کرتا ہوں کہ یہاں کچھ احادیث مبارکہ کا ذکر بھی کر دیا جائے کہ جن میں اللہ کے صالح نوجوان بندوں اور خیر و برکت والی جوانی کا ذکر ہوا ہے۔

۱......سیّدنا عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَعْجَبُ مِنَ الشَّبَابِ لَيْسَتْ لَهُ صَبْوَةٌ .)) ❶

''بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے نوجوان کے بارے میں نہایت تعجب کا اظہار فرماتے ہیں کہ جسے نفس پرستی کا اشتیاق نہ ہو۔''

ب..... سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ ، الإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّ جَمَالٍ فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمُ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ .)) ❷

''سات قسم کے انتہائی خوش نصیب لوگ ہوں گے جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا:

(۱)..... عدل وانصاف کرنے والا حاکم، امیر المسلمین۔

(۲)..... وہ نوجوان کہ جس کی جوانی کی نشو ونما اس کے رب کی عبادت (اور اللہ کریم کی اطاعت وفرماں برداری) میں ہوئی۔

(۳)..... ایسا شخص کہ جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے۔

(۴)..... وہ دو آدمی کہ جو ایک اللہ عزوجل کے لیے باہم محبت رکھتے ہیں۔ ان

---

❶ أخرجه الإمام احمد (٤ / ١٥١) ، والطبراني في الكبير (١٧ / ٩٠٣) رقم ٨٥٣) ، وأبو يعلى (١٧٤٩) قال الهيثمي في مجمع الزوائد (١٠ / ٢٧٣)رواه أحمد و أبو يعلى والطبراني وإسناده حسنٌ.

❷ أخرجه البخاري ، كتاب الأذان ، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة و فضل المساجد (٦٦٠)، ومسلم، كتاب الزكاة ، باب فضل إخفاء الصدقة (١٠٣١).

کے باہم ملنے اور جدا ہونے کی بنیاد یہی محبت الٰہی ہوتی ہے۔

(۵)...... پانچواں وہ شخص جسے کسی باعزت حسین وجمیل عورت نے بے حیائی کی دعوت دی لیکن اس نے کہہ دیا کہ میں تو اپنے رب سے ڈرتا ہوں۔

(۶) وہ شخص کہ جس نے اس طرح سے چھپا کر صدقہ و خیرات کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی جو اس کے دائیں ہاتھ نے خرچ کیا ہو۔

(۷)...... ساتواں وہ آدمی کہ جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور بے ساختہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔"

ج...... سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ .)) [1]

"علی بن ابو طالب کرم اللہ وجہہ کے دونوں لختِ جگر (سادا تنا) حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔"

سادا تنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی جوانیاں کس قدر قابل رشک تھیں ذرا ان کی سیرتوں کا مطالعہ تو کر کے دیکھیے۔ مسلمان نوجوانو! آپ حضرات کے لیے راحت و مسرت والی ایمان و عدل سے پر زندگی میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین نمونہ (Specimen) بالعموم تمام اصحاب النبی تھے اور بالخصوص سادا تنا حسن و حسین رضی اللہ عنہم اجمعین۔ کس قدر اعلیٰ ترین نصیب والے وہ نوجوان ہیں کہ جن کی جوانیاں مذکور بالا حدیث (ب) کے مطابق گزریں اور جنت میں اُن کے سردار حسن و حسین ابناء علی رضی اللہ عنہم بنیں۔ (اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ)

د...... مسلم نوجوانو! تمہارے رب کریم کے نزدیک اس جوانی کی کتنی قدر ہے؟ ذرا درج ذیل حدیث مبارک سے اندازہ تو لگائیے۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] أخرجه الترمذي، كتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله عنهما (٣٧٦٨) وقال هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

((مَنْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ لَا يَبْأَسُ ، لَا تَبْلَى ثِيَابُهُ وَلَا يَفْنَى شَبَابُهُ .))

''جو شخص جنت میں (اللہ کے حکم سے) جا داخل ہوگا، وہ وہاں نعمتوں کے (انبار وں کے) ساتھ چین سے رہتے ہوئے بے غم رہے گا۔ نہ کبھی اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ ہی اس کی جوانی ختم ہوگی۔ (یعنی سدا جوان ہی رہے گا، کبھی بوڑھا نہ ہوگا۔)

اس سے اگلی روایت میں ہے کہ نبی معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يُنَادِي مُنَادٍ: إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا أَبَدًا ، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا أَبَدًا ، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا أَبَدًا ، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْأَسُوْا أَبَدًا .)) ❶

''(جب اہل جنت اپنے اپنے مقام پر جنتوں میں چلے جائیں گے تو) ایک منادی آواز دے کر اعلان کرے گا: بلاشبہ تمہارے لیے اللہ عزوجل کی طرف سے یہ طے ہوگیا ہے کہ: تم لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہاں صحت مند رہو گے اور کبھی بھی بیمار نہیں ہو گے۔ اور بلاشبہ تم حضرات کے لیے دوسرا فیصلہ یہ ہے کہ تم لوگ یہاں ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہو گے، تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ اور مقرر تم ہمیشہ جوان رہو گے، تم لوگ کبھی بوڑھے نہیں ہو گے۔ اور تمہارے متعلق چوتھا فیصلہ یہ ہے کہ تم لوگ ہمیشہ اللہ کی نعمتوں کے ساتھ چین سے رہو گے کبھی غمگین نہ ہو گے۔''

ھ...... مسلمان نوجوانوں کے لیے صحابہ کرام میں سے ایک قابل تعریف نمونہ سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی تھے کہ جن کی تعریف و توصیف ساداتنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم اجمعین بھی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ: آغازِ خلافت

❶ أخرجه مسلم ، كتاب الجنة وصفة نعيمها ، باب في دوام نعيم أهل الجنة ...... (٢٨٣٧). ٧١٦٥، ٧١٥٧.

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گیارہ ہجری میں جب لشکر اسلام کی لڑائی مسیلمہ کذاب کے لشکر سے مقام یمامہ پر ہوئی اور اس لڑائی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک کثیر تعداد شہید ہوگئی تو سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوا بھیجا۔ جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا ابوبکر بن ابو قحافہ رضی اللہ عنہما فرمانے لگے:

((إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ وَ لَا نَتَّهِمُكَ ، كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ .)) ❶

''تم ایک عقل مند جوان آدمی ہو اور ہمیں تمہارے بارے میں کسی قسم کا شک وشبہ بھی نہیں۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترنے والی وحی (قرآنِ حکیم) کو لکھا کرتے تھے۔ اس لیے تم ہی ہر جگہ سے تلاش کر کے قرآنِ عظیم کو جمع کرو۔''

و...... پیچھے حدیث نمبر ج میں سادا تنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں جو ذکر ہوا ہے کہ وہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہوں گے اور یہ کہ دیگر احادیث سے یہ بات علم میں آتی ہے کہ تمام اہل جنت عالم شباب میں ہی ہوں گے۔ ان میں انبیاء کرام وصدیقین سمیت سب صلحاء ومتقین شامل ہوں گے۔ تو کیا دونوں ساداتِ کرام حسن وحسین رضی اللہ عنہما سب اہل جنت کے سردار ہوں گے؟ جب کہ صحیح حدیث میں یوں بھی مذکور ہے: سیّد الاوّلین والآخرین امام الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .)) ❷

''قیامت والے دن میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔''

تو مفہوم یہ ہوگا کہ: انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ جتنے بھی اہل ایمان صالح نوجوان اپنی جوانی کے عالم میں فوت ہو کر جنتوں کے حق دار بنیں گے اُن سب کے سردار

---

❶ أخرجه البخاري ، كتاب التفسير ، باب قوله : ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ...... ﴾ (٤٦٧٩).

❷ صحيح البخارى : ٣٣٤٠.

سادا تنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہوں گے۔

اب آپ قریب الموت ایک صالح نوجوان کا واقعہ سنیے: سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان کے پاس اس حالت میں تشریف لائے کہ وہ قریب الموت تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا: ((كَيْفَ تَجِدُكَ)) تم اس حالت میں اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! اللہ کی قسم! میں اللہ عزوجل سے اس کی رحمت اور مغفرت کی اُمید بھی رکھتا ہوں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ میں اپنے گناہوں سے بھی ڈر رہا ہوں۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ قَلْبِ عَبْدٍ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ إِلَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا يَرْجُوْ وَآمَنَهُ مِمَّا يَخَافُ .)) [1]

"کسی بھی مومن بندے کے دل میں یہ دونوں چیزیں (یعنی اللہ کریم سے رحمت و مغفرت کی پوری پوری اُمید اور اپنے گناہوں پر اس کا ڈر ایسے وقت میں) اکٹھی نہیں ہوتیں (یعنی موت کے وقت) مگر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عطا کر دیتا ہے جس کی وہ اُمید رکھتا ہے اور اللہ اس کو اس چیز سے بچا لیتا ہے کہ جس سے وہ ڈر رہا ہوتا ہے۔" (یعنی عذاب سے)

ز...... سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: انصار کے ستر نوجوان تھے جن کو قراء حضرات (قرآن و سنت کے عالم) کہا جاتا تھا۔ یہ نوجوان مسجد نبوی میں رہتے تھے۔ جب شام ہو جاتی تو یہ حضرات مدینہ منورہ کی کسی ایک جانب جمع ہو جاتے۔ وہاں وہ ایک دوسرے کو قرآن اور حدیث کا سبق سناتے اور تہجد کی نماز پڑھتے (اس بات کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔) ان نوجوانوں کے اہل خانہ سمجھتے کہ وہ مسجد نبوی میں ہیں اور مسجد والے (کہ جو صفہ میں رہا کرتے تھے) یہ سمجھتے کہ وہ اپنے گھروں میں ہیں۔ جب دن چڑھتا تو وہ کہیں سے میٹھا، ٹھنڈا پانی اور خشک لکڑیاں بیچنے کے لیے لے آتے اور ان چیزوں کو وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرات مبارکہ کے ساتھ لا کر رکھ دیتے۔ (اس سامان کو بیچ کر وہ اہل

---

[1] أخرجه الترمذي، كتاب الجنائز، باب ١١ (٩٨٣)، وقال: حديثٌ حسنٌ وحسنه الألباني رحمه الله.

صفہ کے لیے کھانے پینے کا سامان خریدتے اور ان کی ضرورتیں پوری کرتے۔) یہ لوگ سادات و اخیار صحابہ اور فضلاء وقراء حضرات تھے۔ ۴ ہجری کے ماہِ صفر میں رسول اللہ ﷺ نے ان ستر نوجوانوں کی جماعت کو علاقہ نجد کی طرف دعوتِ اسلام کے لیے ایک نجدی سردار ابوبراء عامر بن مالک کے ہمراہ روانہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان نوجوانوں کا امیر منذر بن عمرو الساعدی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ جب یہ لوگ قبیلہ بنی عامر کے علاقے اور حرہ بن سلیم کے درمیان واقع ایک کنویں بئر معونہ پر پہنچے تو اللہ کے دشمن عامر بن طفیل نے بنوسلیم کے تین قبیلوں عصیہ، رعل اور ذکوان کے لوگوں کو ان ستر نوجوان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر حملہ کرنے کے لیے برانگیختہ کیا۔ نتیجتاً لڑائی ہوئی اور سیّدنا کعب بن زید بن نجار رضی اللہ عنہ کے سوا تمام نوجوان بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ [1]

نبی معظم ﷺ نے ان حضرات کی جو تربیت فرمائی تھی، شاعر نے اُسے یوں بیان کیا ہے:

غنیمت ہے صحت، علالت سے پہلے　　فراغت، مشاغل کی کثرت سے پہلے
جوانی، بڑھاپے کی زحمت سے پہلے　　اِقامت، مسافر کی رحلت سے پہلے
فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت
جو کرنا ہے کر لو کہ تھوڑی ہے مہلت

یہ کہہ کر کیا علم پر اُن کو شیدا　　کہ ہیں دور رحمت سے سب اہل دنیا
مگر دھیان ہے جن کو ہر دم الٰہ کا　　ہے تعلیم کا یا سدا جن میں چرچا
اُنہیں کے لیے یاں ہے نعمت خدا کی
اُنہیں پر ہے واں جا کے رحمت الٰہ کی

سکھائی اُنہیں نوع انسان پر شفقت　　کہا ہے یہ اسلامیوں کی علامت
کہ ہمسایہ سے رکھتے ہیں وہ محبت　　شب و روز پہنچاتے ہیں اس کو راحت
وہ جو حق سے اپنے لیے چاہتے ہیں
وہی ہر بشر کے لیے چاہتے ہیں

[1] أخرجه الإمام أحمد (٢٣٥/٣)، والبيهقي في سننه الكبرى (١٩٩/٢) وقال محققو المسند: إسناده صحيحٌ.

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: جن لوگوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ستر نوجوان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بئر معونہ کے مقام پر شہید کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر مسلسل تیس دن تک نمازوں میں قنوتِ نازلہ کے ساتھ بددعا کی تھی۔ آپ نمازِ فجر میں بنو رعل و ذکوان اور بنولحیان وعصیہ پر بددعا کرتے اور فرماتے تھے کہ: ((عُصَيَّةٌ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ)) بنوعصیہ نے (کہ جن کا نام ہی نافرمان ہے) اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔ (اس لیے ہم ان پر بددعا کر رہے ہیں۔) [1]

ح..... کہتے ہیں ''جوانی دیوانی ہوتی ہے'' اس لیے کہ جوانی میں سب سے بڑا مسئلہ عفت و عصمت کی حفاظت ہوتا ہے۔ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حل درج ذیل حدیث میں یوں بیان فرمایا ہے:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ایک اُن کے ساتھی جناب علقمہ بن قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (خلافت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور کی بات ہے) میں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ منیٰ میں چلتا جا رہا تھا کہ امیر المؤمنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی آپ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی۔ امیر المؤمنین فرمانے لگے: اے ابو عبدالرحمٰن! (عبداللہ بن مسعود) مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ پھر وہ دونوں تنہائی میں چلے گئے۔ جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! کیا آپ اس بات کو پسند کریں گے کہ ہم آپ کا نکاح کسی کنواری لڑکی سے کر دیں؟ جو آپ کو جوانی کے گزرے ہوئے دن یاد دلا دے۔ چونکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے، اس لیے انہوں نے مجھے اشارہ کیا (میں اس وقت جوان تھا۔) اور کہا: علقمہ! ادھر آؤ۔ جب میں قریب گیا تو آپ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے: اگر آپ کا یہ مشورہ ہے تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم نوجوانوں کو (جو ابھی کنوارے تھے۔) فرمایا تھا:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ

---

[1] تفصیل صحیح البخاری کی حدیث: ٤٠٨٦ تا ٤٠٩٦ اور ان احادیث کی شرح فتح الباری میں دیکھی جاسکتی ہے۔

فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ .)) ❶

''اے نو جوانو! تم میں سے جو بھی شادی (کے حقوق و واجبات ادا کرنے اور اخراجات برداشت کرنے) کی استطاعت رکھتا ہو اسے شادی (نکاح) کر لینی چاہیے۔ کیونکہ شادی، نکاح نظر کو نیچی رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا عمل ہے۔ اور جو شخص غربت کی وجہ سے نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ روزے رکھے۔ اس لیے کہ روزہ اس کی نفسانی خواہشات کو توڑ دے گا۔''

کتاب ہذا کے موضوع سے متعلق یہ حدیث مبارک نوجوانوں کے لیے کتنا شاندار حل بیان کر رہی ہے کہ جس پر عمل کرنے سے ان کی عفت و عصمت محفوظ رہے اور وہ اللہ عزوجل کے ہاں محبوب بندے بن جائیں۔ روزہ خواہشات نفسانی کو کم کر دینے والا عمل ہے۔ اس لیے مجرد، کنوارے نوجوان کو بکثرت نفلی روزے رکھنے چاہییں۔ اگر وہ ہر سوموار، جمعرات اور ہر چاند کے مہینہ کی تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخوں کے روزے مسلسل رکھیں تو اس سے دوہرا فائدہ ہو گا۔ مذکور بالا حدیث پر بھی عمل ہو جائے گا اور نبی مکرم ﷺ کی سنت پر بھی عمل ہو گا۔ اگر ان نفلی روزوں میں مزید اضافہ کرنا چاہیں تو سیّدنا داؤد علیہ السلام کی سنت کے مطابق ایک دن چھوڑ کر اگلے دن کا روزہ رکھتے چلے جائیں اور یوں کر لیں: سوموار کا روزہ رکھیں اور منگل، بدھ ناغہ کریں پھر جمعرات کے دن کا روزہ رکھیں اور جمعہ کا ناغہ کریں۔ پھر ہفتہ والے دن کا روزہ رکھ لیں اور اتوار کو نہ رکھیں۔ یوں ہفتہ بھر میں تین دن کے روزے ہوئے اور چار دن ناغہ۔ ایام بیض کے تین روزے ملا کر مہینہ بھر میں آدھے دن روزے اور آدھے دن بغیر روزے کے۔ عبادت کی عبادت، عفت و عصمت کے لیے علاج کا علاج اور اللہ عزوجل کی رضا کے حصول کے ساتھ ساتھ سنت پر عمل کا اجر و ثواب الگ سے۔ (سُبْحَانَ اللّٰه! ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ .)

---

❶ أخرجه البخاري، كتاب النكاح، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: (من استطاع منكم الباءة) ...... (٥٠٦٥، ٥٠٦٦)، ومسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه ووجد مؤنه...... (١٤٠٠).

ط...... جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے جب اللہ رب العالمین نے اپنے دین حنیف کے غلبہ میں آسانیاں پیدا فرما دیں اور غزوۂ احزاب کے بعد کفر کی طاقت دن بدن ٹوٹنے لگی، دین اسلام کی اشاعت میں آسانیاں پیدا ہو گئیں اور لوگ گروہ در گروہ مدینہ منورہ پہنچ کر دین حق قبول کرنے لگے تو قرآن و سنت کا علم سیکھنے اور دینی مسائل کو یاد کرنے کے لیے جزیرۃ العرب کے مختلف اطراف سے نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد مدینہ طیبہ میں پہنچنے لگی۔ یہ نوجوان مختلف دنوں، مہینوں اور سالوں کے اوقات مخصوص کر کے نبی مکرم ﷺ کے پاس گزارتے، قرآن و سنت کا علم حاصل کرتے اور واپس اپنے اپنے علاقوں اور قبیلوں میں جا کر دعوت الی اللہ کا کام کرنے لگتے۔ اس مقدس عمل کی جو فضیلت قرآنِ حکیم اور صحیح احادیث مبارکہ میں آئی ہے وہ ہمارا موضوعِ سخن نہیں۔ ہم یہاں درج ذیل حدیث کی روشنی میں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ: اگر آج کل کے مسلم نوجوان اپنے صالح اسلاف نوجوانوں کی طرح زندگیاں گزاریں تو جو خرابیاں معاشرے میں آج پیدا ہو گئی ہیں وہ کبھی پیدا نہ ہوں۔ بالخصوص ازدواجی اور خاندانی زندگی میں تو اُن کو وہ راحت ملے کہ جس کا گمان بھی آج مفقود ہے۔ نبی مکرم ﷺ کی ہجرت کا نواں سال تھا کہ: بنو لیث بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ کا وفد جناب واثلہ اللیثی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ اس وفد میں شریک سیّدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنی قوم...... بنولیث ...... کے افراد کے ہمراہ مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ ہم سب ہم عمر اور نوجوان تھے۔ ہمارا قیام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیس دن، رات رہا۔ (اس دوران ہم آپ ﷺ سے قرآن و سنت کا علم سیکھتے رہے۔) رسول اللہ ﷺ بڑے ہی رحم دل اور ملن سار تھے۔ جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ ہمیں اپنے وطن واپس جانے کا شوق ہے تو آپ نے دریافت فرمایا: تم لوگ اپنے گھروں میں کسے چھوڑ کر آئے ہو؟ سو ہم نے بتلا دیا۔ فرمایا:

((اِرْجِعُوْا إِلٰی أَهْلِيْكُمْ فَأَقِيْمُوا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ

وَصَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي أُصَلِّيْ ، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ .)) ❶

''اچھا اب تم لوگ اپنے گھروں کی طرف پلٹ جاؤ اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہو۔ انھیں بھی دین سکھاؤ اور دین کی باتوں پر عمل کرنے کا انھیں حکم دیتے رہنا۔ اور اسی طرح نماز پڑھتے رہنا جس طرح تم نے مجھے نماز (پورے ارکان، فرائض و سنن کے ساتھ نہایت سکون و اطمینان سے اوّل وقت میں) پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی شخص اذان دے اور تم میں جو (علم وسن اور قرآن وقراءت کے ساتھ) سب سے بڑا ہو وہ تمہاری امامت کروائے۔''

یہی ہمارے وہ نوجوان اسلاف تھے جن کے بارے میں اللہ عزوجل کا فرمان گرامی قدر ہے:

﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ﴾ [البقرہ: ۱۳۷]

''(اے میرے نبی کے صحابیو!) اور اگر وہ (تمام مشرکین وملحدین اور یہود و نصاریٰ) تمہاری طرح کا ایمان لائیں، (اور تمہاری جیسی صالح زندگیاں گزاریں) تو جانیے کہ وہ سیدھی راہ پا گئے۔ اور اگر نہ مانیں تو بلاشبہ وہ ضد، ہٹ دھرمی اور اختلاف میں گرفتار ہیں۔''

ہم اللہ عزوجل سے دعا گو ہیں کہ وہ تحریر ہذا سے ہمیں پورا پورا فائدہ پہنچائے۔ آمین

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى
نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

الرَّاجِي لِرَحْمَةِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
محمد بن صالح العثیمین

---

❶ أخرجه البخاري ، كتاب الأذان ، باب الأذان للمسافر إذا كانوا جماعة والإقامة ...... (٦٣١)، (٦٨٥، ٨١٩، ٢٨٤٨، ٧٢٤٦) و مسلم ، كتاب المساجد و مواضع الصلاة ، باب من أحق بالإقامة (٦٧٤).

اصلاح معاشرہ میں عورت کا کردار

تالیف

فضیلت الشیخ / محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ
(سابق رکن مجلس ہیئت کبار علماء سعودی عرب)

اُردو ترجمہ

ابو المکرّم عبد الجلیل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمَنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، أَرْسَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِالْهُدٰي وَدِيْنِ الْحَقِّ، فَبَلَّغَ الرِّسَالَةَ وَأَدَّى الْأَمَانَةَ وَنَصَحَ الْأُمَّةَ وَجَاهَدَ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ، فَصَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ، أَمَّا بَعْدُ:

یہ بات میرے لیے باعث مسرت ہے کہ ''اصلاحِ معاشرہ میں عورت کا کردار'' کے اہم موضوع پر اظہارِ خیال کروں۔ لہٰذا اللہ عزوجل سے مدد طلب کرتے ہوئے، اسی سے درست اور حق بات کہنے کی توفیق مانگتے ہوئے عرض گزار ہوں کہ اصلاحِ معاشرہ میں عورت کے کردار کی دو قسمیں ہیں:

ا......ظاہری اصلاح:

ظاہری اصلاح سے وہ اصلاح مراد ہے جو بازاروں، مسجدوں اور ان کے علاوہ دیگر ظاہری امور میں ہوتی ہے اور اس قسم میں مردوں کا پہلو زیادہ غالب اور نمایاں ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں انہیں سے سابقہ پڑتا ہے اور یہی طاقت وقوت کے مالک ہوتے ہیں۔

۲......اندرونی اصلاح:

اندرونی اصلاح سے مراد اندرونِ خانہ امور کی اصلاح ہے۔ یہ اصلاح عموماً عورتوں کے

ذمہ ہوتی ہے۔ کیوں کہ وہی گھر کی مالکن اور ذمہ دار ہیں۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو خطاب کرتے اور حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝﴾ [الاحزاب: ۳۳]

''اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانہ کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو۔ نماز ادا کرتی رہو۔ اور زکوٰۃ دیتی رہو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو۔ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کردے اور تمھیں خوب پاک کردے۔''

اصلاحِ معاشرہ میں عورت کے کردار کی اہمیت:

ہمارے خیال میں اس تمہید کے بعد یہ کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں کہ نصف معاشرہ یا اس سے بھی زیادہ کی اصلاح کا تعلق عورت سے ہے..... اور اس کے دو اسباب ہیں:

ا...... پہلا سبب یہ ہے کہ عورتیں تعداد میں اگر مردوں سے زیادہ نہیں تو کم از کم اُن کے برابر ضرور ہیں۔ یعنی اولادِ آدم میں اکثریت عورتوں کی ہے جیسا کہ سنت نبوی ﷺ میں اس کی دلیل موجود ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ایک ملک سے دوسرے ملک کے اور ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ چنانچہ کسی ملک میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، اسی طرح کسی زمانہ میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہوتی ہے اور کسی زمانہ میں اس کے برعکس مرد زیادہ ہوتے ہیں۔ بہرحال اصلاحِ معاشرہ میں عورت کا بہت بڑا کردار ہے۔

۲......دوسرا سبب یہ ہے کہ قوموں کی نشوونما اور پرورش و پرداخت پہلے عورتوں ہی کی گود میں ہوتی ہے، جس سے اصلاحِ معاشرہ کے تعلق سے عورتوں پر عائد ذمہ داریوں کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

اصلاحِ معاشرہ کے لیے عورت کے بنیادی اوصاف

اصلاحِ معاشرہ میں عورت کی اہمیت متحقق ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے اندر بنیادی اوصاف ہوں تاکہ وہ اصلاح معاشرہ کی اپنی ذمہ داری ٹھیک سے ادا کر سکے اور ان بنیادی اوصاف میں سے چند یہ ہیں:

ا......اصلاح وتقویٰ:

اصلاحِ معاشرہ کے لیے ضروری ہے کہ عورت بذاتِ خود صالح اور دیندار ہو تاکہ وہ اپنی ہم جنسوں کے لیے بہترین نمونہ بن سکے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ صلاح اور تدین کے مقام تک پہنچنے کے لیے اسے کیا کرنا ہوگا؟ ہر عورت کو یہ جان لینا چاہیے کہ شریعت کا علم ہی صلاح و تقویٰ تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ یہ علم ممکن ہو تو کتابوں سے حاصل کرے، یا اہل علم مرد اور عورت سے سن کر حاصل کرے۔ عصر حاضر میں اہل علم کی کیسٹیں سن کر عورتوں کے لیے علم حاصل کرنا بہت آسان ہوگیا ہے۔ الحمدللہ ان کیسٹوں کے صحیح استعمال نے معاشرے کی اصلاح میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، لہٰذا عورت کے صلاح وتقویٰ کے لیے شرعی علم سے آراستہ ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر اس کے اندر صلاح وتقویٰ پیدا نہیں ہوسکتا۔

۲......فصاحت اور اندازِ بیان:

اصلاحِ معاشرہ کے لیے عورت کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے فصاحت اور اچھا انداز بیان عطا کیا ہو، تاکہ وہ اپنے مافی الضمیر کی سچی تعبیر کر سکے اور اپنے نفس کے اندر موجود ان معانی و مفاہیم کو وضاحت کے ساتھ بیان کر سکے جن کو بہت سے لوگ جانتے تو ہیں مگر ان کی سچی تعبیر نہیں کر پاتے۔ یا پھر بہت ہی رکیک اور غیر واضح انداز سے بیان کرتے ہیں، جس کی وجہ سے متکلم کے دل میں موجود اصلاح خلق کا مقصد حاصل نہیں ہو پاتا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فصاحت اور اندازِ بیان اور مافی الضمیر کی واضح انداز سے سچی ادائیگی تک کیسے رسائی ہوسکتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عورت کے لیے عربی علوم مثلاً نحو، صرف اور بلاغت سے کچھ نہ کچھ واقفیت ہونا ضروری ہے۔اس کے لیے عورت پر ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں کچھ پڑھے چاہے تھوڑا ہی سہی۔ تا کہ وہ اپنے مافی الضمیر کی سچی تعبیر کر سکے اور اس کے ذریعہ وہ مخاطب عورتوں کے دلوں میں اپنی بات اُتار سکے۔

۳......حکمت:

عورت کے لیے تیسرا بنیادی وصف یہ ہے کہ اس کے اندر دعوت الی اللہ کی، مخاطب تک علم پہنچانے کی اور ہر چیز کو بقولِ اہل علم اس کی مناسب جگہ رکھنے کی حکمت ہو۔ دراصل یہ اللہ سبحانہ کی ایک بڑی نعمت ہے کہ وہ اپنے بندے کو حکمت سے نواز دے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ﴾ [البقرة: ٢٦٩]

''وہ جسے چاہے حکمت اور دانائی دے دیتا ہے۔ اور جس شخص کو حکمت اور سمجھ دے دی جائے اسے بہت ساری بھلائیاں مل گئیں۔''

حکمت و دانائی نہ ہونے کی وجہ سے بہت سا مقصد فوت اور خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ دعوت الی اللہ کے لیے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ مخاطب سے اس کے شایانِ شان معاملہ کیا جائے۔ چنانچہ مخاطب اگر جاہل ہے تو اس سے ایسا ہی معاملہ کیا جائے جو اس کے لیے مناسب ہو۔ اور اگر عالم ہے لیکن کسی حد تک غفلت و کوتاہی کا شکار ہے تو اس کے ساتھ اس کی حالت کے اعتبار سے معاملہ کیا جائے۔ اور اگر عالم ہے لیکن اس میں کچھ تکبر اور حق سے اعراض پایا جاتا ہے تو اس کے ساتھ اس کی حالت کے اعتبار سے معاملہ کیا جائے۔

غرضیکہ مخاطب کی تین قسمیں ہیں: جاہل، عالم متکاہل اور پڑھا لکھا متکبر۔ ان تینوں کو ہم برابر نہیں کر سکتے، بلکہ ضروری ہے کہ ہر ایک کو اس کے مقام پر رکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کیا تو ان سے فرمایا:

''تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں۔''

آپ ﷺ نے حضرت معاذ سے یہ بات اس لیے ارشاد فرمائی تھی کہ معاذ اس قوم کے حال سے واقف ہو جائیں اور پھر ان کے انھی احوال کے مطابق تیاری کر کے ان سے گفتگو کریں۔

دعوتِ نبوی ﷺ میں حکمت استعمال کرنے کی چند مثالیں

دعوت الی اللہ میں حکمت کا اسلوب استعمال کرنے پر متعدد واقعات دلالت کرتے ہیں جو سب سے عظیم شخصیت نبی کریم ﷺ سے دعوت الی اللہ میں رونما ہوئے ہیں۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

پہلی مثال:......اس دیہاتی کا واقعہ جس نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث ہے کہ: ایک دیہاتی آدمی مسجد میں داخل ہوا اور اس میں پیشاب کرنے لگا۔ صحابہ کرام کو غیرت آ گئی۔ انھوں نے اسے روکا اور ڈانٹنا شروع کر دیا، لیکن نبی ﷺ نے جو دعوت الی اللہ کی حکمت سے نوازے گئے تھے، فرمایا: اسے مت روکو بلکہ پیشاب کر لینے دو۔ جب وہ دیہاتی پیشاب کر چکا تو آپ نے حکم دیا کہ پیشاب پر ایک ڈول پانی بہا دیا جائے۔ پھر اس دیہاتی کو بلایا اور فرمایا کہ ان مسجدوں میں ذرا بھی تکلیف دہ چیز اور گندگی پھیلانا درست نہیں۔ یہ مسجدیں صرف نماز، تلاوتِ قرآن اور اللہ عزوجل کا ذکر کرنے کے لیے بنائی گئی ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس دیہاتی نے کہا کہ: اے اللہ! تو مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور ہم دونوں کے ساتھ رحمت میں کسی کو شریک نہ کر۔

مذکور بالا واقعہ سے ہمیں مندرجہ ذیل درس ملتا ہے:

ا...... پہلا درس یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس دیہاتی کی حرکت پر غیرت آئی اور انھوں نے اسے ڈانٹ ڈپٹ کی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ناجائز اور غلط کام پر خاموش رہنا جائز نہیں، بلکہ منکر کام کرنے والے کی فوراً تردید کرنی واجب ہے۔ لیکن اگر فوری

تردید میں اس سے بھی بڑا کوئی فتنہ پیدا ہوسکتا ہو تو ذرا صبر کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ بڑے فتنہ کے پیدا ہونے کا خدشہ نہ رہ جائے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو منع فرمایا، بلکہ اس دیہاتی کے ڈانٹنے پر خود انہی کو تنبیہ فرمائی۔

۲......دوسرا درس یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک غلط کام کے ذریعے اس سے بڑے فتنہ کو دفع کرنے کے لیے برداشت کیا۔ وہ یہ تھا کہ آپ نے اس دیہاتی کو پیشاب کرنے دیا اور اس کے ذریعہ جس منکر کو روکا وہ یہ تھا کہ اگر وہ اسی حالت میں کھڑا ہو جاتا تو دو حال سے خالی نہ ہوتا:

پہلی حالت یہ ہوسکتی تھی کہ پیشاب سے اپنے کپڑے بچانے کے لیے وہ یونہی ننگا کھڑا ہو جاتا اور اس حالت میں مسجد کے ایک بڑے حصے پر گندگی پھیل جاتی اور لوگوں کے سامنے اس کی شرمگاہ بھی ظاہر ہو جاتی۔ یہ دونوں ہی باتیں بری ہیں۔

اور دوسری حالت یہ ہوسکتی تھی کہ اگر وہ ننگا نہ کھڑا ہو جاتا بلکہ اپنی شرمگاہ ڈھانک کر کھڑا ہوتا تو اس صورت میں پیشاب سے اس کے کپڑے ناپاک ہو جاتے۔ انہی دونوں خرابیوں سے بچنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے اسے پیشاب کر لینے دیا جبکہ مسجد پہلے ہی پیشاب سے گندگی ہو چکی تھی۔ اور پیشاب کرنے کی حالت میں اگر وہ کھڑا بھی ہو جاتا تو اس صورت میں پیدا ہونے والی خرابی اس سے بھی بڑھ کر تھی۔ لہٰذا چھوٹی خرابی کے ذریعہ بڑی خرابی کا روکنا ضروری ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ایک بنیادی اصول بیان کیا ہے، فرمایا:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ [الانعام : ۱۰۸]

''اور تم ان کو برا مت کہو جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں، کیونکہ پھر وہ ازراہِ جہالت حد سے گذر کر اللہ کی شان میں گستاخی کریں گے۔''

ہم سب یہ جانتے ہیں کہ مشرکین کے معبودوں کو سب وشتم کرنا اللہ عزوجل کے نزدیک ایک پسندیدہ بات ہے، لیکن ان معبودوں کو سب وشتم کرنے کی وجہ سے چونکہ مشرکین اللہ

عز وجل کی شان میں گستاخی کریں گے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں مذکورہ بالا آیت میں مشرکین کے معبودوں کو سب وشتم کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۳...... تیسرا درس یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فوراً منکر کو مٹانے کی کوشش کی۔ کیونکہ تاخیر کی صورت میں مختلف خرابیاں پیدا ہوسکتی تھیں۔ یہ ممکن تھا کہ اعرابی نے مسجد میں جس جگہ پیشاب کیا تھا، نبی ﷺ اس جگہ کو بعد میں صاف کرواتے۔ یعنی جب لوگوں کو اس جگہ نماز پڑھنے کی حاجت ہوتی تو وہ جگہ صاف کرلی جاتی، لیکن بہتر یہ ہے کہ انسان منکر یا خرابی کو فوری دور کرنے کی کوشش کرے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں وہ بھول جائے یا نہ کرسکے۔

یہ ایک بڑا ہی بنیادی نکتہ ہے، یعنی انسان کو منکر یا خرابی دور کرنے کی فوری کوشش کرنی چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں وہ نہ کرسکے، یا بھول جائے۔ مثال کے طور پر اگر کپڑے میں نجاست لگ جائے خواہ اس کپڑے میں نماز پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو، تو افضل یہ ہے کہ اس نجاست کو فوراً دھولے اور اس میں تاخیر نہ کرے۔ کیونکہ بعد میں آدمی اس نجات کو بھول سکتا ہے، یا پانی نہ ہونے یا کسی اور وجہ سے اس نجاست کو دُور کرنے سے قاصر بھی ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک بار نبی کریم ﷺ کے پاس ایک بچہ لایا گیا اور آپ نے اس بچے کو اپنی گود میں بٹھالیا اور اس بچے نے آپ کی گود میں پیشاب کردیا تو آپ نے فوراً پانی طلب کرکے پیشاب پر ڈال دیا۔ اپنے کپڑے کے دھونے کو نماز کا وقت ہونے تک مؤخر نہیں کیا، جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کیا۔

۴...... چوتھا درس یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس اعرابی کو مساجد کی اہمیت بتلائی اور فرمایا کہ یہ مسجدیں نماز، تلاوت قرآن اور اللہ عزوجل کا ذکر کرنے کے لیے بنائی گئی ہیں۔ ان میں ذرا بھی تکلیف دہ چیز اور گندگی پھیلانا درست نہیں۔ لہٰذا مساجد کی شان یہ ہے کہ ان کی عظمت محسوس کی جائے۔ ان کی نظافت اور صفائی وستھرائی کا اہتمام کیا جائے اور ان میں وہی اعمال انجام دیے جائیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا باعث ہوں۔

مثلاً نماز، تلاوتِ قرآن اور اللہ عزوجل کا ذکر وغیرہ۔

۵...... پانچواں درس یہ ہے کہ انسان جب کسی کو حکمت اور نرمی کے ساتھ خیر کی دعوت دیتا ہے تو اس کا وہ مقصد حاصل ہوجاتا ہے جو سختی کا رویہ اپنانے سے کبھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اعرابی کو جو تعلیم دی اس سے وہ پورے طور پر مطمئن ہوگیا، یہاں تک کہ اس نے یہ مشہور بات کہی کہ اے اللہ! تو مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور ہم دونوں کے ساتھ رحمت میں کسی کو شریک نہ کر۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے اس اعرابی کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا اسلوب استعمال فرمایا کیونکہ وہ یقینی طور پر جاہل تھا۔ اس لیے کہ مسجد کے احترام اور اس کی تعظیم سے واقف شخص کے لیے یہ ناممکن سی بات ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے کھڑا ہوکر مسجد کے کسی گوشے میں پیشاب کرے۔

دوسری مثال :......ان صحابی کا واقعہ جنھوں نے رمضان کے مہینہ میں دن میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرلی تھی۔

صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں تو ہلاک ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: کس چیز نے ہلاک کردیا؟ اس نے کہا کہ میں نے رمضان کے مہینہ میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے ہمبستری کرلی ہے۔

ماہِ رمضان میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے قصداً جماع کرنا بہت بڑا جرم اور گناہ ہے۔ لیکن ہم یہ دیکھیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان صحابی کے ساتھ کون سا اسلوب اپنایا؟ کیا آپ نے ان کی زجر وتوبیخ کی؟ کیا آپ نے ان کو برا بھلا کہا؟ کیا آپ ان کے ساتھ سخت کلامی سے پیش آئے؟ نہیں، کیونکہ وہ خود تائب اور شرمندہ ہوکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور ان سے جو چوک ہوگئی تھی اس کا انھیں شدت سے احساس تھا۔ اس لیے نبی معظم ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ ان سے جو غلطی سرزد ہوگئی ہے اس کے کفارہ کے

لیے کیا ان کے پاس ایک غلام آزاد کرنے کی طاقت ہے؟ انھوں نے عرض کیا: نہیں، آپ نے فرمایا: کیا مسلسل دو ماہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے؟ انھوں نے عرض کیا: نہیں، آپ نے پھر فرمایا: کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہیں؟ انھوں نے عرض کیا: نہیں۔ پھر وہ نبی مکرم ﷺ کے پاس ہی بیٹھ گئے کہ اسی دوران نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ کھجوریں آئیں۔ آپ نے فرمایا: یہ کھجوریں لے جاؤ اور صدقہ کردو، یعنی اپنا کفارہ ادا کرو۔ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کروں؟ اللہ کی قسم! پورے مدینہ میں مجھ سے بڑھ کر کوئی فقیر نہیں۔ ان کی بات سن کر نبی کریم ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں نظر آ گئیں اور فرمایا: جاؤ اسے اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دو۔

اس واقعہ میں بھی ہمارے لیے کئی دروس ہیں۔ ایک درس یہ ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ان صحابی کو نہ تو سخت سست کہا اور نہ ہی زجر و توبیخ کی۔ کیونکہ وہ خود تائب اور شرمندہ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور یہی فرق ہے ایک سرکش شخص میں اور ایک مصالحت پسند شخص میں جو ہم سے مدد کا طالب ہو اور اس سے جو چوک ہو گئی ہے اس سے چھٹکارا چاہتا ہو۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ یہ معاملہ فرمایا کہ انھیں ان کے گھر والوں کے پاس واپس کر دیا اور وہ اپنے ساتھ بطورِ مالِ غنیمت اتنی ساری کھجوریں بھی لے گئے جنھیں ساٹھ مسکینوں کو ان کے اوپر کھلانا فرض تھا، اگر وہ خود فقیر نہ ہوتے۔

تیسری مثال :......ان صحابی کا واقعہ جنھیں نماز میں چھینک آ گئی تھی:

یہ مثال معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ماخوذ ہے۔ جب وہ نبی معظم ﷺ کے ساتھ نماز میں داخل ہوئے تو جماعت میں سے ایک آدمی کو چھینک آ گئی اور انھوں نے الحمد للہ کہا۔ اس کے جواب میں معاویہ نے یرحمک اللہ کہہ دیا۔ لوگوں نے ان کی اس بات پر نکیر کرتے ہوئے انھیں کنکھیوں سے دیکھنا شروع کر دیا۔ معاویہ نے کہا: میری ماں گم کرے (تم لوگ مجھے کیوں گھور رہے ہو؟) لوگ انھیں خاموش کرنے کے لیے اپنی رانوں پر (ہاتھ) مارنے لگے، تو یہ خاموش ہو گئے۔ جب نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو انھیں بلایا اور

فرمایا کہ نماز میں کسی قسم کی بات کرنا درست نہیں، بلکہ نماز اللہ کی بڑائی بیان کرنے اور قرآن کی تلاوت کرنے کا نام ہے۔ معاویہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، میں نے آپ سے بہتر معلم نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! آپ نے مجھے نہ تو جھڑکا اور نہ ہی ڈانٹ ڈپٹ فرمائی۔

چوتھی مثال :......اس شخص کا واقعہ ہے جس نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی:

یہ مثال اس شخص کے واقعہ سے ماخوذ ہے جس نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی، حالانکہ نبی کریم ﷺ بیان فرما چکے تھے کہ میری اُمت کے مردوں پر سونا حرام ہے۔ چنانچہ اس شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھ کر آپ نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص آگ کے انگارے کا قصد کرتا ہے اور پھر اسے اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔ پھر نبی مکرم ﷺ نے بذاتِ خود اس کے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر پھینک دی۔ جب نبی ﷺ واپس چلے گئے تو اس آدمی سے کہا گیا: اپنی انگوٹھی لے لو اور اس سے فائدہ اُٹھالو۔ اس نے جواب دیا: اللہ کی قسم! جس انگوٹھی کو نبی کریم ﷺ نے پھینک دیا ہو میں اسے کبھی نہیں اُٹھا سکتا۔

نبی مکرم ﷺ نے اس شخص کے ساتھ جو اسلوب اپنایا اس میں ہمیں کچھ شدت اور سختی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ بظاہر اس آدمی کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ اس اُمت کے مردوں پر سونا حرام ہے۔ اس لیے نبی معظم ﷺ نے اس کے ساتھ یہ اسلوب اپنایا جو سابقہ واقعات میں مذکور اسلوب سے زیادہ سخت تھا۔

لہٰذا ایک داعی اور مبلغ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر انسان کے ساتھ اس کے حسب حال معاملہ کرے۔ کیونکہ ایک شخص جاہل ہوتا ہے جسے دین کے احکام کا علم نہیں ہوتا، اور ایک باخبر آدمی ہوتا ہے لیکن اس کے اندر کچھ کمی اور کوتاہی ہوتی ہے۔ ایک عالم ہوتا ہے جس کے اندر عناد اور تکبر ہوتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہر ایک کے ساتھ اس کے حسب حال اسلوب اپنایا جائے۔

۱...... حسن تربیت:

اصلاحِ معاشرہ کے لیے عورت کا چوتھا بنیادی وصف حسن تربیت ہے۔ یعنی ضروری ہے کہ عورت اپنی اولاد کی بہترین تربیت کرنے والی ہو۔ کیونکہ اس کی یہی اولاد مستقبل میں مرد اور عورت ہوں گے۔ اور ان کی سب سے پہلی تربیت ماں کی گود ہوتی ہے۔ اس لیے اگر ماں اخلاق اور معاملات کی اچھی ہو اور اسی کے ہاتھ پر یہ تربیت پائیں اور پروان چڑھیں تو اصلاحِ معاشرہ میں ان کا بڑا اثر ہوگا۔

لہٰذا صاحب اولاد عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنے بچوں کا خاص خیال رکھے اور ان کی تربیت کا اہتمام کرے۔ اگر تنہا ان کی اصلاح کرنے سے قاصر ہے تو اس سلسلے میں ان کے باپ سے مدد لے۔ اگر باپ نہ ہو تو ان کے سرپرست یعنی بھائیوں یا چچا یا بھتیجوں وغیرہ سے تعاون طلب کرے۔

عورت کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ موجودہ ماحول کے آگے سر جھکا دے اور یہ کہہ دے کہ لوگ اسی روش پر چل پڑے ہیں اس لیے میں اسے بدل نہیں سکتی۔ اگر ہم ماحول کے آگے اسی طرح سر جھکاتے چلیں تو کبھی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اصلاح بگڑی ہوئی چیزوں کو بدل کر اچھی شکل میں لانے اور بہتر چیز کو اس سے بھی بہتر شکل میں پیش کرنے کا نام ہے، یہاں تک کہ تمام اُمور درست ہو جائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسلامی شریعت میں ماحول کے آگے سر جھکانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی ایک مشرک قوم میں بعثت ہوئی جو بتوں کی پوجا کرتے تھے، رشتے ناطے توڑتے تھے اور لوگوں پر ناحق ظلم و زیادتی کرتے تھے، تو آپ نے اس ماحول کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ماحول کو قبول کرنے کی اجازت ہی نہیں دی۔ فرمایا:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝﴾ [الحجر: ۹۴]

''یعنی جو حکم آپ کو کیا جارہا ہے اسے کھول کر سنا دیجیے اور مشرکوں سے منہ

پھیر لیجیے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ حق کا کھلم کھلا اعلان کریں۔ مشرکوں سے منہ پھیر لیں اور جب تک آپ کا مشن مکمل نہیں ہو جاتا آپ ان کے شرک اور زیادتی کو بھولے رہیں، اور یہی چیز رونما ہوئی۔

ہاں کوئی یہ سوال کرسکتا ہے کہ حکمت کی بات یہ ہے کہ ہم ماحول میں تبدیلی لائیں۔ لیکن یہ کام اتنی جلدی نہیں ہوسکتا جتنی جلدی ہم چاہتے ہیں۔ کیونکہ ہم جس چیز کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں معاشرہ اس کے بالکل برخلاف ہے۔ تو ایسی صورت میں ضروری ہے کہ آدمی لوگوں کی اصلاح اس انداز سے کرے کہ جو کام سب سے اہم ہے پہلے اُسے کرے۔ یعنی سب سے اہم اور سب سے ضروری اُمور کی اصلاح پہلے کرے اور اس کے بعد آہستہ آہستہ لوگوں کو دوسرے اُمور کی طرف لے کر آگے بڑھے یہاں تک کہ معاشرے کی اصلاح کا مقصد حاصل ہو جائے۔

۲...... دعوتی سرگرمیاں:

اصلاحِ معاشرہ کے لیے عورت کا پانچواں بنیادی وصف دعوتی سرگرمی ہے۔ یعنی معاشرے میں لڑکیوں کی تعلیم و تربیت میں عورت کا نمایاں کردار ہو۔ خواہ یہ معاشرہ مدرسے کا ہو، یا کالج کا ہو، یا کالج کے بعد اعلیٰ تعلیمی مراحل کا ہو، یا اُن کے علاوہ عورتوں کے مابین ہونے والی ملاقاتوں کا ہو، جہاں مفید دعوتی و توجیہی کلمات پیش کیے جاسکتے ہیں۔

ہمیں یہ پتہ چلا ہے کہ اس سلسلہ میں بعض عورتوں نے الحمدللہ نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے عورتوں کی شرعی اور عربی علوم کی تعلیم کے لیے نہایت مفید پروگرام ترتیب دیئے ہیں، یہ یقیناً ایک بہترین اور قابل تعریف عمل ہے جس کا ثواب اُنھیں موت کے بعد بھی ملتا رہے گا۔ جیسا کہ نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل بھی اس سے منقطع ہو جاتا ہے، مگر تین اعمال ایسے ہیں جن کا ثواب جاری رہتا ہے: صدقہ جاریہ۔ یا علم جس سے لوگ

فائدہ اُٹھائیں۔ یا صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔"

اس لیے اگر عورت دیگر عورتوں سے ملاقاتوں کے ذریعہ، یا مدارس وغیرہ کے ماحول کے ذریعہ اپنے معاشرے میں دعوت کی نشر و اشاعت میں نشیط اور سرگرم ہے تو معاشرے کی اصلاح میں اس کا بڑا اثر ہوگا۔

معاشرے کی اصلاح میں عورت کے کردار اور اس کے بنیادی اوصاف سے متعلق میرے ذہن میں یہ تھیں چند باتیں جو میں نے بیان کردیں۔

آخر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں ہدایت یاب، صالح و نیکوکار اور لوگوں کی اصلاح کرنے والا بنائے۔ اپنے پاس سے ہمیں خاص رحمت عطا کرے۔ بے شک وہ بہت زیادہ دینے والا اور عطا فرمانے والا ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ .

الرَّاجِيُ لِرَحْمَةِ رَبِّ الْعَالَمِيْن
محمد بن صالح العثیمین

ہماری نئی کتب

نمبر شمار	نام کتاب	مؤلف
1	غم کا علاج	عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی وعبداللہ بن عبدالعزیز العیدان
2	عقیدہ، اسلام اور منہج اسلام	عبداللہ بن عبدالحمید الاثری مترجم: فضیلۃ الشیخ محمد زکریا زاہد
3	سیلنگ اینڈ سیلز مینجمنٹ (اُردو)	ڈاکٹر رابرٹ ڈی حزرچ ڈاکٹر رالف ڈبلیو جیکسن
4	سلفی خطبات (سلسلۂ خطبات)	خطیب: حافظ محمد ابراہیم سلفی شہیدؒ
5	شوہر کی اصلاح	عبدالقادر بن محمد ابو طالب
6	اسلام کا پیغام متلاشیانِ حق کے نام	جید علماء اور آئمہ کرام کی تحریریں
7	روشنی اور اندھیرا	مختلف جیّد علماء عظام کی تحریریں
8	کامیاب جماعت کا منہج	محمد بن جمیل زینو

یادداشت

AL-FURQAN TRUST

علاج الزوج

بحسن العشرة

المؤلف: عبدالقادر بن محمد بن حسن ابوطالب



المترجم: ابوالوفا عبدالرحمن عزیز

المراجع المحقق: ابویحیی محمد زکریا زاھد

AL-FURQAN TRUST